بزمِ خیال

حصہ سوم

مصنفہ

عالیجناب معلّےٰ القاب فخرِ راجایان مہاراجہ
سرکشن پرشاد بہادر کے۔سی۔آئی۔ای
یمین السلطنت پیشکار و وزیرِ اعظم دولتِ آصفیہ
المتخلص بہ شاد تلمیذ حضرت
آصف خلد اللہ ملکہ

در محبوب پریس علاقہ پیشکاری طبع شد
سنہ ۱۳۲۷ھ

فہرست مضامین حصہ سوم

میان بیوی کی باتین

وزیرِ فلک تخت بلند بخت ماہتابِ عالمتاب فیضیابِ خورشید
جہان تاب بمصداق وجعلنا اللیل لباسا ردائے شبِ تار اوڑھ
سمت الراس کو روانہ ہوا۔ اور نواب والا جناب اپنے بعض
احباب یعنی میان ظریف اور قلندر اور مولوی شیخ امام علی صاحب
کے ساتھ بہ تبدیل لباس پا پیادہ ان کھنڈرون کو دیکھنے نکلے
جن کے در و دیوار دلِ صدپارہ کی طرح موج حوادث کے تھپیڑون سے
بکھرے ہوئے تھے اور ان آفت رسیدون کی احوال کی

تفتیش منظور تھی جو دست بُردِ آفتِ آسمانی کی بدولت خانمان برباد ہوکر رضا و تسلیم کے سایۂ عاطفت مین بسر کر رہے تھے۔

ظریف - اجی میان ان کھنڈرون مین چلنے کے لیے صرف یہ ایک چور قندیل کافی نہ ہوگی۔ اتفاق سے آپکو شب تارہی مین گشت لگانے کی سوجھتی ہے تو یہ تو یہ آج چاند بھی کمبخت اُجلی چادر اوڑھنے کے عوض ماتمی سیاہ لباس پہنکر برآمد ہوا ہے

نواب - اجی نانا - راستے مین زیادہ بکواس نہ کرو - لوگ سُنین گے -

ظریف - تو کیا آپ چوری کے لیے نکلے ہین - یا ڈاکہ ڈالنے کے لیے ہے کیا - کوئی سُنتا ہے تو سُنا کرے

مولوی صاحب - ایسا ہو کہ پولیس ہمکو چور ہی سمجھ کر گرفتار کر لے -

قلندر - ایسا تو ضرور ہونے والا ہے -

ظریف - ہون - مجال کیا کسی کی جو ہماشمی تیغ کا مقابلہ کر سکے البتہ ان کھنڈرون کے نشیب و فراز سے اندیشہ ہوتا ہے کہ منہ

کے بل نہ گرے ...... ابھی یہ فقرہ نہ گر پڑین۔ تمام نہ ہونے

پایا تھا کہ دفعتاً ٹھوکر کھائی اور دھم سے گرے۔ اِلّا اللہ۔ مگر

مولوی شیخ امام علی صاحب نے بہت پھرتی سے سنبھال

لیا اور سب نے قہقہہ لگایا۔

ظریف ۔ واہ یہ ہنسی کی کونسی بات تھی۔ بھئی اب تو ہم ایسی

دھندلی روشنی مین نہ آئین گے۔ یا تو برقی لالٹین ہو یا ہمین کسی

جگہ بٹھا دیجیے اور آپ گھوم آئیے۔

قلندر ۔ بہت اچھا ناؤ مین آپ دن وناییے

ظریف ۔ ناؤ مین بیٹھین میرے دشمن دیکھو میان قلندر ایسی

بات زبان سے نکالو۔

اتنے مین ایک مکان کے قریب پہونچے۔ جسکے نصف حصہ

کے دریا برد ہو جانے کی وجہ سے مٹی کی دیوار بنا کر آمد ورفت

کا راستہ روک دیا گیا تھا۔ اس مکان مین ایک نوجوان قوم کا کھتری

جسکی عمر تیس یا بتیس ۳۲ برس کی ہے۔ اپنی بیوی کے ساتھ رہتا ہی

اسکی ایک ہونہار لڑکی بھی ہے جسکی عمر تقریباً ۱۲ سال کی ہے۔

آپس مین بیوی اور شوہر کے زور زور سے باتین ہو رہی تھین
نواب نے اپنے ہمراہیون سے کہا کہ ٹھہر جاؤ۔ اور خاموش
سب کے سب خاموش ہوئے۔ اور ٹھہر گئے۔

بیوی - اپنا وطن چھوڑ کر تجارت کی غرض سے آئے تھے۔ یہان
بھی آخر نامرادی نے اپنی صورت دکھائی۔

مرد - صبر کرو۔ سب پر ایسا وقت آتا ہے خدا کی قدرت مین کسیکو
دخل نہین۔

عورت - بس بس۔ وہ مثل تم پر بھی صادق آتی ہے۔ دلّی
مین رہ کر بھاڑ جھونکا کیے۔

مرد - پھر بُرا کیا۔ آخر آپنے ہی وطن مین بھاڑ جھونکا۔ یہان جب سے
آئے ایسا تو اتفاق نہین ہوا۔

عورت - بھگوان کی قسم تمہاری یہی باتین مجھے بُری معلوم ہوتی
ہین مین نے دلّی سے چلتے وقت ہی تم کو ٹوکا تھا کہ دیکھو اپنا
وطن نہ چھوڑو۔ جسطرح گزرے یہین گزار لو۔ مگر تم نے نہ مانا۔ تمہین
تو بہت بڑا غرا تھا کہ حیدرآباد مین بہت سے کھتری ہین کسی سے

رسم پیدا کر کے مدار المہام کے پاس پہونچون گا۔ اور وہان ٹکّی
جم جائے گی۔ ابھی تو چھ مہینے بھی نہین گزرے کہ طوفانی ٹکی جم گئی

مرد - آخر تمہاری مرضی کیا ہے کیون اتنے زور سے باتین کرتی
ہو۔ راستہ چلنے والے کیا کہین گے۔

عورت - کیا کہین گے۔ اور اگر کہین تو کہنے دو۔ کیا کوئی سُنے گا
تو یہ نہ کہے گا کہ اپنا وطن چھوڑ کر یہان آئے۔ اور سارا اثاثہ اور نقد
دریا کے حوالے کر کے۔ روٹیون کے محتاج بیٹھے ہو۔

مرد - (غصے کے لہجہ مین) بس زیادہ نہ ٹرّا و ماغ نہ پکا۔ جو قسمت
مین ہونا ہے ہو رہے گا۔ ان نینون کا یہی بسیکھ۔ وہ بھی دیکھا
یہ بھی دیکھ۔

عورت - بس۔ اب تو مین ڈر ہی گئی نا۔ کیا کرو گے جان لوگے
حاضر ہے۔ ایسی بے حیائی کے جینے سے مرنا اچھا۔ کیا کھا کر جئین گے
آج دو روز سے بچی سنگتر ون کو ترس رہی ہے۔ دمڑی پاس
نہین۔

مرد - ابھی تو مین زندہ ہون۔ کیون اس قدر کڑھتے اور ایسی باتین

کر کے میرے دل پر تیر برساتی ہے۔ سچ کہا تھا میرے ماموں نے
کہ کسی تعلیم یافتہ لڑکی سے شادی کرنا۔

عورت ۔ تو پھر دیر کیا ہے۔ مجھ ان پڑھ کو پھر کیوں اپنے گلے کا
طوق بنایا۔ سر گنیش آئینہ کل ہی بھنوری پھر جائے۔ مگر اس قوم
میں کوئی ایسی لڑکی تم کو ملجائے۔ تو میں ناک بدلی ہوں۔ تمھیں میری
قدر ہی کیا ہے۔ بعد کو روؤ گے پچتاؤ گے۔

ظریف ۔ (نواب سے) میاں یہ عورت تو ہماری بڑھیا کی ہمشیر
باتدبیر معلوم ہوتی ہے۔

مولوی صاحب ۔ باتدبیر کا قافیہ تو خوب ملایا۔

نواب ۔ بھئی واقعی بہت تندمزاج ہے سنو تو۔ پھر سب کے سب
متوجہ ہوئے۔

کوئی پکارتا ہے۔ امّاں۔ او ماں۔

ماں ۔ کیوں بیٹی۔ تیری نیند کیوں اچیٹ گئی۔

بیٹی ۔ ماں پیاس لگی ہے۔

ماں ۔ اچھا پانی لاتی ہوں وہیں رہو ۔ وہ مزدورنی سوئی رانڈ

کیا سو گئی۔

بیٹی ۔ نہیں وہ یہاں تو نظر نہیں آتی۔

باپ ۔ (کسی قدر تیز آواز سے) کیا۔ ناگو۔ مزدورنی نہیں ہے (آواز سے) ناگو او ناگو۔

خبرے نیاشد

عورت ۔ اری او ناگو۔ بہری رانڈ۔ کیا گھوڑے بیچکر سوئی ہے تیرا منہ جھلس دوں۔ کمبخت حیدرآباد کی مامائیں بھی اس گت کی ہوتی ہیں

مرد ۔ پردیس ہے۔ کیا کیا جائے۔ ماہمین مردمان بباید ساخت بڑے بڑوں کو ایسے موقع پیش آتے رہتے ہیں۔

عورت ۔ لے بیٹا پانی۔

ظریف ۔ (نواب سے آہستہ) اجی میاں کب تک ٹھہروگے یہاں۔ بس اب چلو نا دیکھو۔ قندیل کی روشنی دھیمی ہو رہی ہے کہیں بجھ نہ جائے۔

نواب ۔ تھوڑی دیر اور ٹھہرو۔ دیکھو اس عورت کے دل کا بخار دھیما ہوا کہ نہیں۔

ظریف - اُخفہ دھیا ہوکہ ہنو - ہمین کیا - اب تو بچی کو پانی پلا رہی ہے - اسکے دل مین بھی ضرور ٹھنڈک پڑی ہوگی -

نواب - اور دونون ساتھی ہنس دیے کہ پانی تو بیٹی پیجیے -

اور مان کا کلیجہ ٹھنڈا ہو -

اتنے مین عورت نے خاوند سے پھر کہا کیون اب کیا صلاح ہے - لاؤن کوئی پڑھی لکھی عورت -

مرد - بس کر دیوانی کیون زیادہ بکواس کرتی ہے وہ مزدورنی کہان گئی ذرا اسکو دیکھہ تو لے - یہین کہین سوتی ہوگی - جگا کر بچی کے پاس بٹھلائے -

عورت - بھگوان جانے وہ کہان ہے - اب مین کہان ڈھونڈتی پھرون ڈر کیا ہے - بھگوان ہمارا رکھوالا ہے - نہ پہرا نہ چوکی کوئی چاہے لوٹ لیجائے یا مار جائے -

مرد - نہین نہین - اس شہر کا انتظام اچھا ہے - تجکو کیا قدر ہے گھر کی بیٹھنے والی -

عورت - بات ٹالنے سے کیا حاصل کہونا پھر بھنوری کب پھریگی -

مرد۔ عورتین بڑی کینہ ور ہوتی ہین اب یہ بات تمام عمر دل پر نقش رہے گی۔

عورت ۔ بات ہی ایسی ہے اور سچ ہے مین کیون پسند آنے لگی نہ تو مین جوتا پہن کر کھاتی ہون ۔ اور نہ میز پر چھری کانٹے سے ۔ اور نہ انگریزی کھانے۔ موے سیٹھے پھیکے ۔ ایکبار ایک بوٹی منہ مین رکھی تھی ۔ تمام دن متلی ہوتی رہی ۔ تعلیم یافتہ آئے گی تو یہ سب باتین کرے گی ۔

مرد ۔ توبہ توبہ ۔ نیکبخت بس اب سو رہو ۔

عورت ۔ ٹھوکے دیتے جاؤ اور تھپک کر سلاؤ ۔ کیا کہنا یہ تیسری دفعہ ہے کہ تم نے مجکو طعنہ دیا ۔

مرد ۔ کیا کہون ۔ تجکو تو نہ پاس لحاظ ہے اور نہ مروت بس لڑنے سے کام ہے شوہر کے ساتھ عورتون کو کس طرح ادب سے رہنا چاہیے یہ بھی خیال ہے ۔

عورت ۔ بس بس رہنے بھی دو مین نے کوئی بات بری نہین کہی تم ہی ذری سی بات پر جب دیکھو یہی کہتے ہو کہ تعلیم یافتہ عورت

دہلی۔ اس لیے مین کہتی ہون کہ تم ایسی کوئی اور ڈھونڈ لو مجھے میرے میکے روانہ کردو۔ بلکہ سب سے اچھا ہوگا کہ کسی میم سے شادی ہو جائے۔ بس چھٹی ہوئی۔ جنیو توڑ کر پھینکدو۔ کرسٹان بنجاؤ۔ گرجے مین جاکر نماز پڑھو۔ اب ہے کیا باقی۔ پانچون کپڑون سے تو کھاتے ہو۔ دیوتو مسے جیتے ہو نہ دیوتا۔ کوئی تہوار نہین کرتے۔ اور نہ کوئی رسم ہوتی ہے۔ چوکا چھوڑے ہوے بارہ برس ہوگئے۔ بغیر منہ کے اور کانٹے چھری کے کھانا گناہ ہے۔

مرد۔ کیا تیری مرضی ہے کہ مین دھوتیا باندہ کر کھاؤن ارے تو دلی مین پیدا ہوئی اور تجھے دلی کی رسم نہین معلوم کیا وہان سب کپڑے اُتار کر اور دھوتیا باندہ کر کھاتے ہین۔

عورت۔ دلی مین پیدا ہوئی۔ مگر اپنے باپ کو مین نے کبھی اس طرح کھاتے نہین دیکھا اور نہ مان کو۔

مرد۔ ارے ظالم تیرا باپ اورنگ آباد مین تیس برس تک رہا اسکو مرہٹے برہمنون اور یہان کے کھتریون کی سوسائٹی نے اپنے رنگ مین رنگ دیا۔ مگر اب بارہ سال سے تو میرے ساتھ ہے

ایک سال تو دلی میں بھی رہی۔ پھر تجھ میں اب تک اورنگ آباد کا اثر باقی ہے۔

عورت ۔ نہ میں اورنگ آباد جانوں ۔ نہ جالنا۔ نہ حیدر آباد میں تو اپنے ماں باپ کی ریس کروں گی۔

ظریف ۔ میاں یہ کیا بات ہے کہ مرد دلی کا اور عورت بقول اسکے دلی کی پیدایش مگر اورنگ آباد میں رہنے والی۔

نواب ۔ تعجب کی کونسی بات ہے۔ میں آپ کو سمجھائی دیتا ہوں **جواہر لال** کی یہاں کی پیدایش لکھنو جاکر شادی کرکے آئے اور جس لڑکی سے انھوں نے شادی کی۔ اُس لڑکی کی لکھنو کی پیدایش ہے مگر اپنے باپ کے ساتھ کریم نگر ضلع حیدر آباد میں جوان ہوئی۔ اور ایک زمانہ یہیں گزرا۔ اب شادی کے وقت باپ نے اپنے وطن لیجاکر شادی کی۔

ظریف ۔ اجی میاں یہ عورت تو بڑی تیکھی ہے۔ واللہ خاص یہ تو میری سالی معلوم ہوتی ہے۔

کہو تو آواز دوں

نواب - کہین ایسا نہ کرنا۔

پھر آواز آئی کیون جی کیا منصوبہ ٹھہرا۔

مرد - دیکھ مین تجھے بار بار سمجھاتا ہون مانتی نہین - اگر تیرا جی نہ چاہے تو میرے ساتھ پنگت مین شریک نہ ہو۔ اور اب کب تجھے مین میز پر ساتھ جبر کرکے بٹھاتا اور کھلاتا ہون -

عورت - یہ ولایت کے جانے کی خرابی ہے - کیا کہون اگر میرے سسر زندہ رہتے تو مین تو ضرور کہتی کہ

بھائیجی ! تمہارے بیٹے ولایت جا کر کرسٹان ہو گئے مگر کیا ہوتا - اُن کی بھی بڑھاپے مین مت ماری گئی تھی - وہ بھی اپنے بیٹے کے ہم قدم تھے -

مرد - کیون اب سسرے کو برا بھلا کہنا شروع کیا -

عورت - مین کیون کہون مجھے کیا غرض - جبکا جی جیسے چاہے ویسے رہے مین تو ایسے کرشانی چال نہ چلون گی - بس اب دوسری بیاہ ہونا - اور ضرور بیاہ ہو گے مجھے یقین ہے - مگر اسی روز بائین ہاتھ سے سلام کرونگی - جس روز کوئی کھترانی ایسی تمھین دیس مین

کہین بل جاے - ہان فرنگن کرلو -

ظریف - واللہ کیا بات کہی -

نواب - مرد بہت شریف ہے - اس وقت تو مجھے غصہ آرہا ہے اُس شخص کی برداشت پر آفرین ہے -

ظریف - کاش کوئی بیوی تمھین بھی ایسی ملجاے -

نواب - لاحول ولا قوة -

زن بد در سراے مرد نکو
ہمدرین عالم است دوزخ او

ظریف - جی ہان یہ ساری کہنے کی باتین ہین -

مولوی - یہ سنو اب تو کچھ اور زور سے وہ عورت کہہ رہی ہے سب کے سب کان دھر کر سنتے ہین -

بیوی - دیکھو سچی بات کسیکو بھی پسند نہین آئی سانچ کو آنچ نہین سنتے ہین مگر یہ زمانہ وہ نہین ہا تمھارے دل مین جو گھٹنی ہو کہ کسی تعلیم یافتہ عورت کو تم بیاہو گے یہ بات تمھین بُری کیون معلوم ہوتی ہے -

میان - اری نیکبخت جب بیاہو نگا اُس وقت جو تیرے جی مین آے کہنا - اب اس وقت بھونری تو نہین پھری جا رہی ہے - اچھا جب تجکو یہ خبر تھی کہ مین ولایت جاکر آیا - اور کرسٹان ہوگیا تو پھر تو نے اپنے باپ سے کیون نہین کہا کہ ایسے کرسٹان سے شادی نہ کرون گی -

بیوی - اے واہ کیا تمام زمانے کی بہو بیٹیان کہا کرتی ہین اور مجھے ضرورت کیا تھی - مین بھگوان کی شکر گزار ہون - وہ کوئی اور ہوگی ناشکری -

مرد - کرسٹان سے شادی ہونے کے بعد پھر شکر گزاری کیسی -

عورت - تم چاہو کرسٹان ہو - اب چاہے کچھ بھی ہو جاے مجھے تو تم سے ہی گزارنا ہے مگر تمکو مجھ سے گزارنا تھوڑا ہی ہے -

مرد - کیا دیوانی عورت ہے - ارے نیکبخت یہ یقین کیونکر ہوگیا کہ مین شادی دوسری کرہی لونگا -

عورت - بارہا - تم نے یہ طعنہ مجھے دیا - اور تمھارے تیور بتلاتے ہین کہ تم ضرور شادی کروگے - مگر یہ یاد رہے کہ ہندی اُسکی کوئی

بند ہو کر نہیں رہے گی۔ جان پہ کھیل جاؤں گی۔ مگر تمہاری میم صاحب کی خدمت کروں گی تم چاہے میرے ٹکڑے اڑا دو۔ ہاں یہ یاد رہے ابھی سے کہے دیتی ہوں۔ کوئی اس وقت گواہ تو نہیں ہے سوا پرمیشر کے

اس فقرے کے تمام ہوتے ہی ہمارے ظریف الدولہ چلبلے مزاج کے آدمی بھلا کہاں چپ رہتے آوازہ کس ہی دیا کہ ہم ہیں گواہ۔

نواب ۔ اے ہے نانا غضب کیا۔

عورت ۔ (ایک چیخ مار کے) اے ہے یہ تو چور ہے کوئی موا۔ دوڑو۔ دوڑو۔ پکڑو۔ پکڑو۔

مرد ۔ آئیں گھبراتی چلاتی کیوں ہے کیا کوئی گھس آیا۔ کوئی سنہدا ہے کھائے۔ بدمعاش ہوگا

ظریف ۔ بس چونچ سنبھال کے ورنہ خیریت نہ ہوگی

مرد کون ہے۔؟

ظریف ۔ کچھ کہنا چاہتے تھے کہ نواب نے منہ پر ہاتھ رکھدیا۔ اور وہاں سے کشاں کشاں تھوڑی دور تک لے آئے۔

صاحب خانہ نے جب اپنے سوال کا جواب نہ پایا۔ فوراً کواڑ کھولکر
آواز دی زور سے کون ہے۔

قلندر - راستے والے۔

صاحب خانہ - ہم ہین کس نے کہا تھا۔

قلندر - ہمارے ساتھ ایک لونڈا ہے بیر نابالغ اسکی بیہودہ حرکت
تھی معاف کیجیے۔

صاحب خانہ - کیا یہی شرافت ہی کہ قریب کھڑے ہو کر سنین

ظریف - (نواب سے) میان ذرا چھوڑنا رسروہی پہ ہاتھ رکھ کر) ابھی
خبر لیتا ہون۔

مولوی - اجی مہربان۔ آپ کے غصّے سے خود سروہی میان سے
کھچی آرہی ہے بس کیجیے۔ کہین کربلا کی نوبت نہ آجائے۔

ظریف - اُٹھو تمکو ہنسی سوجھی ہے اس نے ہمکو۔ بدمعاش۔
شہدا۔ خدا جانے کیا کیا کہدیا۔

نواب نے ظریف سے کہا کہ نانا۔ تم نے سارا مزہ کرکرا کر دیا۔
ابھی ذرا دیر دم لیتے تو ان کی سب باتین جی بھر کر سُن لیتے۔

ظریف - واہ جناب - اتنی رات ہوگئی - دیکھو نا گھڑی نکال کر - اتنے مین رات کے تین بجے -

مولوی - باتون باتون مین رات نہ معلوم ہوئی - نہ ہم نے پوری طرح سے گشت لگائی اور نہ ان ویران بستیون کے حسرت ناک سین کو دیکھکر عبرت حاصل کر سکے -

نواب - کسی روز دن مین چلیے ہم آپ کو سیر کرالائین گے - صاحب خانہ نے جب جواب پایا کہ راستے والے ہین گھر کے کواڑ بند کر لیے اور یہ تینون صاحب بگھی مین سوار ہوکر روانہ ہوے -

---

پولو اور فتح میدان

ہمارے نواب والا جناب اپنے نقل محفل معجون مفرح ظریف الدولہ بہادر اور اپنے فرزند ارجمند میان نصیر کے ساتھ پولو دیکھنے کے لیے روانہ ہوے اور بو کے گل کی طرح پہونچے -

نواب (ظریف سے) دیکھو نا یہان خواہ مخواہ کسی سے بھڑ نہ جانا

اور باتین بھی بے موقع نہ کرنا۔

ظریف۔ اگر ایسا ہے تو بندہ درگاہ گاڑی ہی مین براجینگے اور سب کو اپنے درشن کرائین گے۔

نواب۔ اسکی کیا ضرورت ہے۔ آپ سے تو لطف ہے۔ مگر موقع کا خیال رہے۔

ظریف۔ واہ آپ ہمین ساتھ بھی رکھین اور پھر بات چیت سے منع بھی کرین۔ کچھ دار و مریز کا معاملہ ہے۔ مین آپ ہی آپ تو کسی سے بھڑ نہین جاتا البتہ کوئی مقابلہ مین آجائے تو پھر اَلجرَأۃُ خَیرٌ مِنَ الجُبُن پر عمل ہوتا ہے۔

نواب۔ (اپنے فرزند سے) میان ذرا نانا صاحب کی طرف نظر لگی رہے۔

الغرض جب یہ بہولین کے پاس پہونچے تو نواب کٹہرے کے پاس میان نصیر۔ اور ظریف الدولہ کو کھڑا کرکے چلدیے۔

ظریف۔ (نواب سے) دیکھو میان جلدی آنا۔

نصیر۔ کیون نانا۔ یہ بھی کیسا عمدہ کھیل ہے۔

ظریف - یہ تو میری عمر مین پہلی دفعہ ہے کہ مین یہ کھیل دیکھنے آیا ہون - ہان یون **پلو** (پولو) نام سنا ہے -

نصیر نے (پلّو) کے لفظ پر تبسم کیا - اور پوچھا کہ نانا کیا آپ کو کبھی اباجان کے ساتھ آنے کا اتفاق نہین ہوا -

ظریف - نہین میان - مگر یہ تو بتاؤ کہ پندرہ بیس آدمی دوش بدوش ٹٹو سے دوڑا رہے ہین - بازی ہارے کہ جیتے - کیونکر معلوم ہو - اور جیتنے کی دلیل ؟

ایک تماشائی جو میان ظریف کے پہلو مین کھڑے تماشا دیکھ رہے تھے اُنھون نے ظریف کی انوکھی قطع اور قدوقامت اور اکڑنا بر رنا - اور اینڈنا - جو دیکھا - بہت ہی ہنسے - طرفہ ماجرا جیتنے کی دلیل جو ظریف نے میان نصیر سے پوچھی یہ فقرہ سن کر اُن سے رہا نہ گیا ہنس دیے اور میان نصیر سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے

نصیر (انگریزی زبان مین) یہ اباجان کے دعاگویون مین سے ہین -

تماشائی - بڑی دل لگی کا آدمی معلوم ہوتا ہے -

نصیر۔ بے انتہا۔ ایسا زندہ دل کوئی کم ہوگا۔

تماشائی۔ کیا مجھ سے آپ تعارف کرا سکتے ہیں۔

نصیر۔ بیشک۔ یہ کہہ کر ظریف سے کہا کہ نانا۔ میرے دوست لالہ ہیم چند (صفیر) آپ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔

ظریف۔ (لالہ کی طرف دیکھ کر) بہت اچھا۔ السلام علیکم لالہ صاحب!

لالہ نے مصافحہ کیا۔ اور یوں بات چیت ہونے لگی۔

لالہ۔ نواب صاحب آپ سے ملاقات کی بہت دنوں سے تمنّا تھی۔ بارے الحمد للّٰہ آج پولو کے طفیل شرفِ نیاز حاصل ہوا اتنے میں پولو کا ایک گول ہوا۔ اور سب نے ہُرّے کے نعرے لگائے اور تالیاں بجائیں۔

چونکہ یہ سماں ظریف الدولہ نے کبھی دیکھا نہ تھا سمجھے کہ کہیں لڑائی ہو گئی۔ جھٹ سے سروہی پہ ہاتھ ڈال کر کہا لینا۔ لینا۔ جانے نہ پائے۔

نصیر۔ ہائیں نانا۔ یہ کیا ہے۔

لالہ۔ اور دوسرے تماشائی ان کے اس فقرے پر لینا لینا جانے نہ پائے بہت ہنسے۔

لالہ۔ (ظریف سے) کیون جناب آپ لڑنے کے لیے مستعد ہو گئے۔ کیا سخت ہوا کہ کہیں لڑائی ہوئی ہے۔

ظریف۔ ہان بھئی لالہ میں تو سمجھا کہ تلوار میان سے باہر ہوئی پھر آخر یہ چیخ پکار کیا تھی۔

لالہ۔ ہمارے گولکنڈہ لانسر والون نے بازی جیتی نا۔

ظریف۔ لاحول ولا قوۃ۔ اسکے لیے یہ شور اور تالیان۔

لالہ بہت ہی ہنسے اور دوسرے تماشائیون نے جو لالہ کی دوست آشنا تھے پوچھا کہ یہ حضرت حضرت کون ہین۔

لالہ نے سب سے آہستہ سے کہدیا کہ میان نصیر کے والد کی دوست ہین۔

ایک۔ ہان ہان کیا جگت نانا یہی مشہور ہین۔

نصیر۔ جی ہان۔ آپ ہی ہین۔

تماشائی۔ آداب عرض ہے مولانا۔

ظریف - آداب - اسم شریف -
تماشائی - بھکاری صاحب - بندے کا نام ہے -
ظریف - سبحان اللہ کیا آپ کے والدین مفلس تھے -
بھکاری - (لالہ اور نصیر کی طرف مخاطب ہو کر آہستہ) اب بندہ اس بڈھے کو بناتا ہے (ظریف سے) ہان میان میرے والد مفلس تھے -

بھکاری نے میان نصیر سے پوچھا کہ ظریف کے والد کا نام کیا ہے
نصیر نے انگریزی مین ہجون کے ساتھ نام بتایا کہ (عبدالقدوس خان)
بھکاری - (ظریف سے) ہان والدین بندی کے بھکاری تھے اور اسی وجہ سے عبدالقدوس خان کی گود مین مجھے دیا تھا - خدا بخشے بہت اچھے آدمی تھے - اُن کا ایک بیٹا تھا - اسکا نام عبدالصمد خان خدا جانے اب کہان ہے -
ظریف نے جب اپنے باپ کا نام اور اپنا نام سُنا متعجب ہو کر میان نصیر سے فارسی مین پوچھا کہ -
"این پیرمرد - چھوکرا سے - باباے ما بدولت بودہ ہست"

بھکاری (انجان بنکر) یہہ آپنے کونسی زبان مین بات کی۔

ظریف ۔ یہ زبان فارسی خاص شیراز کی ہے۔

بھکاری ۔ بندہ نہین جانتا۔عبدالقدوس بے ایمان نے مجھے میرا مال واسباب جوکچھ تھا لیکر گھر سے نکال دیا۔مین بمبئی چلاگیا اور وہین رہا تعلیم انگریزی وہین پائی۔

ظریف ۔ ذرا جونچ سنبھال کر بات کیجئے۔قبلہ وکعبہ حضرت عبدالقدوس خان جنت آشیان رحمۃ اللہ علیہ ولوالدیہ کا اسم مبارک ادب سے لیجیے۔

بھکاری ۔کیون جناب اسکی وجہ ۔

ظریف ۔ آپکو نہین معلوم کہ وہ ما بدولت کے قبلہ وکعبہ والد ماجد پدر بزرگوار تھے ۔

بھکاری ۔ کیا آپ ہی کا نام عبدالصمد خان ہے ۔

ظریف ۔ (موچھون پر تاؤ دیکر) جی ہان۔

بھکاری ۔ اخاہ۔ پھر تو آپ میرے بھائی ہوئے یہ کہکر گلے ملے۔اور معافی چاہی۔

اتنے مین اور ایک گول ہوا۔ پھر ہرّے کے نعرے بلند ہوے۔ اور بدستور ظریف الدولہ نے چونک کر سر و ہی پہ ہاتھ ڈال دیا۔

بھکاری (بناوٹ سے) چونک گئے۔

ظریف۔ (نصیر کی طرف دیکھکر) کیون میان تلوار کی آنچ کیا بُری ہوتی ہے۔

لالہ۔ ابھی آپکی تلوار میان سے نکلی بھی تو ہنین۔

بھکاری۔ آپ کی صورت سے ڈر معلوم ہوتا ہے۔

ظریف۔ آخر سپاہی ہون نا۔

نصیر۔ ذرا یہ چوگان بازی بھی تو دیکھ لو پھر باتین کرین گے۔ اب میان نصیر۔ ظریف۔ لالہ۔ بھکاری۔ چارون پولو دیکھنے مین مصروف ہوئے۔

ظریف۔ اُہو ہو ہو۔ میان کیا یابو تیز ہے یہ سُرخا۔

نصیر۔ بہت تیز ہے۔ مگر سوار بھی بے بدل ہے۔

ظریف۔ یہ ہے کون۔

نصیر۔ کپٹن شاہ مرزا بیگ مدار المہام کے ایڈی ہی۔

ظریف۔ وہ جوان مرد سا لڑکا۔

نصیر۔ جی ہاں۔

ظریف۔ واللہ بڑا اچھا لڑکا ہے۔ اسے دیکھو یا ہو کو کس طرح پھیرا ہے۔ سبحان اللہ سبحان اللہ۔ گیند کو کس خوبصورتی سے مارا ہے استنے میں طرف ثانی کے سوار نے گیند کو روکا۔ اور شاہ مرزا بیگ نے گھوڑے کو کاوا دیکر پھر گیند پر چوٹ دی۔ ظریف الدولہ نے اچھلکر آواز سے کہا "وہ مارا۔ وہ مارا۔ واہ میرے شیر"

ان کی اس آواز پر جس قدر نزدیک کے تماشائی تھے ہنس پڑے اب ظریف نے اُس گیند میں اپنی نظر گڑو دی اور ہمہ تن اُسطرف مصروف ہوئے۔

نصیر۔ نانا۔ زیادہ نہ چلاؤ

ظریف۔ ٹھہرو بھی۔ واہ۔ واہ۔ واہ۔ واہ۔ پھر ایک زد ہوئی۔ اہو ہو ہو۔ گیند کیا اچھلا ہے۔ اُڑن کھٹولا ہو گیا ہے گیند زمین پر گرا اور حریف نے گیند کے روکنے کیلیے

جو یا بو دوڑایا تو بس ظریف الدولہ نے پکار کر کہا "خبردار۔ بازی ہماری ہے۔ اتنے مین شاہ مرزا بیگ نے اور ایک ہاتھ لگایا۔ گیند بہت دور گیا۔ ان کے ساتھی عثمان یار الدولہ نے ایک زد لگائی"

اُہو ہو ہو۔ گیند ہوا سے باتین کر رہا ہے (نصیر سے) میان یہ سبزے پر سوار کون ہے۔

نصیر۔ افسر الملک کے فرزند کلان۔

ظریف۔ عثمان یار جنگ کیا یہی ہین۔

نصیر۔ ہان یہی ہین۔

ظریف۔ واہ کیا کہنا الولد سر لابیہ اُہو ہو ہو۔ اب دیکھنا کہ شاہ مرزا کا یا بو ہے کہ چھلاوا اور ایک زد ہوئی سب نے پھر ہرے کیے۔

ظریف (فرط مسرت سے اُچھلکر) واہ میرے شیر۔ وہ مارا۔ (نصیر سے) کیون میان جیت لیا نا۔

نصیر۔ ہان۔

ظریف - واللہ کیا بازی ہوئی ہے - لڑکا گُل چلا معلوم ہوتا ہے طابق النعل بالنعل - تابڑ توڑ دو تین داؤ جیتے - واللہ خدا نظرِ بد سے بچائے - نہایت چابک دست ہے - بخدا مجھے یابو کی تیز رفتاری پسند آئی - کیا بگ ٹٹ گیا ہے کہ بس واہ -

عثمان یار جنگ بھی واللہ کیا لڑکا ہے - ایسا بے تحاشا یابو کو کاوا دیا مین تو سمجھا کہ بس اب گرا - اور اب گرا - مگر کیا کہنا بڑا جمنے والا ہے -

لالہ - (ظریف سے) آپ ضلع جگت خوب بولتے ہین -

ظریف - (اکڑ کر) جی ہان - ابھی آپ نے سُنا ہین -

لالہ - طرف ثانی کے بھی اچھے سوار ہین -

ظریف - ہان ایک دو اچھے ہین - مگر باقی تو خوگیر کی بھرتی ہے

نصیر - ایسا نہ کہو کوئی سُنے گا تو کیا کہے گا -

ظریف - جھوٹ بات کونسی تھی -

اتنے مین مجمع منتشر ہوا -

ظریف - کیا ہو گیا کھیل -

لالہ۔ ہاں ہوگیا۔

اتنے میں نواب تشریف لے آئے۔ اور لالہ سے مصافحہ کیا۔

اور جنھوں نے اپنا نام مذاق سے بھکاری بتایا تھا۔ اُن سے بھی ملے نانا سے پوچھا کیوں نانا۔ کھیل پسند آیا۔

ظریف۔ میاں اخیر کے دو داؤ میں نے دیکھے۔ سبحان اللہ شاہ مرزا جو مدار المہام کے مقرب ہیں۔ اور افسر الملک کا بڑا بیٹا واللہ دونوں کو رستم و سام کی جوڑی کہنا چاہیے کیا کہنا۔

ظریف (بھکاری صاحب کیطرف اشارہ کرکے) سنا آپنے ان کا نام بھکاری صاحب ہے اور معلوم ہوا کہ یہ ما بدولت کے والد ماجد پدر بزرگوار کے پالکڑے بھی ہیں۔

نواب۔ تبسم کرکے۔ ہاں۔ واللہ۔ کیا کہنا۔ بیشک ہونگے۔

نواب۔ لالہ اور میاں بھکاری سے رخصت ہوکر مکان کو واپس ہونے لگے۔ لالہ نے نواب سے کہا کہ کل چار بجے ظریف صاحب کو ہمراہ لیکر غریب خانے پر چائے نوش فرمایئے

ظریف کو بھی دعوت دی۔ اور میان نصیر سے بھی خواہش کی
نواب نے منظور کیا۔ مگر کہہ دیا کہ بھکاری صاحب کو ضرور کل کی صحبت
مین شریک رکھین۔

لالہ کے گھر دعوت

دوسرے دن۔ ٹھیک پانچ بجے۔ نواب فضیحت مآب اور اُنکے
فرزندِ ارجمند (میان نصیر) اور ہمارے ظریف الدولہ بہادر لالہ جی
کے یہان دعوت مین گئے۔ لالہ نے نواب ذیشان اور اُنکے
ساتھیون کا بہت ہی تپاک سے استقبال کیا۔ پائین باغ مین
کرسیان بچھائی گئین۔

معزز مہمان اور میزبان۔ اور اُنکے رفقا سب کرسیون پر بیٹھ گئے
لالہ کے رفقا مین حسبِ ذیل لوگ تھے۔

حشمت اللہ حشمت جنھون نے مزاحاً اپنا نام بھکاری صاحب
بتلایا تھا۔

گرگرن ۔ کایستھ

رام بھٹ ۔ نجومی

ظریف الدولہ بہادر کی نظر جو رام بھٹ پر پڑی دیکھتے ہی کہا
کیون میان بھٹ ۔ یہان بھی اپنی پوتھی اور بانسری لیکر پہونچ گئے

لالہ ۔ (ظریف سے) کیا آپ پنڈت جی کو پہچانتے ہین ۔

ظریف ۔ ہون ۔ پہچاننا کیا معنی ۔ یہ تو ہمارے نواب کا نمکخوار
ہے ۔ اور اسکے کل پرزون سے مین خوب واقف ہون ۔

نواب ۔ (ظریف کے کان مین) نانا ۔ یہان اُس بیچارے کی
عزت نہ لو ۔

ظریف ۔ خیر اگر آپ کا حکم ایسا ہی ہے تو بانسری کا ذکر نہ نکالونگا
مگر معمولی مذاق سے بندہ باز نہ آئیگا ۔

نواب ۔ ہان معمولی مذاق کی اجازت ہے ۔

ظریف ۔ (بھکاری یعنی حشمت اللہ سے مخاطب ہوکر) کیون میان
کل کا قصہ ادھورا ہی رہ گیا ۔ کچھ ارشاد ۔

نواب ۔ نانا ۔ کہین ان کے مذاق کے دھوکے مین نہ آنا

حشمت اللہ حشمت ہین۔

ظریف۔ (غور کرکے) یا اللہ کیا یہی حشمت ہین اور ننگ آبادی۔

نواب۔ نہین وہ اور ہین ان کو آپ پہچانتے نہین۔ کل ہی تو تعارف ہوا۔ بھکاری انھون نے اپنا نام مزاحاً بتلایا۔

ظریف۔ (حشمت سے) کیون میان کیا صحیح ہے ؟

حشمت۔ ہے تو یہی مگر بندے کو آپ سے نیاز حاصل کرنا تھا۔ اور آپ کی پیاری پیاری باتین سننا۔ اور آپ کو چھیڑ کر گالیان کھانا اسلیے بندے نے اپنا نام بدلدیا۔

ظریف۔ اے ماشا اللہ۔ کیا آپ نے مجھے رنڈی بنایا۔ یا کوئی بھڑوا۔

حشمت۔ اے توبہ۔ آپ میرے بزرگ قبلہ و کعبہ سرتاج۔

ظریف۔ زندہ باش (نواب کی طرف دیکھکر) دیروز این مردک را چھوکرا سے بابا سے خویش فہمیدہ بودیم۔ بدین وقت معلوم شد کہ خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم۔

نواب۔ اور حاضرین نے ایسی انوکھی فارسی پر فرمایشی قہقہہ لگایا۔

استنے مین آواز آئی۔ چھم چھم چھم چھم ۔

ظریف ۔ کیا یہ مبارک صورتین اور نیک قدم موجود ہین ۔

لالہ ۔ صرف آپکی خاطر سے ۔ ورنہ موقع ہی کیا تھا ۔

ظریف ۔ عمرت دراز گردد ۔ مگر لالہ جی ۔ یہ رنڈیان یہان کی ہین ۔ یا ہندوستان کی طرف کی ۔

نواب ۔ آپ نہین دیکھتے کہ ایک ہی رنڈی ہے یہ دلیل ہے ہندوستان کا طائفہ ہونے کی ۔

ظریف ۔ واللہ میان ۔ غلام کا اکٹھا ہی ہے ہمارے حیدرآباد کو اللہ آباد رکھے ۔ یہان کا جگھٹا پریون کا ایسا بھلا معلوم ہوتا ہے کہ باید و شاید

لالہ ۔ نے اُس رنڈی کو پہلے ہی سے اشارہ کر دیا تھا کہ تہذیب سے ذرا بڑے میان کی خبر لینا ۔ اور نوک جھونک ہوتی رہے ۔

رنڈی ۔ (ظریف سے) باندی سلام عرض کرتی ہے ۔ (ظریف نے) اُٹھکر سلام لیا ۔ اور نواب کی طرف مخاطب ہو کر کہا ۔ میان

این مہ پارہ بر بایدولت ز یکجہید ن معلوم میشود

لالہ ۔ (ظریف سے) سبحان اللہ آپکی فارسی خاص اہل شیراز کی

سی معلوم ہوتی ہے۔

ظریف - (اکڑ کر) کیون نہین - از خاک شیراز ما بدولت ہستیم

حشمت - سعدی شیرازی از خویش و اقارب جناب شما بودہ باشد

نواب - اور سب لوگ بہت ہی ہنسے - نواب نے حشمت سے انگریزی مین کہا کہ بھئی جواب بھی ترکی بہ ترکی اور اُسی شان کا تھا -

ظریف - (حشمت کی طرف دیکھہ کر) غلط گفتی کہ سعدی از خویش ما بدولت می بودند بلکہ از یک وطنان بودند -

اس فقرہ پر تو سب نے فرمایشی قہقہہ لگایا

میان نصیر - نواب کے فرزند ارجمند نے دیکھا کہ محفل خاص ہے اور میرا اس محفل مین شریک ہونا ہر طرح سے نازیبا ہے ایک تو یہ کہ والد بزرگوار کو تکلف ہوگا - اور ادھر مجھے بھی پاس ادب کی وجہ سے تکلیف ہوگی - اسلیے آہستہ سے لالہ صاحب کے کان مین کہا کہ مجھے رخصت کر دیجیے - پھر کسی وقت اسکا معاوضہ ہو جاویگا - لالہ جی نے بھی مصلحت وقت سمجھ کر - میان نصیر کو

اجازت دی - میاں نصیر اپنے والد سے اجازت حاصل کر کے مکان واپس چلے گئے -

ظریف - (رنڈی کی طرف مخاطب ہوکر) کیوں بی تمہارا نام کیا ہے

رنڈی - جی باندی کو نواسی جان کہتے ہین - مگر حضور کا اسم شریف

ظریف - آپ کے شوہر خان -

رنڈی - واہ حضور کیا کہنا - آپ ہی کے لیے خاص بندی پیدا ہوئی ہے -

حشمت - (ظریف سے) نانا - رنڈی نے جو آپ کا نام دریافت کیا - اسکا جواب آپ نے ٹھیک نہ دیا - نواسی جان کے اعتبار سے نانا جان آپ اپنا اگر نام بتلاتے تو موزون ہوتا -

سب نے اس فقرے پر قہقہہ لگایا -

ظریف - واہ - نانا جان کی ایک ہی کہی - کیا ما بدولت بوڑھے ہین (نواب کی طرف مخاطب ہوکر) - این مردان را چہ بیماری شدہ باشد کہ ما بدولت را ہمہ بڈھا می دانند

نواب - نہین نانا - آپ جوان ہین -

لالہ - جی نہین - پیر نابالغ -

ظریف - خبردار ایسی بات پھر نہ کہنا -

لالہ - توبہ توبہ - پھر نہ کہونگا -

ظریف - (خوش ہوکر) اینہا ہمہ از من می ڈرند -

حشمت - یہ می ڈرند کے معنی کیا ہین -

ظریف - ڈرتے ہین - ڈریدن مصدر ہے

رنڈی - (ظریف سے) اگر حکم ہو تو اب بچنید سے (بچیدن) شروع ہوجاے اور ویسے ہی گانے کا مصدر - نواب تو بے اختیار ہنس دیئے -

حشمت - (نواب سے) واللہ کیا خوب فقرہ کہا -

ظریف - اُنفہ - یہ بھی کوئی فقرہ ہے -

رام بھٹ نجومی نے دیکھا کہ اس وقت میان ظریف کو بنانے کا موقع ہے - ہاتھ جوڑ کر کہا - میانجی آج تو آپ ہار گئے -

ظریف - (گھُرک کر) دھت تیرے گاودی کی لگاؤن بچہ ایک سروہی - یہ کہہ کر تلوار کو جو تولا بس رام بھٹ چونک کر چار قدم

پیچھے ہٹ گیا۔

ظریف ۔ ہٹ تیرے گیدی کی ۔ چپ نہین رہتا ۔ ڈرتا بھی ہے ڈرپوک کہین کا ۔

نجومی ۔ گریب برہمن کو بار بار ڈرانا اچھا نہین ۔

ظریف ۔ ہون پھر وہی کہا ۔ یہ کہکر اب تو جھپٹے ۔ لالہ نے جو دامن پکڑکر کھینچا ۔ ون سے اوندھے منہ ۔ جل جلالہ ۔ بارے گھٹنون کے بل گرے ۔

رنڈی ۔ واللہ بڈہا کیا ہے بچہ ہے کہ ابھی گھٹنون کے بل اٹھتا بھی ہے ۔ اور گرتا بھی ہے ۔

ظریف ۔ (جھینپ کر) ۔ اے لو ۔ اب تو رنگ لائی گلہری ۔

رنڈی ۔ آداب عرض ۔ یہ چوچلا بھی آپ کا نرالا ہے ۔

نواب نے رنڈی سے فرمایش کی کہ اب گانا شروع ہو ۔

سب کے سب گانے کی طرف متوجہ ہوے ۔

ظریف ۔ (احباب کی طرف مخاطب ہوکر) دیکھو ہمصفیرو بلبل کی ترانہ سنجی سنو ۔

حشمت - بہت خوب کیا کہنا -

ظریف - (اکڑکر) واقعی رنڈی محفل مین کیا آئی دل مین بہار آئی -
رنڈی نے یہ غزل گانا شروع کی -

یہ اک تیرا جلوہ صنم چار سو ہی
نظر جس طرف کیجیے تو ہی تو ہے

یہ کس مست کے آنے کی آرزو ہے
کہ دستِ دعا آج دستِ سبو ہے

گلستان مین جا کر ہر اک گل کو دیکھا
نہ تیری سی رنگت نہ تیری سی بو ہے

مری اس اسیری کے صدقے رہائی
ترا حلقۂ زلف طوقِ گلو ہے

نہ ہوگا کوئی مجھ سا محوِ تصور
جسے دیکھتا ہون سمجھتا ہون تو ہے

کبھی رخ کی باتین کبھی گیسوون کی
سحر سے یہی شام تک گفتگو ہے

ملا دے لبِ جام کو لب سے ساقی

چمن سے ہوا سرو سے آبجو سے

نہیں ہے سوا تیرے کچھ مطلبِ دل

تمنا تری ہے تری آرزو ہے

میاں ظریف - ہر ایک شعر پر داد دیتے تھے - اور حاضرینِ مجلس بھی بے پیے مست ہو گئے - نواب کو اس شعر پر کیفیت ہوئی - آنکھیں پیمانۂ بادۂ محبت بن گئیں -

مری اس اسیری کے صدقے رہائی

ترا حلقۂ زلف طوقِ گلو ہے

ظریف - واللہ بیشک رونے کا شعر ہے - مگر آواز بھی کیا پیاری پائی ہے - واللہ گلا کیا ہے بانسری ہے -

نجومی - واہ میاں جی - پھر وہی بات کہی نا -

ظریف - (نواب سے) سُنی میاں اس بھکوے کی بات میں نے تعریف کی اُس کے گلے کی اور یہ گا دی اپنی طرف منسوب کرتا ہے دیکھیے چور کی ڈاڑھی میں تنکا -

لالہ۔ یہ ہے کیا بات کچھ بھید کھلتا نہیں ۔

ظریف ۔ میاں یہ پردے پردے کی چھیڑ ہے آپ اس قانون کو نہیں جانتے اور نہ آپ نے اس دائرے میں کبھی قدم رکھا۔ یہ خداساز باتیں ہم جانیں یا۔ یہ مان بھاؤ برہمن سادہ لوح

نواب ۔ نانا! جانے بھی دو بیچارے کو کیوں ستاتے ہو۔

ظریف ۔ آئیں میاں آپ ہی غور کیجیے میں نے اس کا نام بھی لیا تھا۔

نواب ۔ (نجومی سے) واقعی یہ غلطی تم سے ہوئی۔ کہ تم نے چھیڑا

نجومی ۔ (توبہ کرکے) کھتا (خطا) ہوئی مگر میاں جی چپ نہ رہینگے

ظریف ہشت کیا بکواس لگائی۔ چپ دا الله دھرہی دون۔

نجومی ۔ تاجرت (حضرت) جانے دو۔ ماپ (معاف) کرو

ظریف ۔ ہاں بچا۔ یوں راستی پر آؤ ورنہ بالشری زمین پر دے ماروں گا۔

نواب ۔ (نجومی سے) پنڈت عجب دیوانے ہو۔ خواہ مخواہ سرود بمستان یاد دہانیدن کا مصداق ہو رہے ہو۔

ظریف۔ (نواب سے) کیون میان سچ کہو اس کی ادا بھی کیا پیاری ادا ہے۔ ہر ادا جانستان ہے۔

جس گت پر وہ ناچی بخدا جی لوٹ گیا۔ واہ ری خوشخرامی چال کیا تھی بھوسچال تھی اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ اٹکھیلیان کر کے دل لبھا رہی ہے۔

حشمت۔ اور لالہ واقعی ہم بھی داد دیتے ہین بیشک رونا گانا کسکو نہین آتا۔ مگر یہ ٹھاٹھ ہی نیا ہے۔

اتنے مین شام کے سات بجے اور نواب اپنے میزبان سے رخصت ہو کر مع ظریف الدولہ روانہ ہوے۔ جاتے وقت لالہ اور حشمت سے کہدیا کہ کل برج کی دعوت ہے۔ ضرور آئیے گا۔

برج کی دعوت

ساڑھے پانچ بجے ہین مارچ کا مہینا ہے۔ گرمی کا تسلط اچھی طرح سے ہوگیا ہے۔ دھوپ مین سے دو آتشہ کی تیزی ہے ہوا کا نام نہین۔ حبس سے طوطیِ روح قفسِ عنصری مین بیتاب ہو کر

تفریح کا متلاشی ہے۔ ٹھنڈے ٹھنڈے ہوا کے جھونکون کے لیے جی ایسا للچا رہا ہے جسطرح تشنہ لب پانی کے واسطے۔ یا رندان سے آشام وسکی سوڈے کے لیے یا آتش ہجران سے پھکا ہوا دل آب وصل کے لیے یا ماہی بے آب دریا کے واسطے بیتاب ہوتی ہے۔

آفتاب تین پہر تک آسمان کا دورہ نہایت سرگرمی سے کر کے خلوت کدۂ مغرب مین سستانے کے لیے جا رہا ہے۔ اس کے چہرے کی زردی بتاتی ہے کہ کسی کے تجسس مین اُسنے سارے آسمان کا چکر لگایا لیکن اُس کا پتہ نہ لگنا تھا لگا اور کچھ نہ معلوم ہوا کہ وہ اس سے علٰحدہ ہے یا اسی کے نور مین اُسکا جلوہ پرتوفگن ہوکر اس کے فروغ کا موجب ہوتا ہے۔ اب اسکی کرنون نے تھک کر نیچی نگاہین کر لی ہین۔ لیکن جوش عشق اور ذوق تجسس پھر انکو ہمت دلاتے ہین تو یہ کبھی مکانون کی چھتون پر چڑھ جاتی ہین اور کبھی روے زمین پر کسی کے خیر مقدم کے تصور مین دیدہ و دل فرش راہ کر کے بے اختیار

لوٹنے لگتی ہین۔ اور متمنی ہین کہ کسی کے قدمون سے پامال
ہون۔ سایہ جو اسکے ساتھ لگا ہوا ہے بے اختیار ہوکر دست شوق
پھیلاتا ہے مگر سرمست آتشین رخسار کی کج ادا کی کچھ ایسی
ہے کہ سایہ پلٹ کربھی نہین دیکھتا کہ کون اسکا طالب ہے۔ باغ
کی سبزے پر یہ شعاعین تخت زمردین پر سنہری میناکاری کا کام
دے رہی ہین۔ ایسے وقت مین ہمارے نواب فیضمآب نے
پائین باغ مین برج یعنی تاش کھیلنے کا سامان مہیا کرنے
کے لیے حکم دیا۔ خانساماں نے شمال کی جانب کے سایہ دار
درختون کے نیچے۔ کرسیان بچھا دین۔ اور تاش کھیلنے کی
میزین جا بجا رکھدی گئین۔ تپائیان پہلو مین اور تاش
میز پر جلوہ افروز ہین۔ چار طرف پانی کا چھڑکاؤ ہوا ہے۔ مگر
زمین کے بخارات کسی کی آہ کا دھوان بن بن کر نکل رہے
ہین بلبل اور دوسرے طیور گرمی کے باعث درختون کی ٹہنیون
پر منہ کھولے ہوے ہانپ رہے ہین۔ زرد پتے درختونکے
جو اپنی عمر بہار کو پورا کرکے خزان رسیدہ ہوچکے ہین۔ کہین

کہین اپنے ساتھیون کو الوداع کہکر زمین کا رُخ کر رہے ہین

اتنے مین نواب کے احباب کی آمد شروع ہوئی۔ پہلے لالہ جی

آئے۔ خانساماں نے اس مقام پر لاکر بٹھا دیا۔ بعدہ نواب برآمد

ہوئے اور اپنے دوست سے تپاک سے ملے الغرض تھوڑے

عرصے مین حشمت۔ رفیق۔ محمود۔ نصراللہ۔ رائے صاحب۔

احمد۔ رابرٹ۔ قلندر۔ رام بھٹ۔ ظریف الدولہ بہادر دام ظرافتہ

سب کے سب آموجود ہوے۔ ہر ایک مہمان سے نواب نے

بہت ہی خلوص سے ہاتھ ملایا۔

رابرٹ نے آتے ہی جھپٹ کر ظریف الدولہ کو گود مین اٹھا لیا

اور لالہ سے انگریزی مین کہا کہ مین اسکو گیند کی طرح اُچھالتا ہون

تم لوگ سنبھال لینا۔ محمود اور لالہ۔ دونون مستعد ہوگئے اور

رابرٹ نے اُن کو قریب سے اُچھالا دونون نے نہایت

پھرتی سے گود مین لے لیا۔ مگر محمود۔ جھونک کھا گیا۔ اور چونکہ

ظریف الدولہ کا سر محمود کے ہاتھ مین تھا چھوٹ کر زمین

پر لگا۔

ظریف نے وہ چیخین لگائین۔ دہائی دہائی نواب کی دیکھو
خدا کی قسم رسول کی قسم عیسیٰ موسیٰ کی قسم۔ ارے میان اد رابرٹ
خدا کے واسطے چھوڑدے۔ مگر کون سنتا ہے۔ سب بے تحاشا
ہنس رہے ہین الغرض لالہ نے انکو آہستہ سے زمین پر رکھدیا۔
بس ہانپتے ہوے۔ اور زبان سے کہتے ہوے۔ لاحول ولاقوۃ
مین باز آیا۔ اس انگریز بچے کی دوستی سے۔ یہ تو دشمن جان ہے
مجھے معلوم نہ تھا۔ کہ مار آستین ہے۔ بخدا ان کے لیے
تو سردہی ہے اور مین ہون۔ کھڑے ہوگئے۔

الغرض سب نے انکے حرکات پہ قہقہہ لگایا۔

ان مین محمود۔ احمد اور۔ نصراللہ۔ یہ تینون میان نصیر فرزند
ارجمند نواب فیضمآب کے دوست اور یار غار ہین۔ مگر برج
کھیلنے مین طاق اور یگانۂ روزگار ہین۔ اس لیے مدعو کیے
گئے ہین۔ الغرض اب دو پارٹیان ہوگئین۔

ایک میز پر نواب۔ لالہ۔ رابرٹ۔ محمود۔ بیٹھ گئے۔
دوسری میز پہ راے صاحب حشمت۔ احمد۔ نصراللہ۔ جم گئے

نواب کی طرف خوش گپیون کے لیے - ظریف اور برہمن ہوے
اور دوسری طرف قلندر - اور مشتاق - یہ منصب وار صاحب
کے رفیق ہین اور وکیل بھی جن کا ذکر چڑھاوے کے معاملے
مین آچکا ہے - کھیل شروع ہوا -

نواب - کیون نانا - رابرٹ صاحب نے کیا ستم کیا تھا -

ظریف - لاحول ولاقوۃ - یہ کوئی ہنسی یا مذاق تھا - واللہ گیند
کی طرح جب اُنھون نے اُچھالا - بس دنیا آنکھون مین تیرہ و تار
ہو گئی سمجھا کہ بس سو برس آج پورے ہوئے -

نجومی - اپنی کرسی ظریف سے دُور ہٹا کر بہت اچھا ہوتا -

ظریف - اُجھپٹ کر ہات تیرے نامعقول خرِ بے دم کی -
دشمنون کا توڑنا چاہتا ہے -

نجومی - ابا - بابا - دیکھو یہ کتے کی طرح جھپٹنا کام کا نہین -

ظریف - دُہت تیرے کتے کی بے ایمان - بُل ڈاگ کا سالا -
جانبین کی اس گفتگو پر ایک فرمائشی قہقہہ ہوا -

نواب - نانا - ایک دو بازیان تو چین سے کھیل لینے دو -

محمود - یہ بڈھا کبھی چپ نہ رہے گا بے چابی کے گراما فون چلتا رہتا ہے -

ظریف - اُف - ہمکو نسبت بھی دی تو کس بے جان چیز سے دی - بلبلِ ہزار داستان نہ کہا -

محمود - اللہ کا نام لو - بلبل کی شان بہت بڑی ہے - خیر چلو ہونے دو گفتگو -

رابرٹ - (ظریف کی طرف دیکھ کر) دیکھو بڈھاؤ اگر بیچ میں ٹوکا تو بس کرسی سے مارتا ہوں -

ظریف - تم سے دُور رہوں - میرے نزدیک پہونچنے تک اس جیسے نجومی کو بیکر کر دونگا -

نجومی - واہ جی - میں سستا ملگیا تھکو -

ظریف (گھُرک کر) ہوں - انجر پنجر ڈھیلے کر دونگا -

نجومی - تم گھور کے مت دیکھو جی - میرے پران دیاکل ہوتے ہیں -

ظریف - ہشت کیا لگایا - پران وران ہماری زبان میں کہہ

(نواب کی طرف دیکھ کر) آج اس گیدی کا کیا کام تھا۔ اس کا اس

مجمع مین شریک رہنا بالکل اسکے مصداق ہے۔

زاغے با طوطی در قفس کردند۔

نواب ۔ صرف آپکے دل لگی کے لیے بلوایا

ظریف ۔ پھر تو یہ میرا کھلونا ہے۔ کیا بجواؤن بانسری۔

رابرٹ ۔ اور (محمود) کیا یہ برہمن بانسری اچھی بجاتا ہے۔ ہم

بھی سنینگا۔

نواب ۔ ہنس دیے

ظریف ۔ ہان رابرٹ صاحب بانسری خوب بجاتا ہے۔

نجومی ۔ (شرماکر) دیکھوجی نانا ایسا کہوگے تو ہم بس تم سے ناراج

(ناراض) ہوجائین گے۔

ظریف ۔ ابے چل دھتیارے۔ تیری ناراضی کیا چیز ہے۔

پڑیا مین باندہ کر چھپر پر رکھدے۔

محمود ۔ ٹھہرو نانا۔ اسوقت ہماری بازی ہار پر ہے۔ بکواس بند کرو

ظریف ۔ (نواب کی طرف دیکھ کر) کیا آپ جیت مین ہین۔

نواب ۔ جی نہیں ۔ مین اور محمود دونون ایک طرف ہین ۔

ظریف ۔ سبحان اللہ ۔ بہرحال سرتاج ہو ۔ تمھین جیتو گے ۔

محمود ۔ انگریزی برج مین مغلئی گنجفے کے ضلع جگت کی سند نہین ۔

نواب ۔ ہم نہ مانین گے ۔ بیچارے نانا نے کبھی یہ کھیل کھیلا ہی نہین پھر کیون مجبور کرتے ہو کہ انگریزی گنجفے کا ضلع جگت بولین ۔

ظریف ۔ قربانت شوم ۔ محمود ۔ طفلکم کم سمجھ ہستہ باشد ۔

محمود ۔ تف ہے ایسی فارسی پر ۔

رابرٹ ۔ (ہنسکر ظریف سے) شما فارسی نہ خیلے خوب گفتی ۔

ظریف ۔ (نواب سے) کیون میان یہ تو فارسی خوب می گوید ۔

نواب ۔ ہان نانا خوب بولتے ہین ۔

محمود ۔ اچھا چلو نانا ۔ ضلع جگت ہونے دو ۔ مگر پونجی ختم تو نہ ہو جاے گی ۔

ظریف ۔ ہون ۔ پونجی ختم ہونے کی ایک ہی کہی ۔ خدا نے آج تک کسی کا محتاج نہین کیا ۔

محمود - واہ نانا - محتاج کا لفظ خوب کہا -

نواب - واقعی خوب کہا -

ظریف - اجی میاں - ہمارے روبرو کیا کوئی بات کرسکیگا جو سنے وہ خطِ غلامی لکھدے -

رام بھٹ - لیسے تم کون سے سورما ہو -

ظریف - معلوم نہیں کہ ہم شمشیر زن ہیں -

رام بھٹ - بس دیکھ لی شمشیر زنی -

ظریف - (نواب سے) میاں یہ بھی کیسا گندۂ نا تراش ہے -

نواب - یہ تراش بھی نئی تراش ہے -

ظریف - جی ہاں ایسا ہی ہے - بندہ یکتائے روزگار ہے - اگر حکم ہو (پنڈت کی طرف اشارہ کرکے) اسکی چنگ اڑادوں -

نواب - (محمود سے) کیوں بھئی محمود - آج کل میاں نصیر کس شغل میں رہتے ہیں -

محمود - آج کل اخبار بینی اور شکسپیر - اور ملٹن فلیچر کے تصنیفات کا مطالعہ رہتا ہے -

رابرٹ۔ ہاں۔ مین بھی جس روز گیا تھا اُن کی مینر سیکرٹری کہتا ہین باتین ہے۔ اب اس لڑکی کی استعداد بہت بڑھ گئی ہے خدا رکھے وہ تصیر نہین ہے۔ جو دس برس پہلے تھا۔ اب تو خاصہ جنٹلمین ہے

ظریف۔ اُنہہ یہہ جنٹلمین کیا ہے۔ کوئی تعریف ہے۔

محمود۔ نہین نہین۔ مذمت ہے عجیب بڈھا ہے بھئی۔

ظریف۔ پھر وہی بات۔ ارے نہ سمجھ مین آسکے تو سمجھانا چاہیے کہ اُلٹا جھپانا دوسرون کو۔

نواب۔ ہان نانا۔ جنٹلمین شریف کو کہتے ہین۔

ظریف۔ ہان رابرٹ صاحب نے سچ کہا۔ بیشک ان کے شریف اور نجیب ہونے مین کیا شک ہے ہر کہ شک آرد کافر گردد۔

محمود۔ اب اس جملہ کا کیا موقع تھا

نجومی۔ اپنی شیخی۔

ظریف۔ دیکھ کر ہونہہ پھر بات کی تو نے۔

نجومی - رام رام کہیے تو پھر سے دفشم ہے سمجھ [illegible] یان کا -

ظریف - چُپ چپکیا تڑاتا ہے -

نواب - (محمود سے) بھلا یہ تو کہو کہ اُن کی تلاشِ مضامین اور ہمارے شعرا کی تلاشِ مضامین مین کیا فرق ہے -

محمود - واللہ ہمارے شعرا کسی طرح اُن سے گھٹ کر نہین ہین

نواب - کیون - مین قایل نہین - یہ سادگی ہمارے شاعرون مین نہین آتی -

محمود - معاف فرمائیے بندہ اس کا قایل نہین اسلیے کہ شاعری کے لیے تین چیزون کی ضرورت ہے - وہی نظم مطبوعِ طبع اور دلچسپ ہوگی - جس مین یہ صفات ثلاثہ ہون -

(۱) سادگی (۲) نازک خیالی (۳) اثر

مِلٹن کا یہ قول ہے کہ جب تک شعر مین یہ اوصافِ ثلاثہ جمع نہ ہون وہ شعر دلپذیر اور مقبول نہین ہوسکتا -

لیکن ہماری شاعری مین اس قسم کا اجتماع قدرتی طور پر ایسا ہوگیا ہے کہ سبحان اللہ -

چنانچہ مین مقابلے کے لیے چند مثالین دیتا ہون۔

نواب صاحب - فرمایئے۔

آرٹسٹ - محمود - تم باتون باتون مین کونسا پتا چلدیے۔

محمود - لاحول ولا - واقعی چوک ہوئی - رنگ کا دینا چاہیے تھا

بدرنگ پھینک دیا۔

ظریف - اجی میان سنبھلکر کھیلو۔

محمود - اچھا نا - (پھر متوجہ ہوتے نواب کی طرف)

جناب من شکسپیر نے صبح کا سین جو زبان قلم سے نور کے

حرفون مین بیان کیا ہے وہ یہ ہے۔

To hear the gentle lark weary of rest
From his moist cabinet mounts up on high,
And wakes the morning from whose silver breast

The sun ariseth in his majesty;
Who doth the world so
gloriously behold.
The cedar tops and hills seem
burnished gold.

اسکا ترجمہ یہ ہے۔
اب نازک اندام لوا کا فی آرام کے بعد اپنے آشیانے سے
نکلکر آسمان پر پرواز کرتا ہے۔ سپیدۂ صبح پھیلنا شروع ہوا ہے اور
آفتاب باشوکت و عظمت طلوع ہوکر دنیا پر پُرفیض نگاہ ڈالتا
ہے کہ درختوں کی چوٹیاں اور پہاڑیاں طلائے احمر کی بنی ہوئی معلوم
ہوتی ہیں۔

ظریف ۔ سبحان اللہ کیا پیاری صبح ہے۔

نجومی ۔ اہاہا ۔ ست ہے۔ جی گھس (خوش) ہوگیا۔

ظریف ۔ ابے چپ ۔ گدھے کو زعفران کی کیا قدر ۔ جی گھس
ہوا کہتا ہے۔ ہات تیری گھس کی ۔ ایک حرف (ھ) حذف ہوجائے
تو پھر جی اچھا گھس ہوجائیگا

نواب ۔ (ہنسکر) نانا۔ تم اسکی مٹی پلید کرتے ہو۔ چپارے کی۔

نجومی ۔ میرے لئے بارھوان چندرمان ہے ۔

ظریف ۔ کیا بولا پھر بول۔

محمود ۔ (نواب سے) آپ اور سماعت فرمایئے ۔

ملٹن ۔ صبح کو یون روشن کرتا ہے۔

The sun whosesace up risen,
With wheels yet hovering over
the ocean brim,
Shot parall to the earth
his demy ray
Dis covering in wide lands
cape all the east af paradise
on Eden's happy plains.

ترجمہ

آفتاب جو ابھی پورا طلوع نہین ہوا ۔ اور جسکا ایک حصہ ابھی چشم مردم

سے جہان ہے اپنی شاداب کرنین سطحِ ارض کے متوازی پھیلاتا ہے اور عدن کے دلکش اور خوش سواد میدانون اور فردوس کے مشرقی منظرون کو نورانی بنا دیتا ہے ''

نواب - محمود - واللہ اس نے بھی خوب لکھا -

رابرٹ - شکسپیر پڑھا ہوا ہے -

محمود - دیکھیے ہمارے ایک شاعر جادو بیان نے چند سحر بھرے ہوے بند صبح کے وصف مین جو لکھے ہین سُناتا ہون - واللہ انکی سادگی اور نازک خیالی - اور تاثیر ان تینون اوصاف مین یہ ڈوبے ہوے ہین -

پھولا شفق سے چرخ پہ جب لالہ زارِ صبح ۔۔۔ گلزارِ شب خزان ہوا آئی بہارِ صبح
کرنے لگا فلک زرِ انجم نثارِ صبح ۔۔۔ سرگرم ذکرِ حق ہوئی طاعت گزارِ صبح
تھا چرخِ اخضری پہ یہ رنگ آفتاب کا ۔۔۔ کھلتا ہے جیسے پھول چمن مین گلاب کا
چلنا وہ بادِ صبح کے جھونکون کا دمبدم ۔۔۔ مرغانِ باغ کی وہ خوش الحانیان بہم
وہ آب و تابِ نہر وہ موجون کا پیچ و خم ۔۔۔ سردی ہوا مین پر نہ زیادہ بہت نہ کم
کھا کھا کے اوس اور بھی سبزہ ہرا ہوا ۔۔۔ تھا موتیون سے دامنِ صحرا بھرا ہوا

غرض اور بھی اسکے بند ہین - جو اس وقت یاد نہین - بتایئے ہمارے الہامی شعرا کی سحر طرازی کیا ان سے کم ہے ۔

نواب - محمود! تمہاری کایا پلٹ ہو گئی - ابتدا مین جب تم ولایت سے آئے تھے تو تمہارے کیا خیالات تھے اور اب کیا ہین -

محمود - جی ہان واقعی مین یہان کی شاعری کو لچر اور پوچ سمجھتا تھا مگر یہ میری حماقت تھی اب مین خود کچھ کہنے لگا ہون - اور اس بزم مین داخل ہوا ہون دیکھتا ہون کہ جو بزم آرائیان ہمارے یہان ہوتی ہین - خدا جھوٹ نہ بلوائے وہ ان کو نصیب نہین ہو سکتین - غالباً رابرٹ صاحب کو ضرور میری اس تقریر سے رنج ہوگا مگر سچ یہی ہے جو مین کہتا ہون -

لیکن یار - دو بازیان ان باتون مین ہارین ایک بازی جیتی -

رابرٹ - مین نہ شاعر ہون نہ مجھے اس سے دلچسپی ہے مین ایک فوجی آدمی ہون -

اب رہی بازی - تم اور نواب جو بازی ہارے بہت اچھا ہوا کہ روپئے میری پاکٹ مین آگئے -

نجومی - برہمن کو دکھشنا ملجائے -

ظریف - ہات تیرے گیدی برہمن کی یارون کی جیب مین یہ روپیہ جائین گے - کہ تیری دھتیا مین

رابرٹ - نہ کسی کی دھتیا مین نہ پاجامے مین صاحب بہادر کے پتلون کی جیبون مین -

نجومی - کیا پتلون (پتلون) مین جیب بھی ہوتی ہے -

ظریف - ہاتھ بڑہا کر دیکھ کیون نہین لیتا -

اس فقرے پر تو رابرٹ بھی ہنس دیے - شب کے ۷ بجے یہ مجلس برخاست ہوئی نواب نے اپنی ہار کے جسقدر روپے ہوتے تھے - رابرٹ اور لالہ کو دیے دوسری پارٹی کے لوگ ہارجیت مین دونون برابر رہے -

ظریف - واہ ہم خالی خولی رہے واللہ اب تو سوخت ہوگئی - اس کم بخت گیدی برہمن کے پہلو مین بیٹھنے سے چھکے نیچے ہوئے

نواب - برہمن سے وصول کیجیے

ظریف - اونہہ - نادار سے کیا وصول ہوگا -

نواب نے دس روپے ظریف صاحب کو دیے۔ اور پانچ روپے نجومی کو۔

ظریف نے جو نجومی کے روپیوں پہ ہاتھ مارا سب زمین پر گر رے۔ مگر یہ برہمن کی ذات بقول کسی کے چمڑی جاے دمڑی نہ جائے کب چھوڑتا ہے روپیوں پر اوندہا گر پڑا اور سمیٹنے لگا۔

ظریف۔ ارے ظالم پکّا جن ہے رے تو۔

نجومی۔ جلدی جلدی روپے سمیٹ کر۔ تم کہیں (خبیث) ہو

ظریف۔ ارے دھت تیرا منہ کالا ہو۔ کمبخت شریفوں کو خبیث سے نسبت دیتا ہے۔

نواب۔ اور حاضرین نے کہا کہ نانا خدا خوش رکھے تمکو۔ واللہ بہت ہنسایا تم نے۔

اے وقتِ تو خوش کہ وقت ما خوش کردی

جلسہ برخاست۔

—— ۱۰۱ ——

مژدہ ایدل کہ دگر بادِ صبا باز آمد
ہدہدِ خوش خبر از ملک سبا باز آمد

جلوۂ صبح کو اپنا دلفریب تماشا دکھاے ہوئے عرصہ ہوا اب خورشید
عالمتاب اپنے بستر مشرق سے اُٹھکر۔
جعل اللیل لباساً کی چادر رخ زیبا سے الٹ کر اور جعل النہار
معاشاً کا تاج سر پر رکھہ کر اُٹھہ بیٹھا ہے اور اپنی مستانہ للچائی
ہوئی نظر سے عالم کی نیرنگیون کا تماشا دیکھہ رہا ہے اور اپنا حسن
دلفریب دیدار طلبون کو جو رب ارنی کی صداے عاشقانہ سے
بیتاب ہوکر سراپا محو حیرت بنے ہوے ہین۔ بمصداق
خود تماشا و خود تماشائی
دکھا کر آئنہ بنا رہا ہے۔ ابر کے لکّے اُسکے دونون بازوٗن پر ایسے
معلوم ہوتے ہین جسطرح کوئی ناظورہ حور جمال اپنے چہرہ پر سے
رات کی بکھری ہوئی زلفون کو ہٹا کر علحدہ کرتا ہے۔ ذرّہ ہاے
مہر جنکے تعلقات آفتاب کے ساتھ الجزؤ فی الکل کا حکم رکھتے ہین

اور ذرات پُر نور آفتاب جہانتاب مین منہمک اور جز و لاینفک
ہین اور جو اس وقت تک برقع لیلائے شب کے دامن مین
آرام پا رہے تھے - اب کروٹین بدل بدل کر اپنے مرکز اصلی
کی طرف چمک چمک کر دوڑ رہے ہین - جس سے معلوم ہوتا ہے
کہ مخبران شب آفتاب کو خبرین دینے کے لیے قاصدون کا
جامہ پہنکر ہمہ تن مصروف بکار ہین اور آفتاب کی کرنین قوت
جاذبہ سے اپنی طرف کھینچکر آفتاب تک رسائی ہونے مین مدد
دے رہی ہین -

سلطان خاور اب بآب و تاب نور کا جامہ پہنکر دربار عام شرق
مین جلوہ افروز ہوا ہے اور اپنے جلوے کو حکم دے رہا ہے کہ
اشراقیون کے دلون کے کواڑون سے گزر کر تمام عالم مین پھیلتا
جائے اب یہ نور دھوپ کی گرمی لیے ہوے تیزی کے ساتھ
درجہ بدرجہ ترقی کر رہا ہے - جسقدر عالم مین شعلہ رو ہین وہ اس سے
مستفیض ہو رہے ہین - اور شب کے جاگے ہوئے مست
شراب کی آنکھون کے سرخ ڈورے جو نشۂ بادہ کشت کنندہ

مخفیاً کے ساغر سے مخمور ہین رندان سے آشام کے لیے شراب دو آتشہ کا لطف دے رہے ہین - یہ شعاعین پھیل پھیل کر تمام عالم پر مسلط ہو تی جاتی ہین اور انھون نے پہاڑون کی چوٹیون پر سے گزرتے ہوئے اونچے اونچے مکانون کے کنگرون سے ہوتے ہوئے باغ کے سبزے کو نور کا فرش کر دیا ہے اس نیچرل سادگی کے فرشِ نور نے سبزہ زار پر ورقِ طلائی کا ملمع کیا ہے نہرون مین ان کرنون کا عکس ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے پکھراج حُسن کے دریا مین موجزن ہے - اب اس آفتاب کی کرنون کی گرم جوشی کی شوخیون نے سپہر آرا کے عارضِ خوبی تک پہنچکر اُسکو بیدار کر دیا جس کی وجہ سے یہ رشک خورشید جو تمام شب مست نازِ خوابِ راحت مین مسہری پر سوتی رہی چونک کر اُٹھ بیٹھی

سپہر آرا اوفوہ - صبح ہو گئی - دن نکل آیا - دھوپ سے میرے رخسار پر ایسا چرکا لگا جیسے - - - - -

مغلانی - باندی آداب عرض کرتی ہے -

سپہر آرا - (چونک کر) تم یہین ہو - مغلانی - شب مین گیارہ بجے

تک تو تم آئی نہ تھین - پھر کس وقت یہان آنا ہوا -

مغلانی - گیارہ بجے شب کے سرکاری ہرکارے نے مکان پر پہنچکر حکم دیا کہ بڑی بیگم صاحبہ نے سویرے ہوئے کے تڑکے حاضر ہونے کو کہا ہے - باندی ایسی گھبرائی کہ تلوون کے نیچے سے زمین نکل گئی اُس ہوے سے ہزار پوچھتی ہون کہ یہ تو بتلا کہ کہین سواری جانیوالی ہے یا کسی کام کے لیے بلوایا ہے مواایک کہتا ہے نہ دو - بس حکم پہونچاکر چلدیا تمام رات کس کو نیند آئی - پچھلی رات سے اُٹھکر یہان حاضر ہوئی ہون -

سپہر آرا کیون - ایسا کیا جلدی کا کام تھا کیا امان جان سے تم مل چکین -

مغلانی - حاضر ہوتے ہی بڑی بیگم صاحب سے ملی - خدا وہ دن لایا کہ باندی نے مُنہ مانگی مراد پائی - یہ کہکر چٹ چٹ بلائین لین -

سپہر آرا کا رنگ فرطِ مسرت سے گلابی ہونے لگا - لیکن بلحاظِ شرم کچھ اس کا جواب نہ دیا -

مغلانی ۔ بسم اللہ۔ صاحبزادی ۔ ہاتھ منہ دہو کر فارغ ہو جائیں تو باندی کو کچھ عرض کرنا ہے ۔

سپہرآرا بس بس رہنے دو۔ تمہین دل لگی سوجھتی ہے ۔

نوبہار حاضر ہوئی اور فراشی سلام کرکے کھلکھلا کر ہنس دی۔

سپہرآرا دیکھو نگوڑی کا حال یہ بے موقع ہنسی کیسی ۔

نوبہار ۔ قربان جاؤن ۔ بے موقع ہنسی نہین ہے باندی اس وقت مارے خوشی کے پھولون نہین سما رہی ہے ۔

مغلانی ۔ (نوبہار کی طرف دیکھہ کر) سُن نوبہار ابھی صاحبزادی نے مجھے جھڑک کر فرمایا کہ "تمھین تو دل لگی سوجھتی ہے"

نوبہار ۔ اُوئی ۔ خدانخواستہ ۔ دل لگی کی کونسی بات ہے ۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے ۔ جمعرات کے روز معلوم ہو جائے گا کہ دل لگی تھی ۔ یا سچ مچ ۔

سپہرآرا (مغلانی کی طرف دیکھہ کر) دیکھو مغلانی تم مجھے بتاؤ نہین کیا تم سے مین نے یہی پوچھا تھا ۔

مغلانی ۔ بیوی آپ پوچھین یا نہ پوچھین ۔ اور آپ کیون

پوچھنے لگی تھین۔ مگر مین اپنے دل کی مسرت کو کیا کرون۔

سپہر آرا۔ پڑیا مین باندہ کر رکھو۔ یہ کہکر حمام سے ہاربین۔ اور تھوڑے عرصے مین جب تبدیلِ لباس کے بعد باہر نکلین تو معلوم ہوا کہ دُلہن ہے جو خلوت سے نکلی ہے اللہ۔ اللہ۔ اُسکے حُسنِ دلفریب اور وضعداری کی جس قدر تعریف کیجائے کم ہے گویا نور کے سانچے مین ڈھلی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔

(نوبہار نے) چٹ چٹ بلائین لیکر کچھ دم کیا۔

سپہر آرا (نوبہار کو گھرک کر) خبردار پھر ایسی حرکت نہ کرنا کیا چھوٹی بچی ہون کہ مجھے نظر لگجائے گی۔ اے ہے ان عورتون کے دل سے وہم کبھی نہین جائیگا۔

مغلانی - (ادب سے) صاحبزادی۔ چای تو نوش فرمالین۔

نوبہار - (سپہر آرا سے) بیوی آپ چاہین باندی کو جس طرح منظور ہو سزا دین۔ مگر باندی کے دلی جوش کو آپ روک نہین سکتین۔ یہ کہہ کر جھٹ چای کی کشتی لاکر سامنے رکھدی۔

سپہر آرا نے خود بھی چای پی اور نوبہار اور مغلانی کو بھی چای نوشی

کا حکم دیا۔

ان دونون نے آداب بجا لاکر چاہی پی۔

سپہر آرا۔ نے گلوریان کھائین۔ اور آج خود اپنے ہاتھ سے گلوریان بنا کر مغلانی اور نوبہار کو عنایت فرمائین۔ یہ علامت سپہر آرا کی مسرتِ دلی اور اظہارِ عنایت کی ہے۔ دونون نے پھر آداب بجا لاکر گلوریان لین اور بیٹھ گئین۔

سپہر آرا (مغلانی سے) سچ کہو تمھین آج امّان جان نے کیون بلایا تھا۔

مغلانی ۔ مجھے اس لیے بلایا تھا کہ مین اپنے طور پر آپ سے یہ دریافت کرون کہ آپ شرعی عقد کو پسند کرتی ہین یا رسوم کے ساتھ بیاہا جانا منظور فرماتی ہین۔

سپہر آرا ۔ اوئی۔ یہ بھی باتین پوچھنے کی ہین۔ کیا دنیا مین دستور ایسا ہی ہوتا ہے کہ انیا ہی لڑکیون سے ایسی باتین پوچھین

مغلانی ۔ باندی نے جب ہی عرض کیا۔ کہ صاحبزادی ہرگز اس بارے مین اپنی رائے نہ دینگی بلکہ آزردہ ہو جائین گی۔

سپہر آرا۔ بہت خوب کیا۔ بعض وقت تو امان جان کچھ ایسی بھولی بھالی باتین کرتی ہین۔ کہ بس۔

نوبہار۔ (مغلانی سے) بھلا صاحب کا کیا خیال ہے۔ یعنی نواب فیضمآب کا خیال کیا ہے۔

مغلانی۔ بیگم صاحب تو کہتی تھین کہ نواب صاحب کا خیال صرف عقد شرعی کرنے کا ہے۔ مگر پھوپی جان اور بیگم صاحبہ کو اصرار ہے کہ رسم کے ساتھ شادی ہو۔

نوبہار۔ (مغلانی سے) تمہارا کیا خیال ہے۔

مغلانی۔ مین تو بیگم صاحب کے ساتھ ہون۔ چٹ منگنی پٹ بیاہ اس مین مزا ہی کیا آئے گا۔ معلوم بھی نہ ہوگا کہ شادی کیا ہے

جم جم۔ یہ تو مہینون خوشیان منانے کے دن ہین۔ پرانی باتین جو پرانے لوگون نے ایجاد کی تھین کچھ بری تو تھین ہی نہین سلسلہ دار شادی ہونے سے دلون کی امیدین پوری ہوتی ہین۔

نوبہار۔ (مغلانی سے) اونی سلسلہ وار شادی سے کیا دلون

کی امید پوری ہوگی۔ مقصود میانکو بیوی اور بیوی کو میاں کے
ملنے سے ہے۔

سپہر آرا۔ (مغلانی سے) کیون مغلانی اتنی جلدی اسکی میری
اُس بات کی خبر دیتی ہے۔ جو پہلے مین نے کسی روز تم سے کہی
تھی۔

مغلانی۔ ہان صاحب زادی آپ کا ارشاد درست ہے کچھ دال
مین کالا ابھی سے معلوم ہوتا ہے۔

نوبہار۔ خیر یون ہی سہی سب سے اول مجھے ہی حصہ دار بنا دو تو
ہرج کیا ہے۔ آخر مین جس طرح اپنی بیوی کی مالک ہون۔ ویسی ہی
خدا رکھے میان کی بھی مالک ہونگی۔

سپہر آرا۔ کیون مغلانی۔ اب تو صاف صاف جو کچھ دل مین تھا
اس کی زبان پر آگیا۔

مغلانی (حیرت سے) نوبہار! ہے کیا۔ کدھر ہے تیرا خیال
کیا کہہ رہی ہے۔ ذرا ہوش کی دوا کر۔

نوبہار۔ اُف دونون ملکر تو مجھے خوب بناتین اور میرے منہ سے

کوئی بات نکلے تو اُسکے لیے اس قدر حاشیے چڑہائے جائین پھر آخر مین بھی بے حیا بنگئی کیا کرون -

سپہر آرا - لے - آخر تیری مراد پوری ہوئی شکر ہے -

نوبہار - اللہ آمین - خدا ایسا ہی کرے -

سپہر آرا اللہ رے تیری ڈھٹائی - کیا دیدہ دلیر ہے - ذرا بھی نہین جھینپتی -

مغلانی - ادی خود اپنے کو بے حیا کہتی ہے - پھر بے حیا کی بلا دور چکنا گھڑا ادپر پانی ڈالیے ایک قطرہ نہ پایئے -

نوبہار - اچھا باتین تو بہت ہوئین مگر - اصل بات کا فیصلہ تو ہو جائے -

سپہر آرا - بس تو ہی اس بات کا فیصلہ کردے - دیکھون تو تیرا خیال کہان تک پہنچتا ہے -

نوبہار - اچھا - باندی عرض کردیتی ہے اگر حسب مرضی ہو تو -

سپہر آرا - جو تو مانگے گی -

مغلانی - نہ بیوی ایسا نہ کرو - یہ اگر میان ہی کو مانگ لے تو

سپہر آرا - اچھا مین دیدونگی -

نوبہار - خیر بیوی - آپ تو میری آقا ہین کہدینے مین کمی نہ کرینگی مگر یہ بی مغلانی مجھ سے سوتیاڈاہ رکھینگی -

مغلانی - کیون ری - وہ چھوکری میرے سامنے کی مجھ ہی سے -

نوبہار - سچ کہو - قسم کھاؤ کہ اگر بیوی ایسا کہہ دینگی تو تمہین رشک تو نہو گا - تم یہ نہ سمجھوگی کہ کاش بیوی تم ہی سے اقرار کرتین کہ اپنے دولھا کو تمہین دیدون گی -

سپہر آرا - کیون ری خام پارہ - ابھی سے دولھا بھی بنا دیا -

مغلانی - اوئی بیوی یہ تو آپکا ظلم ہے - اب بھی کیا کوئی کسر ہے خدا نہ کرے بنی بنائی جوڑی ہے -

سپہر آرا نوبہار سے بھلا کہنا - نوبہار -

نوبہار - باندی پھر معقول انعام لے گی -

سپہر آرا اچھا ضرور معقول انعام دونگی -

نوبہار - (آداب عرض کرکے بیٹھ گئی - اور کچھ دیر تک سوچکر سپہر آرا

ہے) باندی کے ناقص خیال میں تو یہی آتا ہے کہ دولھا میاں کی جو مرضی ہو - بس آپ بھی اسی سے اتفاق کریں -

سپہر آرا تبسم کرکے - اللہ رے تیری چالاکی - قسم ہے نوبہار تو ایک ہی عورت ہے -

مغلانی - ہوی - خدا کی قسم کیا اچھا فیصلہ ہے یہ -

سپہر آرا خموش -

مغلانی (سپہر آرا سے) پھر کیا ارشاد ہوتا ہے آپکا -

نوبہار - الخاموشی نیم رضا - اب زیادہ کھود کھود کے کیا پوچھتی ہو

مغلانی - مجھ سے - دولھا میاں نے دو تین بار یہی کہا کہ شرعی عقد مناسب ہے -

نوبہار - دولھا میاں بھوکے ہیں ان کو دل سے لگی ہے - کہ جھٹ پٹ امانت ملجائے -

سپہر آرا - کیوں ری محبہ - اب تو اور بڑھتی چلی -

نوبہار - اللہ آپکو سلامت رکھے سچ عرض کرتی ہوں جھوٹ ہو تو ناک چوٹی حاضر ہے -

مغلانی ـ ہے تو یہی بات ۔

سپہر آرا مسکرا کر خموش ۔

مغلانی ۔ دبی زبان سے کس کا جی نہین چاہتا کہ جلد مراد ملے ۔

سپہر آرا کیون کیا یہ نقرہ میری طرف تھا ۔

مغلانی ۔ مجال ہے باندی کی ۔ ایک دنیا کی بات کہی ۔

نوبہار ۔ بس اب جاؤ تا کہدو بیگم صاحبہ سے کہ جمعہ جمعہ آٹھ روز ہین بس جمعہ کے روز مبارک وقت اور سبھ گھڑی مین عقد ہوکر گھر آنگن ایک ہو جائے ۔

مغلانی (سپہر آرا سے) کیا یہی عرض کرون ۔

سپہر آرا ۔ (نوبہار کی طرف اشارہ کر کے) اُسکو جلدی ہے اُسی سے پوچھو اور وہ جو کہے وہی کرو تاکہ اُسکے واسطے گھر آنگن ایک ہو جائے اُسکو تلوسہ ہے جیسے ۔

مغلانی ۔ ہان بیوی یہ تو آپنے سچ فرمایا ۔

نوبہار ۔ خیر مجھی کو تلوسہ سہی ۔ اس مین حرج کیا ہے ۔

مغلانی ۔ پھر باندی بیگم صاحبہ سے کیا عرض کرے ۔

سپہر آرا۔ اوئی۔ تم کیا دوانی ہوئی ہو۔ حشر ہو جائے تو بھی زبان سے تم اسکا جواب نہ سنوگی۔

مغلانی۔ یہ تو مشکل ہے۔ اُدھر جواب نہ پہنچاؤں وہ ڈھونڈھا سونڈھنے پر تیار اور ادھر سے تو جواب نہ ملنے کا قطعی فیصلہ ہو گیا

نوبہار۔ میں ذمہ دار ہوں۔ تم کو کیا تم جاؤ اور دولھا میاں سے ایک بار اور پوچھ لو۔ اگر وہ شادی کے رسوم چاہتے ہیں تو وہی سہی ورنہ عقد تو بسم اللہ تازہ بہ تازہ گرما گرم۔

سپہر آرا۔ دیکھو تو اس کے نخرے اور اس کی باتیں۔ ہے کچھ ضرور اس کے دل میں۔

مغلانی۔ بندی کو بھی اتفاق ہے۔

نوبہار۔ جی ہاں۔ پہلے سودا تو اچھا ہو گیا۔

مغلانی۔ بس خبردار نوبہار! دیکھ سنبھل کر بات کرنا۔ واہ واہ ہم تابعدار جوتیاں اٹھانے والے تصدق کھانے والے باندیاں بیوفا ہوتی ہیں۔

نوبہار۔ اوئی۔ بیوفا کوئی نگوڑی اور ہوتی ہوگی۔ مجھ سی وفادار

کوئی ملجائے جب جاؤن -

مغلانی - اچھا اب جاتی ہون - اور ایک بار دولھا میان سے پوچھ کر آتی ہون مگر اگلے جمعہ تک کیا ہوگا معلوم نہین -

نوبہار - اوئی - دیر کیا ہے - بیگم صاحبہ نے سب کچھ تیار کر رکھا ہے - اب اگر شادی رچے تو بسم اللہ - اگر کچھ دیر ہو جائے تو ناک بار دون -

مغلانی - بس تیری ناک تو بازار کا سودا ہے -

نوبہار - خیر یونہی سہی -

مغلانی رخصت لیکر میان نصیر کے استمزاج کے لیے جاتی ہے

(نظیری)

قاصد پیام شادی والمد کہ تو رسانڈی
در موسم خزان بس کار بہار کردی

اس وقت ٹھیک بارہ بجے ہین - اپریل کا مہینا ہے - گرمیون کی گرم بازاری حسن یوسف کی طرح چار طرف پھیلی ہوئی ہے -

خورشید خاور۔ سمت الراس پر بحدِ کمال پہنچ گیا ہے۔ دھوپ کی تیزی کے باعث زمہریر کی سردی بھی تلملا کر العطش العطش پکار رہی ہے۔ صفحۂ زمین کے وہ نمناک اجزا جو شبنم عارضِ گل کی فیض بخشی سے سیراب ہو چکے تھے آفتاب کی تپش اُن کی زبانوں کو کانٹے کی طرح مسکمار رہی ہے۔ یہ وقت وہ ہے کہ بڑے بڑے پہاڑ اور چھوٹے چھوٹے پتھر کے کلیجے شق ہوتے جاتے ہیں۔ گھاس پات اس گرمی سے تاب نہ لاکر بیچین ہوتے جاتے ہیں۔ اور ان کے جسم کے خون نے صفرا بن کر عاشق دلگیر کی رنگت پیدا کی ہے۔ زمین کا طبقہ کرۂ نار کی مانند تپ گیا ہے۔ گیلے حصوں سے بخارا یسے نکل رہے ہیں جیسے تپ ہجران کے سوختہ دل عشاق کی گرم آہیں۔

بادِ سموم کے جھونکے معلوم ہوتے ہیں کہ کسی آتشین رخ کے سے گزرتے ہوئے آرہے ہیں۔

بگولے صحرا میں زلفِ جاناں کی طرح بل کھاتے ہوئے آسمان سے باتیں کر رہے ہیں۔ چار طرف گرد و غبار سے ایک

اور آسمان زیرِ آسمان دکھائی دے رہا ہے۔ چار پائی تالابوں
کے دامن مین لوٹ لوٹ کر اپنی بے چینی کی دوا کر رہے ہین
مگر کلیجے ٹھنڈے نہین ہوتے۔ طیور زبانین نکالے ہوئے
بعض تو درختون کے دامن کے سایۂ عاطفت مین بیٹھے ہوئے
ہین اور اکثر اپنی لگی کو بجھانے کی فکر مین ہر طرف تمناؤن کی
طرح اُڑ اُڑ کر پانی کی جستجو مین مصروف ہین۔ اس وقت اکا دکا
مصیبت کا مارا راستے مین چلتا ہوا نظر آتا ہے۔ مگر اس کے قدم
تیز ہوتے جاتے ہین۔ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے
پاؤن طی الارض مین سرگرمی سے مصروف ہین۔ صحرا مین لکڑہارے
لکڑیون کا گٹھا اپنے سر پر لیے ہوے نہایت پھرتی کے ساتھ
اپنے مقام پر پہونچنے کی دھن مین نیچی نظر کئے ہوئے اور
راہ مین جو غار اپنی سوکھی زبانین نکالے ہوے پڑے ہین
ان سے بچ بچا کر راستہ سے گزر رہے ہین۔

اس وقت امرا اور اغنیا سیٹھ۔ ساہوکار۔ اپنے اپنے
گھرون مین کوئی تو سرد خانون مین گھسا جا رہا ہے جیسے طیور

آشیانوں میں پناہ لیتے ہیں۔ اور بعض حسن خانوں میں پناہ گزین ہو رہے ہیں۔

ایسے وقت میں بی (مغلانی) ٹانگے میں بیٹھی ہوئی ٹخ ٹخ کرتی ہوئی میاں (نصیر) کے باغ دلکش میں پہونچیں۔ اور ٹانگے والے سے پکار کر کہا کہ ٹانگہ کسی درخت کے سایہ میں کھڑا کر کے جلد خانساماں سے جا کر کہدے کہ منصبدار صاحب کے یہاں سے کوئی زنانی سواری آئی ہے۔

ٹانگے والا - اگر وہ منصبدار صاحب کا نام پوچھیں تو کیا بتاؤں۔

مغلانی - چل موے منطقی۔ باتیں ہی بگھارے گا۔ یا جسطرح میں کہوں جا کر کہہ دیگا۔

ٹانگے والا - بی آج تو بہت تیز معلوم ہوتی ہو۔ دو چار بار تم میرے ہی ٹانگے میں سوار ہو کر آئیں۔ مگر یہ تیزی نہ تھی۔

مغلانی - اے ہے موے خدا تجھ سے سمجھے ایک تو گرمی نے وقنا ربنا عذاب النار کلیجہ جھلس دیا۔ دوسرے تو سڑاتا جاتا ہے

ٹانگے والا - کیا بی مغلانی! عربی میں یہ خدا جانے کون سی

زبان مین تم نے مجھکو ناحق گالی بھی دے دی۔

مغلانی ۔ اے ہے موئے کو آج ہوا کیا۔ ارے کیا تیری میری کوئی دشمنا گی ہے جو اس طرح بدلا لے رہا ہے۔

تانگے والا ۔ نہین بی ۔ چلّانا۔ خفا نہ ہونا۔ یہ کہہ کر گیا۔ اور خانساماں سے اطلاع دی۔

خانساماں بھی اس وقت اپنی نشست مین خس کی ٹٹی کے قریب بیٹھا ہوا پنکھا جھل رہا تھا۔ فوراً یا اللہ میرے۔ کسوقت یہہ نیکبخت آئی،، کہکر اُٹھا۔ اور سر پر پگڑی رکھہ لی۔ انگرکھا پہن لیا۔ کمر کس کر خوابگاہ کے قریب پہونچا۔ وہان کے خدمتی سے دریافت کیا کہ سرکار کیا کر رہے ہین۔

خدمتی نے جواب دیا کہ ابھی ابھی سر تکیہ پر رکھہ کر لیٹے ہین آرام نہین فرمایا۔

خانساماں نے دروازہ کے قریب جاکر کھنکارا۔

نصیر ۔ کون ہے ؟

خانساماں ۔ جی خانہ زاد ہے۔

نصیر۔ کیا خانساماں ہے۔ یہ کہکر اُٹھ بیٹھا۔

خانساماں۔ پیرو مرشد۔ یہ غلام ہے۔

نصیر۔ کیون کیا خبر ہے۔

خانساماں بی مغلانی حاضر ہیں۔

نصیر۔ کیون خیریت اس وقت اچھا بلا لو۔

خانساماں دوڑکر بی مغلانی کو لے آیا۔

مغلانی۔ (خانساماں سے) خدا کی قسم آج تو میرا سر گرمی سے لکڑی کی طرح تڑخ رہا ہے۔

خانساماں۔ ہان ہے تو ایسی ہی دھوپ۔

مغلانی۔ کو خانساماں نے خوابگاہ کے قریب پہونچا کر کہا کہ سرکار اندر ہیں۔ جاؤ۔

مغلانی۔ کیا باندی حاضر ہو سکتی ہے۔

نصیر۔ آؤ آؤ بے تکلف آؤ۔

مغلانی۔ کچھ جھجکتے ہوئے۔ ایسی عجیب ادا کیسا تھ داخل ہوئی کہ میان نصیر سے رہا ب مزاج نوجوان کی آنکھوں میں یہ ادا کھُب گئی

اور بے اختیار کہہ اُٹھے کہ مغلانی اس وقت تو تمہاری پیاری اُدا نے میرے دل کے ساتھہ وہ کام کیا ہے جو تمہاری صاحبزادی کے خیال نے۔

مغلانی تبسم کر کے اول تو آداب بجالائین۔ اور پھر دبی زبان سے کہا کہ مین صدقے گئی۔ مجھ بوڑھی کی ادا ہی کیا۔

نصیر۔ تمہاری بیوی۔ اگر دو چار اور ایسی بوڑھیون کو رکھین تو ہم زاہدون کے زہد و تقوی پر پانی پھر جائے۔

مغلانی کے دل مین یہ فقرہ کھٹکا۔ مگر غیر معمولی مسرت نے اُس کے دل مین گد گدی پیدا کر دی۔ اور بے اختیار سر نہوڑا کر کہا کہ اوی صاحب اب تو آپ اس باندی کو بنانے لگے۔

نصیر۔ نہین مغلانی بنانے کی کوئی بات نہین۔ اسوقت کی تمہاری پیاری ادا عجیب کام کر گئی۔ مین خود متحیر ہون کہ میرے دل کو کس چیز نے بیقرار کر دیا۔

مغلانی۔ اللہ آپکو سلامت رکھے۔ آپ عنایت کی نظر سے ملاحظہ فرماتے ہین۔ ورنہ مین تو آپکی ادنی باندیون کے مقابل

بھی نہیں ہون۔

نصیر۔ ایک آہ سرد بھر کر۔ اللہ اللہ جس کی دوا مغلانیون کی اداؤن مین قیامت کی شوخیان بھری ہوئی ہین تو صاحب خانہ دل نصیر کی قیامت بپا کرنے والی اداؤن کا کیا پوچھنا۔ خیر کہو تو اس وقت ایسی دھوپ کے وقت تم کیون آئین۔

مغلانی۔ کچھ ایسا ہی ضروری کام تھا۔ اسلئے حاضر ہوئی۔

نصیر۔ کہو تو کیا ہے۔

مغلانی۔ آپ کی ساس نے باندی کو طلب کرکے کہا کہ صاحبزادی سے اس امر مین استمزاج کرون کہ وہ شرعی عقد پسند کرتی ہین۔ یا رسوم کے ساتھ شادی۔ مین نے صاحبزادی سے پوچھا۔ انھون نے اسکا ایک جواب دیا نہ دو۔ مگر باتون سے ان کی باندی اتنا بھانپ گئی کہ انھون نے آپکی مرضی پر رکھا ہے۔

نصیر یہ تو تمھاری بات بالکل بنائی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔

مغلانی۔ مجال ہے کہ باندی ایک حرف بھی اس مین اپنی طرف سے عرض کرے۔

نصیر - خدا جانے تمہاری صاحبزادی راضی ہونگی کہ نہین - مگر مین تو بس شرعی عقد پسند کرتا ہون اور اب مجھ مین اس قدر تاب فرقت نہین کہ دنون تک وصل کے انتظار مین کروٹین بدلتا ہوا پڑا رہون -

مغلانی نے اخیر فقرے پر نیچی نظر کرکے تبسم کیا - اور کہا کہ اللہ آپکو خوش رکھے آٹھ روز درمیان مین ہین اگر سب کے سب اس بات پر راضی ہو جائین کہ عقد شرعی ہو تو بس پھر کیا ہے - آجکی نوین روز باندی تہنیت کی نذر گزرانے گی -

نصیر - ہان یہ تو کہو اماں جان (یعنی سپہر آرا) کی والدہ کو تم نے اپنی صاحبزادی کی جانب سے کیا جواب دیا -

مغلانی - ابھی باندی گئی کہان - آپ کی مرضی معلوم ہونے کے بعد صاحبزادی کے کان تک پیام پہونچا دونگی - اور پھر بیگم صاحبہ سے صاحبزادی کا ارادہ ظاہر کرون گی -

نصیر - بس تو مین نے اپنا خیال ظاہر کر دیا کہ بس چٹ منگنی پٹ بیاہ ہو جائے - اور منہ مانگی مراد ملے -

مغلانی۔ا ویٔی سرکار آپ کو تو بس اتنی جلدی ہے جیسے
(مسکرا کر سر نھوڑا لیا)

نصیر۔ اب جو تمہارا جی چاہے سمجھو میں نے تو اپنا خیال ظاہر
کر دیا۔

مغلانی۔ بہت خوب باندی اب یہاں سے جاکر آپ کے حکم
کے موافق تعمیل کرے گی۔ اور یقین ہے کہ سب اسی پر راضی
ہو جائینگے۔ بس اب باندی حاضر ہوتی ہے

نصیر۔ ٹھہرو بھی اتنی جلدی کہاں جاتی ہو۔ دھوپ بہت تیز ہے
آرام لے کر پانچ بجے چلی جانا۔

مغلانی اس فقرہ پر کچھ چونکتی ہوئی۔ بقول شخصے۔ چور کی ڈاڑھی
میں تنکا۔ اس نے اس فقرہ کو بدگمانی کا جامہ پہنایا۔ مگر استغفراللہ
ہمارا نصیر وہ ایسے بیہودہ خیالات سے کوسوں دور ہے۔ البتہ
چونکہ طبیعت میں بچپن سے شوخی اور شرارت ہے اور مذاق
کا خوگر لیکن متانت کا رنگ لیے ہوئے۔ اس لیے کبھی کبھی
مذاقاً اس قسم کا کوئی فقرہ چلتا ہوا کہدیتا ہے کہ جس سے سننے

والے کو بھی کسی قدر بدگمانی ہو۔ دراصل اسکے ایسے فقرے نہ فقط ظرافت اور دل لگی کے زیور سے آراستہ ہوتے ہین۔ بلکہ اس کا مقصود یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ طبیعت کا امتحان بھی لے۔ اور آزمائے کہ کس کی طبیعت کیسی ہے۔ اور کون کتنے پانی مین ہے۔

نصیر۔ کیون مغلانی۔ تم نے کچھ جواب نہین دیا۔

مغلانی ۔ سرکار۔ حکم کی تعمیل مین باندی کو عذر کیا ہے۔ مگر باندی اگر دیر مین جائیگی۔ بیوی اور بیگم صاحبہ دونون خفا ہونگی اور دیر کا سبب پوچھینگی تو باندی کیا جواب دیگی۔

نصیر۔ اچھا خیر جاؤ۔ اور مین نے جو کچھ کہا ہے وہی کہدینا۔ اللہ کرے کہ اب اس مین کوئی اور رخنہ نہ پیدا ہو۔

مغلانی ۔ خدانخواستہ کبھی ایسا نہ ہوگا۔

صاحبزادی سے باندی یہ بھی عرض کردیگی کہ سرکار اس قدر بیتاب ہین کہ بس ... ... اور مسکرائی۔

نصیر۔ ضرور کہنا۔ اور وہ جو کچھ کہین اس سے اطلاع دینا۔

مغلانی - اُوئی سرکار - کیا صاحبزادی اس کا کچھ جواب دیت گی اللہ اللہ خدا جانے باندی پر کیا خفگی ہوتی ہے یہ کہہ کر اُٹھی اور آداب بجا لا کر واپس ہوئی -

---

ہولی - ہولی - ہولی

یہ موسم بھی عجیب بہار کا موسم ہے اور اسی موسم کے لیے یہ تیوہار سزاوار بھی ہے - اگرچہ اس جوشیلے موسم اور اس کے حسنِ دلفریب کے سب ہی دلدادہ ہین مگر قومی اور مذہبی لحاظ سے ہندوون نے اس کے آب و رنگ کو دونی رونق دی ہے - آریہ قوم نے جو ہند کی سلطنت کی بدولت ہندو کا خطاب حاصل کر کے مفتخر ہوئی اُس نے اپنے وید مقدس مین جو آسمانی کتاب مانی جاتی ہے احکامِ الٰہی کو لفظون کے لباس مین مدوّن کر کے دو جزو پر تقسیم کیا ہے ایک معاش جس سے انتظامِ تمدن مقصود ہے - دوسرے معاد - جو مراد ہے دین سے اور یہ دونون توام مانے گئے ہین -

اور کل کائنات کا دارومدار انکیفیت دو امور پر مبنی ہے۔ ویدنے انتظام تمدن کے لیے چار درن مقرر کیے ہیں جو برہمن چھتری۔ ویش۔ شودر۔ ان کی وجہ تسمیہ جہلا نے یہ قرار دی ہے کہ برہمن۔ برہما کے منہ سے پیدا ہوا۔ اور کشتری یا (کہتری) بازو سے۔ (ویش) شکم سے۔ (سودر) پاؤں سے۔ مگر اس کے اصلی حقیقی معنی یہ ہیں کہ برہمن کے تفویض تعلیم اور تعلم کی خدمت کی گئی اور یہ فرقہ علما کا کہلایا۔ اور کہتری تلوار کا دھنی قرار دیا گیا۔ جو سپاہی کے نام سے مشہور ہوا۔ اور ویش یعنی بنیا۔ اسکو تجارت کے ورخدمت سے دولت کے پھل جمع کرنے کا ڈھب سکھایا گیا۔ اس لیے یہ بنیا مانا گیا (سودر) ان کے تفویض یہ کام ہوا کہ یہ متذکرہ بالا تینوں ذاتوں کی خدمت گزاری کو اپنا فخر سمجھیں اور اپنی زندگی ان کی اطاعت اور فرمان برداری میں بسر کردیں۔

نظر غائر سے دیکھا جائے تو جس مصلحت سے ان چاروں عناصر کو ایک دوسرے پر فضیلت ظاہری دی گئی وہ نہایت

دانشمندانہ تھی - انتظام معاش اور تمدن کے لیے اس سے
زیادہ سُلجھی ہوئی اور حکمت آمیز تدبیر ہو نہین سکتی -

جس طرح ان چارون ورنون مین امتیاز چھوٹے بڑے
کا رکھا گیا ہے ویسے ہی ان کے لیے چار تہوار مشہور و معروف
قرار دیئے گیے -

سراونی - دسہرہ - دیوالی - ہولی

(سراونی) یہ خاص (سراون) کا مہینہ - برہمنون کا تہوار
سمجھا جاتا ہے - اس تہوار سے مقصد یہی ہے کہ سالانہ امتحان
برہمنون کی تعلیم اور تعلّم کا ہو اور ان کے زہد و تقوے اور مذہبی
فرایض کی جانچ پرتال کی جاسے علمی مباحثے اسی مین ہوا کرین
اور اس امتحان مین جو کوئی پورا اُترے وہ نہ صرف درم و دینار کے
انعام کا مستحق سمجھا جاسے - بلکہ دوسرے گروہ جو اُن سے سعادت
علمی حاصل کرتے ہین وہ اس موقع پر اُن کی ہر طرح سے خاطر و
مدارات کرین - اور دامے درمے بھی سلوک کر کے سعادتمند
کہلائین -

(دسہرہ) یہ صرف سال مین ایک روز اس لیے مقرر کیا گیا کہ
جس قدر سپاہی نسل سورج بنسی سے کب ضیا کرتے ہین
اور جن مین ایک ایک آفتاب عالمتاب کا حکم رکھتا ہے وہ اپنے
فوجی کامون کا امتحان دین اور جو پہلے نہ شریک ہو سکے
ہون وہ شریک ہون اور بڑے بڑے سورما راجہ مہاراجہ
تلوار کے دھنی چکرورتی اس تاریخ پر اپنی فوج کا معائنہ
یعنی انسپکشن کرین۔ اور ایک سال کے عرصے مین جس قدر
ممالک قبضہ تصرف مین آئے ہون وہان کی رعایا کی دستار بندی
کرین اور اپنی فتح مندی کا علم اس سرزمین مفتوحہ مین گاڑ دین کہ
فتح کا پھریرہ اقبال کی ہوا مین لہراتا ہوا نوروز مناتا رہے
اس کا نام (وجے دسمی) بھی رکھا گیا ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے
کہ اسی تاریخ اور مہینے مین مہاراجہ رام چندر سورج
بنسی کے خورشید درخشان نے (راون) پر فتح پائی۔
اور اپنی عصمت مآب وعفت کوش بیوی یعنی مہارانی سیتا جی
کے وصل سے جن کو حوادث عالم اور نیچر کے امتحان نے

دائم مفارقت مین اسیر کر دیا تھا۔ سیراب ہوگئے۔ اور اپنے صبر
استقلال۔ ہمت۔ جوانمردی۔ اولوالعزمی
رحمدلی۔ پاک طینتی۔ عفو و خلق کا ثبوت دیکر۔ فطرت کے
امتحان مین کامیابی کا تاج حاصل کیا۔

(دیوالی) یہ خاص مہاجن۔ سیٹھ۔ ساہو یعنی بقالون کے
لیے ہے۔ چونکہ بڑے بڑے سورما راجہ مہاراجہ کھتری یعنی
سپاہی نسل کے لیے مبارک اور شجیع قوم کی نسلون کی تعلیم
کے لیے (برہمن) کے ماتھے پر قشقہ لگایا گیا۔ ویسے ہی
(ویش) اس قوم کے لیے خزانہ دار مانے گیے تاکہ یہ لوگ
سال مین ایک روز اپنی دادوستد کا فیصلہ کرائین اور از سرِ نو
کھاتہ جاری رکھین اور ہار جیت کا موازنہ تیار کرکے اسباب پر
نظر ڈالین۔ اور راجہ مہاراجون کے دربارون مین
تحایف پیش کرکے خلعت سے ممتاز ہون۔

(شودر) ان کے بہار نوروز منانے کے لیے پھاگن کا
تہوار تسلیم کیا گیا ہے۔ اس تہوار سے کوئی خاص کام متعلق

نہین کیا گیا۔ بلکہ عموماً حصہ بقدر جثہ اُس کو اس طبقہ کے لوگون کی خواہشات اور امنگون کے حوالے کر دیا گیا۔ جو ان تینون گروہون کی اطاعت اور خیر خواہی مین اپنے آپ کو وقف کر چکے ہین۔ اور یہ ظاہر ہے کہ یہ فرقہ خدمت گزار ہے خدمتگزاری کی دکان مین کسی خاص شئے کا سودا نہین ہوتا۔ ہر طرح کے اشیا کا محتاج ہے یہ دکان سجی ہوئی رہتی ہے۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ ہر قوم مین علما کے سر پر فضیلت کا تاج رکھا گیا ہے۔ اور بڑے بڑے اولوالعزم تاجداروں نے ان کی فضیلت اور ادب کو بچشم تسلیم کیا ہے اور ان کے تتبع اور تقلید کو۔ بہ طیب خاطر بلحاظ عقاید مذہبی سعادت خیال کر کے مقتدون مین اپنا نام لکھوایا ہے۔ چونکہ ہنود مین بھی از ان قبیل برہمنون کا گروہ از علماء واجب التعظیم مسلمہ ہے اس لیے کھتری۔ ویش۔ شودر۔ ان تینون فرقون نے ان کے تہوار کے ادائے فرایض مین اپنے آپ کو شریک کر کے سعادت حاصل کی۔ اور اسکی ضرورت

جبھی تھی۔ اس لیے کہ ہر قوم مین تعلیم اور تعلم کا دارومدار
معرفتِ الٰہی پر ہے اور یہی مقصود اصلی ہے۔ اگر
علم مجازی کے ساتھ علم حقیقی کو حاصل نہ کرے تو ابھی
پورا حصہ نہ ملتا۔ قومی تیاگی کہلاتا۔ اور یہی وجہ تھی کہ
کھتریون نے بتمنا و تبرکاً سراوگی کو مانا ہے
اور اس مہینے مین جو فرائض مذہبی برہمنون کے ادا ہوتے تھے
اُس مین اپنی شرکت کو واجب گردانا۔ لیکن رفتہ رفتہ جہالت کی
بدولت یہ اخلاقی شرکت مذہب کا طوق ہو کر گلے کا ہار
ہو گئی۔ علیٰ ہذا کھتریون کے ہان وجّرواسی
یعنی دسہرہ کو ہر ایک فریق نے مانا اور اپنی شرکت کو علیٰ قدر
مراتب ضروری خیال کیا یعنی برہمنون نے اپنی شرکت
اسلیے ضروری خیال کی کہ وہ اپنے آپکو کھتریون کا معلم
یقینی سمجھتے ہین اور کھتریون نے بھی اس کو تسلیم کر لیا ہے۔
ایسی صورت مین اُستاد اور شاگرد کا چولے دامن کا ساتھ ہے
اور اس گروہ نے کھتریون کو اپنا ججمان تسلیم کر لیا یعنی

حکومت کے لحاظ سے اِن کی بزرگی کو دل وجان سے مانتے ہیں۔
ایک زمانے میں انھیں سپاہی نسل (کھتریوں) کے
(لوہے) کی بدولت (برہمنوں) کی جانیں بچیں۔ انھوں
نے دوڑ دوڑ کر اُن کی تلوار کے سائے میں پناہ لی ورنہ برہمنوں
کی نسل کا خاتمہ ہو گیا تھا۔ جب ہی سے یہ برہمن راجوں مہاراجوں
کو جب دعا دیتے ہیں تو پہلے یہ الفاظ استعمال کرتے ہیں۔
(گو برہمن پرتپال) یعنی گائے۔ اور برہمن کی پرورش کرنے
والے۔ بہرحال برہمنوں کو کھتریوں کی عظمت بھی کرنی پڑی
ممکن نہ تھا اور نہ ہو سکتا ہے کہ علما کا گروہ بغیر سپاہ اور فوج
کی چمکتی ہوئی تلواروں کے سایۂ عاطفت کے دشمن سے
بے خوف ہو کر اپنی زندگی بسر کرے۔ اب رہے دو گروہ۔
ویش اور **شودر**۔ اِن دونوں فرقوں نے ہمیشہ اسکی
کہ یہ کھتریوں کے مطیع اور تابع فرمان رہتے آئے اور وہ اُن کو
اپنا سرتاج سمجھتے رہے۔ اُنھوں نے ہمیشہ اپنی زندگی اُنکے
ظلِ عاطفت میں بے خوفی کے ساتھ بسر کی۔ اور اپنی شرکت کو

نہ صرف ضروری خیال کیا۔ بلکہ باعثِ سعادت اور موجبِ عزت سمجھا۔

(دیوالی) کا تہوار۔ تاجر پیشہ جس کا ترجمہ (بنیا) کیا گیا ہے۔ اس کے لیے مختص ہے۔ یہ اپنا حساب و کتاب سالانہ اسی موقع پر کیا کرتے ہیں۔ اور گذشتہ زمانے میں صرف حساب و کتاب ہی تک حصر نہیں کیا جاتا تھا بلکہ بیشتر ان کی نسلوں کا علمی امتحان اور مدرسے میں داخل کرنا وغیرہ اسی دن ہوا کرتا تھا اس تہوار کا منانا برہمن اور کھتری کے لیے واجب یا ضروری نہیں ہے لیکن بخیال اپنی بزرگی کے ان کے ساتھ اخلاقاً شریک ہونا بلحاظ مصلحتِ معاد و تمدن ضروری خیال کیا گیا ہے اور بیشک بلحاظ اخلاقی ذمہ داریوں کے اس کی ضرورت تھی۔ اور ہر وقت ضرورت ہے۔ اب ہولی

اس ہولی کے تین نام ہیں ہولیکا۔ ہولی۔ ڈھنڈا رتنا کر سچہ دھرم سندھو ان کتابوں میں اس کے متعلق جو ذکر آیا ہے اس میں اس تہوار کو ایک راکھشی

سے منسوب کرکے (مذہبی) آب و رنگ سے ایسا
دلکش بنا دیا ہے کہ عوام اس کو فرض سمجھکر ادا کرین اور ایسی ملمع
کاری ہر قوم کے مذہبی پیشواؤن نے کی ہے۔ جس کی بدولت
ایک مروجہ رسم یا عید یا تہوار رواج کے
مرتبے سے گزر کر مذہب کے آسمان کا ستارہ بنجاتا ہے۔
بہرحال یہ شودرون کے لیے مخصوص ہوئی۔ اس تہوار مین راجہ
مہاراجہ کے شریک ہونے سے اپنی رعایا کی سرفرازی
اور دلجوئی۔ اور عطا مقصود تھی۔ اس لیے شودرون کی ہولی
بلحاظ رعایا اور تابعدارون کی دلجوئی اور عزت افزائی کے خیال
سے کھتریون کے راجہ مہاراجہ کے مقبول دل اور منظور
نظر ہوئی۔ اور اس زمانہ مین اس موقع پر سلاطین اولوالعزم
اور سرتاجان مشہور اپنی رعایا کو خلعت و انعام سے
معزز اور مفتخر فرماتے تھے۔ اور پالٹکس کے لحاظ سے
ان کی عید کو قبولیت کی عزت سے سرفراز کرکے نہ فقط
رعایا کی عزت افزائی فرماتے تھے بلکہ ان کے دلون کو مسخر

کر کے اپنا حلقہ بگوش کر لیتے تھے۔ چنانچہ اب تک علی قدر مراتب پولیٹکل تخت کے حکمرانوں کے یہاں یہ طریقہ جاری ہے۔ چنانچہ ہندوستان کے دیسراے نے باوجود اسی قدر اعلے حکومت کے بہت سی سلطنتوں کے رواجی ابواب کو اپنے دربار میں جگہ دی ہے۔ اور مسلمان تاجداروں نے بھی اپنی پولیٹکل مصلحتوں کے لحاظ سے ہندوؤں اور دوسری قوموں کے مروجہ مراسم کو اپنی سلطنت کا معمول بہ قرار دیا۔ مثلاً نوروز کے آفتاب نے مسلمان تاجداروں کی حکومت کے آسمان پر شرف کا مرتبہ حاصل کیا۔ اور اب تک نوروز منایا جاتا ہے اور دسہرے کی نصرت کے علم کا پھریرا اب تک باد بہاری کے جھونکوں کی طرح اسلامی سلطنتوں میں لہراتا ہے۔ اور آج بھی معزز ہندو دیوالی ہولی کو دربار میں حاضر ہو کر اوسے بالہ سی کا شرف حاصل کر کے نذریں پیش کرتے ہیں

ان چارون تہوارون کا یہ بھی ایک مقصود اصلی تھا
کہ جو باہم لڑتے جھگڑتے ہون وہ سال مین ایک بار تو ضرور
آپس مین اپنے اپنے تیوہار کے مواقع پر موافقت پیدا کرین۔
چنانچہ عملاً ہولی کے پھاگ نے زیادہ حصہ لیا کہ دوست
دشمن کو ایک رنگ کر دیتا ہے۔ کیسا ہی دشمن ہو
اسکو اس کی یکرنگی ہمرنگ بنا دیتی ہے۔ سری کرشن
بھگوان کے نٹ کھٹ متھرا کے دھنی نے اس تیوہار کو
زیادہ تر مرتبہ بخشا۔ اس کا اوج موج جس طرح سری کرشن
کے زمانے مین براست جگ سے اب تک کسی کتاب سے ثابت
نہین ہوتا۔ اس مین شک نہین کہ سری کرشن کے
روحانی تقدس کے آب و رنگ نے اس پھاگ کی تصویر کو
خوشرنگ بنا دیا۔ چونکہ یہ ایک عام قاعدے کی بات ہے۔ اور
اقتضائے فطرت انسانی یہی ہے کہ کم قوت اعلیٰ قوت کی طرف
خود بخود کھچ جاتی ہے۔ اور جذب مقناطیسی کا اثر کمزور
پر پورا پورا ہوتا ہے۔ آخر رفتہ رفتہ ان شودرون

کے بخت کا ستارہ اس قدر بلند ہوا کہ ہندوستان کے راجہ مہاراجہ اور طبقہ برہمنوں اور ویش کی گروہ مین اس عید کا منانا گویا مخصوص طور پر واجب ہوگیا۔ اور افراط تفریط کا دامن اس قدر وسیع ہوا اور رفتہ رفتہ اس کو ایسے چار چاند لگے کہ ہندوستان کی حکومت کے زمانے مین راجہ مہاراجہ کے درباروں مین یہ عید عزت کے ساتھ منظور نظر ہوکر وقعت کے ساتھ منائی جانے لگی۔ یہان تک کہ ہندو اور مسلمان بھائیون کو آپس کے برادرانہ تعلقات اور یکجہتی کی وجہ سے اس تقریب کی شرکت نے یکرنگی کا لباس پہنایا۔ اور اب تک برادرانہ تعلقات کے رشتے جہان جہان مضبوط ہین اس موقع پر اپنے بھائیون کا ساتھ دینا اور اُن کے خیالات کے ہمرنگ ہوجانا محبت کی سرخروئی سمجھا جاتا ہے۔ لیکن فرق اتنا ہے کہ زمانے کی تہذیب نے اس کو اب سادہ رنگ کردیا ہے۔ اور پہلے جو بدتہذیبی کی بھرمارتھی وہ کم ہوتی جاتی ہے۔ اب وہ دن گئے کہ لوگ بھڑوے بننے کو

عزت اور پھگوے مانگنے کو فخر سمجھتے تھے۔ اب تعلیم یافتہ
لوگون کا دور دورہ ہے۔ ہر ایک چیز اعتدال کے ساتھ ہے
اب نہ کوئی غلیظ رنگ یا ناپاک پانی بھر کر پچکاریون سے مینہ
برساتا ہے اور نہ کوئی خاک دھول ابیر کی جگہ اُڑاتا ہے۔
اور نہ گوبر کیچڑ کی بوچھار ہوتی ہے اور نہ گلون مین مٹھائی
کے ہار نظر آتے ہین نہ کوئی ہولی کا بھڑوا بنتا ہے۔ اور
نہ پوربیون کی سرررکبیر کی آواز سے آسمان سر پر اُٹھایا
جاتا ہے اور نہ سیاھی یا سرخ کے چھاپے لگائے
جاتے ہین۔ نہ غریب مستورات عزت دار راستہ چلنے والیان
دشنام کا نشانہ بنتی ہین۔ البتہ اگر کچھ اس کی بو باس ہے بھی تو
اُنھین رذالون مین یا اُس سوسائٹی کے چھٹے ہوئے نوجوانون
یا بوڑھے قل اعوذیون مین بہر حال اس کی مستی کے
متوالے جو چلو مین الو بنے ہوئے تھے ان مین سے رام بھٹ
نجومی اور پٹواری لل۔ ڈھونڈی لل۔ کچھ سنگھ۔ مچھ سنگھ کھتری
نواب فیضاصب کے دوست اور رام داس۔ شیو داس

ہرداس - ساہو - تجار - جن سے نواب فیضمآب کا لین دین ہے اور
ایرا - غیرا - نتھو خیرا - وغیرہ وغیرہ ایک دل ہو کر موافق عادت
کے رنگ نواب کے گھر لائے - بڑے ٹھاٹھ سے چار تو
طائفے ساتھ تھے - اور دو چار دیگ ٹیسو کے پھول کا رنگ
اور ایک دو من ابیر گلال قمقمے لئے ہوے دن سے پہونچے
نواب کو اطلاع ہوئی چونکہ نواب فیضمآب کی ہمیشہ سے یہ عادت
تھی کہ اپنا دستی رومال ان کے روبرو پیش کر دیتے تھے - تاکہ
وہ لوگ اُس رومال پر رنگ چھڑک دیں اور طائفے کا مجرا ہونے کی
بعد نواب کے مصاحبین اور احباب پر رنگ ڈالا جاتا تھا - پھر
پھول کے ہار پہنانے کے بعد ساہو وغیرہ شال کی خلعت سے
سرخرو ہوتے تھے اور نواب جلسہ برخاست کرتے تھے لیکن
ہر سال ہمارے ظریف الدولہ بہادر جان بچا کر بھاگ جاتے
تھے - اب کی دفعہ اسطرح پھنسے کہ یہ نواب کے گھر سے رخصت
ہو کر اپنے مکان جا رہے تھے راستے میں ان رنگیلوں سے مڈبھیڑ ہو گئی بس
پھر کیا تھا کسی نے ان کی ایک نہ مانی - خصوصاً رام بھبٹ

سے نے تو میانجی کو رنگ میں شرابور کر دیا۔

اب یہ دہائی دہائی۔ تہائی۔ تباہی۔ نواب کی کہتے ہوئے جو بھاگے اور ٹھوکر کھائی۔ دھم سے منہ کے بل گرے بچ بچاؤ مگر خیر گزری کہ جب نواب کی ڈیوڑھی کے دروازے میں داخل ہو گئے۔ تب گرے ورنہ بہت ہی ہنسی ہوتی۔ رام بھٹ ان کے پیچھے دوڑا حضرت جو سنبھلکر اُٹھے۔ سروہی کھینچکر رام بھٹ کی طرف دوڑے۔

رام بھٹ۔ میاں جی آج اس کی سند نہیں آج تو آپ بھاگ کے پھگوے۔ اور ہولی کے بھڑوے بن چکے۔

ظریف۔ دھت تیرے پھگوے اور بھڑوے کی۔ گیدی وہ ماروں ایک ہاتھہ کہ بھنڈارا اکھل جاے۔

نجومی۔ اُچھلکر دور جا رہا۔

ظریف۔ ابے گاؤدی۔ یہ پھرتی آج تجھہ میں کہاں سے آئی۔

نجومی۔ بوئی بوئی بوئی کہتے ہوے ایک چکّر لگایا۔ اور دھم سے نیچے۔

ظریف - مونچھوں پر تاؤ دیکر۔ ہشت تیرے بانسریے کی۔
سپیٹک کی سپیٹک بگڑ گئی۔

اتنے مین نواب برآمد ہوے تو ظریف الدولہ کو ہولی کا بھڑوا پایا۔

نواب - نانا کیون یہ کیا رنگ ہے۔

نجومی - دھرم اوتار (ظریف کی طرف اشارہ کرکے) آج یہہ لال الو بنا ہے نا۔

ظریف - (لپک کر) ہشت تیری الو کی - ابے تو تو الو کی دم ہے

نواب - ان کی وضع اور قطع کو دیکھ کر مسکرا رہے ہین -

نجومی نے موقع دیکھ کر گلال تھوڑا سا منہ پر ملدیا -

ظریف - تھو - تھو - تھو - ارے او کمبخت گیدی یاد ہی رکھنا کہ بانسری بے سری کر دونگا -

نجومی - دیکھو یہ سند نہین - اس وقت بانسری وانسری کا کیا ذکر ہے بس جی چاہتا ہے کہ تم سے دو دو گالیان ہو جائین -

ظریف - (منہ پونچھتے ہوے) ہشت خبردار پھر ایسی حرکت

نہ کرنا - دون ایک چرکا - یہ کہہ کر سروہی کھینچی -
نجومی - ارے باپ رے کہہ کر دوڑا - اور ظریف بھی جھپٹے اتفاق
سے دھوتی جو پاؤن مین آئی دھم سے اوندھے منھ -
ظریف کو موقع ملا - چٹ تلوار سے پشت پر جو مارنے گئے
اتفاق سے ذراسی نوک چبھ گئی -
نجومی - ارے رے رے ہرا ہرا اے بھگوان کہتا ہوا
اٹھکر دوڑا - مگر یہ بھی اسیھین کی عمر کا تھا - ہانپ کر رہ گیا -
ظریف - کیون بچہ - دیکھا ہاشمی ہاتھ - الحمد للہ وار خالی نہ گیا -
نجومی - بار بار اپنی پشت پر جہان نوک چبھی تھی ہاتھ لگا کر دیکھتا
ہے اتفاق سے کچھ سرخی ہاتھ پر معلوم ہوئی - بس پھر کیا تھا
اسکو یقین ہوگیا کہ تلوار ضرور چبھ گئی - فوراً دوڑتا ہوا نواب کے
پاس گیا - اور رونی صورت بنا کر کہنے لگا کہ دھرم اوتار دیکھیے بڈھے
میان نے مجھے زکمی (زخمی) کردیا حاضرین مجلس اور نواب نے
تبسم کرکے کہا کہ جاؤ فوجداری مین نالش کردو -
رام جھٹ آپ نیاؤ (انصاف) نہین کرین گے توپھر

ایسا ہی ہو گا۔

نواب نے ظریف سے کہا کہ نانا! نجومی تمہارے نام پر فوجداری

مین دعویٰ کرنا چاہتا ہے۔

ظریف۔ مردود نے بھگو دیا۔ اب تک کپڑے سوکھے نہین

چھینکین سپے در سپے آ رہی ہین۔ ناک سے پانی نکل رہا ہے۔

خدا جانے بخار آ کے کیا ہو۔ اور اس پر یہ بے ایمان فوجداری

مین دعویٰ بھی کرتا ہے۔ واللہ گر دن ناپ دون تو بس اس کی

پوتھی دو دھی رہ جائے۔ ابھی ذرا سی نوک کھائی ہے اب کے تو

تو نہ ہی مین سر دہی اُتار دون۔

نجومی۔ دیکھو یہ باتین اچھی نہین۔ بھڑوے سینے تو ہو ہی پورا

اُلو بنا کر چھوڑ دون گا۔

ظریف۔ ہاٹ تیری دم مین موٹا سا رسا۔ ابے الو بنا کسی اور

کو کیون بچا۔ بلاؤن اس معشوقہ زرین نگار کو جس کے دیکھنے ہی

سے بانسری بجنے لگی۔

نجومی۔ واہ تم کو ہنسی کھیل ہو گیا۔

نواب نے موافق عادت کے دستی رومال پر رنگ پاشی کرا کے پھولوں کے ہار لیکر جلسہ برخاست فرمایا۔ چونکہ آج انکو کہین دعوت میں جانا تھا اسلیے گانا نہین سنا۔ مگر احباب اور ساہوؤن کے اصرار پر ایک طائفہ رکھہ لیا۔ کہ شب کو گانا سنینگے اور نجومی کو ایک اشرفی دی۔

ظریف ۔ آئین میان یہ کیا ہے۔ اس بھڑوے الوکی دم کو ایک اشرفی دینے کی وجہ۔

نواب ۔ اس کا معمول ہے۔

ظریف ۔ اُسکا معمول کی ایک ہی کہی ۔ ہم تو بھیک کر لبدی ہوگئی اور آپ نے نجومی بے ایمان کو انعام دیا۔

نواب نے دو اشرفیان ظریف کو دین اور ایک جوڑا توشک خانے سے مرحمت کیا۔

نجومی ۔ نا۔ سرکار۔ یہ جوڑا اب مجھے ملے۔ یہ کہہ کر خانسامان کے ہاتھ سے چھیننا چاہا۔

ظریف صاحب ابے دھت تیرے کی خبردار۔ خبردار کہہ کر جو لپکے

بس ایک گردنی دی - اُو جھونجھی دھم سے زمین پر گرا - اور ان بزرگوار نے جو جھونک کھایا اسپر زیرہو سے -

سب نے ایک قہقہا لگایا -

اور جتنے صاحبین نواب کے ساہوکارون سے رنگ لیان منارہے تھے سب کے سب دوڑکر ایک دم پکارے کہ

یہ زیر و زبر کی رہے جوڑی قایم

مبارک مبارک یہ گرنا مبارک

ظریف - سنبھلکر اُٹھے اور ان لوگون کی طرف لپکے

سب - ارے بھاگو بھاگو - یہ رنگ ریز کی خم کا گولا آرہا ہے

اس پر تو ایک فرمایشی قہقہا اُڑا

نجومی نے ہولی ہولی کہہ کر غل مچایا

ظریف - ابے او شیطان دھت تیرے کی - ارے یہ شور کیا ہے - چپ ورنہ مار ہی ڈالون گا -

نواب سے ہنسی ضبط نہ ہوسکی اندر محل مین چلدیے اور احباب بھی روانہ ہو گیے -

راوی - ظریف الدولہ کو ہم بھی مبارک باد دیتے ہیں - ہولی مبارک -

الانتظار اشد من الموت

انتظار بھی عجب بے چین کرنیوالی چیز ہے - اگرچہ اس کے اثر سے اعضائے رئیسہ میں دل اور دماغ یہ دونوں اول متاثر ہوتے ہیں مگر اسکے بعد کل اعضا ان کا ساتھ دیتے ہیں - اور نہایت ہمدردی سے متفق ہوکر اُن کے تابع فرمان ہو جاتے ہیں انتظار کی بزم میں حیرت کو بڑا دخل ہے مگر بیتابی کے ساتھ اسکی لذت کا وہی ذوق حاصل کرسکتا ہے - جس نے کسی وقت اس بزم میں داخل ہوکر اس کی دلفریب اداؤنکو دیکھا ہو اور کبھی انکا لطف اُٹھایا ہو - یون تو ہر باب کا انتظار علے قدر مراتب دل کو بیچین اور آنکھون کو آئینۂ حیرت بنا دیتا ہے لیکن خصوص وہ انتظار جب کوئی معشوق اپنے عاشق سے کسی بات کے جواب کا طالب اور خواہان ہوتا ہے - اسکی بیتابی عاشق کی بیتابی سے بدرجہا بڑھی ہوئی ہوتی ہے - اگرچہ عموماً عاشق کی بیتابی

معشوق کے وصال یا اسکے خط کے جواب یا قاصد کے پیام کے لیے جیسی کچھ ہوتی ہے اُسکو شعرا اور نثاروں نے اپنی قوت متخیلہ کی مدد سے آب و رنگ چڑھا کر موثر الفاظ مین بیان کیا ہے مگر جو کوئی اس امر کا ذاتی تجربہ رکھتا ہوگا اور اُس نے کبھی اپنی آنکھوں سے کسی معشوق کی بیتابی عاشق سے وصل کے لیے یا اُسکے پیام یا اپنے خط کے جواب کے واسطے دیکھی ہوگی۔ وہ بالیقین اس بات کا فیصلہ اچھی طرح سے کر سکے گا کہ عاشق کی بیتابی کے مقابلہ مین معشوق کی حیرت اور بیتابی بڑھی ہوئی ہے کہ نہین۔

انتظار کا ابتدائی حصہ متلون ہوتا ہے ہزارون خیالی صورتین آنکھوں کے سامنے بن بن کر بگڑ جاتی ہین۔ اور ہزارون نقشے کھنچ کھنچ کر حرفِ غلط کی طرح مٹ جاتے ہین۔ کوئی صورت یا نقشہ بالاستقلال قایم نہین رہتا۔ یہ صورتین اور نقشے اسی مدعا کی خیالی تصویرین ہوتی ہین جس کے نتیجہ کا انتظار کرنے والا خواہان ہوتا ہے۔ بعض اوقات یہ صورتین امید اور کامیابی کے زیور سے

آراستہ ہوکر اسکو نظر آتی ہین۔ اور بعض وقت ناامیدیون کی بھیانک تصویرین اس کو آآکر ڈراتی ہین منتظر کا خیال ایک وسیع میدان کی طرح دامن پھیلاے ہوے حصول مدعا کا سخت بے چینی کے ساتھ مشتاق رہتا ہے۔

جب منتظر کی بیتابی حد سے تجاوز کر جاتی ہے تو پھر حیرت کی تصویر سے آنکھین دوچار ہوتی ہین جہان اُس کی قدم بیتابی کی جزرومد کو سکون ہونے لگا۔ اس کے وہ اوج موج باقی نہین رہتے ابھی اسکے خیر مقدم کے تھوڑی دیر قبل سخت بیچینی کے ساتھ اپنے بستر پڑا کروٹین بدلتا۔ اور

چون گوش روزہ دار بر اللہ اکبر است

ہمہ تن دروازے کی طرف آنکھین جمائے چشم براہ تھا جہان ذرا سا بھی کھٹکا ہوا بس اسکو یقین ہوگیا کہ قاصد آیا اور ضرور آیا اس خیال نے بیتابی کو ساتھ قاصد کا خیر مقدم منانے کے لیے اسکو استقبال کی ہدایت کی اور یہ دردول کی طرح اُٹھکر دوڑا اور ناامیدی سے واپس ہوکر حسرت کی طرح بیٹھ گیا۔

جہان کسی کی آواز آئی۔ بس اسکی قوتِ سامعہ نے اُس آواز کو قاصد کی آواز کا ہمرنگ بنا کر اُسکے کانون تک پہنچا دیا۔ مگر اسکو یہ تمیز نہین کہ یہ نیرنگیان ساری تخیلات کی تجلیات ہین۔

اس بے چین دل والے کی حالت بالکل ایک دیوانے کی سی ہوتی ہے اور اُسکی بے اختیاریان بالکل بے خودی سے کے دامن سے ساتھ وابستہ ہو جاتی ہین۔ لیکن فرق اتنا ہے کہ جنون کی ہر حرکت غیر متمیز ہوتی ہے مگر اس کی حرکتین تمیز کے جامے باہر نہین ہونے پاتین۔

غرض ہماری اس تمہید سے یہی ہے کہ جب سے بی مغلانی سپہر آرا کے پاس سے رخصت ہو کر گئی ہین۔ خاتونِ عفت مآب کو سخت بیچینی کے ساتھ انتظار ہے کہ قاصد یعنی مغلانی کیا جواب لاتی ہے اس وقت سپہر آرا کی خدمت مین صرف نوبہار اسکی محرم رازِ خاص حاضر ہے اور وہ بھی ہمہ تن اسکے انتظار مین شریک ہے۔ دونون آپس مین یہ گفتگو کرنے لگین

سپہر آرا۔ (نوبہار سے) کیا سبب ہے مغلانی کو اس قدر دیر ہوئی

نوبہار۔ بیوی مجھے بھی اسی بات کا خیال ہے خدا جانے صبح منہ کے گئی تو تھی میاں کی باتوں نے اسکو رجھا لیا ہوگا۔

سپہر آرا۔ اے ہاں لو۔ میں تو بھول ہی گئی سچ کہا تو نے کہ آج مغلانی غیر معمولی طور سے ضرور کچھ سنور رہی ہوئی تھی۔

نوبہار۔ (پہلو بدل کر) نگوڑی مغلانی کے انتظار نے میرا تو مشغولیت میں دم کر دیا۔

اتنے میں کسی کی آواز آئی۔

سپہر آرا۔ نوبہار سُن تو یہ کس کی آواز ہے۔

نوبہار۔ جلدی سے ضرور مغلانی ہوگی کہتی ہوئی لپک کر دوڑی اور دیکھ آئی

سپہر آرا۔ کیوں ری نوبہار۔

نوبہار۔ اوئی تو یہ نگوڑی۔ ماما باورچی خانے والی تھی۔

سپہر آرا۔ لاحول ولا۔ میں تو وہی سمجھی تھی۔ اس مردار کی آواز کس قدر اس سے ملتی ہے۔ آخر خدا جانے ہوا کیا۔

بیوی ہو نہو۔ ٹانگا ضرور ٹوٹا ہوگا کرائے کا تو ہے ہی پرانا اس کے انجر پنجر سب ڈھیلے ہو گئے تھے

سپہر آرا آو بی خدا انکی ہے - مگر تو نے اس ٹانگہ کو کہاں دیکھا -

نوبہار - مین کہان دیکھنے گئی تھی - وہی مغلانی مجھ سے کہتی تھی کہ جس ٹانگہ مین وہ جاتی ہین وہ بہت پرانا ہوگیا ہے -

سپہر آرا - ہنہین ٹانگا ٹوٹا تو نہ ہوگا - مگر حیرت ہے کہ ایسے پرانے ٹانگے مین یہ جاتی کیون ہے -

نوبہار - کرایہ سستا لیتا ہے -

سپہر - دو چار آنے زیادہ گئے تو کیا ہوا آخر کرایہ وہ اپنی گرہ سے تھوڑا ہی دیتی ہے -

کسی کی آواز آئی - جی ہان حاضر ہوئی

نوبہار - اتبو ضرور آئی -

سپہر آرا - ٹھہر تو سہی ذرا آواز اچھی طرح سن تو لے (تامل سے سن کر) توبہ توبہ یہ تو نرگس کی آواز ہے -

امان جان نے شاید پکارا ہوگا -

کسی نے آواز دی - اری او نرگس -

نوبہار (سپہر آرا سے) ہان بیوی بجا ارشاد ہے - یہ کیا بیگم صاحبہ

نے تو پکارا۔

سپہر۔ بات بھلا بتلا تو کتنی دیر مین آے گی۔

نوبہار (گھڑی مین وقت دیکھکر) غالباً دو گھنٹے مین آے گی۔

سپہر آرا نہین پندرہ بیس منٹ مین آئیگی۔

نوبہار۔ خدا کرے آپ ہی کی بات سچی ہو جاے۔

سپہر آرا۔ اب کچھ سوچ مین ہو کر چپ ہو گئی ادہر نوبہار بھی خموش۔ یہ بیخودی کی کیفیت کوئی دس منٹ تک رہی ہوگی۔ خدا جانے طائر خیال کہان کہان پرواز کر آیا اور انتظار کی تصویر نے خدا جانے کیا کیا سین پیش نظر کیے کہ ظاہری حواس اُس خیالی سین کے صرف نظر ہوے۔ دونون سراپا تصویر حیرت بن گئین اور تصورات کی چار دیواری مین قلعہ بند ہو کر بیٹھ گئین۔ اتنے مین بی مغلانی نے آہستہ بالاخانہ کے زینے چڑہ کر پہلے تو کان لگا کر سنا کہ نوبہار اور سپہر آرا کیا باتین کرتی ہین۔

لیکن کوئی آواز سنائی نہین دی۔ ایک دو منٹ کے بعد اوپر چڑہ کر دیوار کی آڑ سے جو جھانکا تو کیا دیکھتی ہے کہ سپہر آرا مسند

پیشانی سے لگا ہاتھ پہ سر رکھے خاموش ہے۔ آنکھیں اُسکی کھلی ہیں
مگر دیدہ ہاے حیرت نما خیالی صور کے محوِ تماشا ہیں۔ آنکھوں کی
پتلیوں کو حرکت نہیں ہے۔ جس سے پایا جاتا ہے کہ وہ دماغ کے
تابع ہیں اور دماغ اس وقت خیال کی جولانگاہ ہے۔ جدھر جدھر
طائرِ خیال اڑتا ہے بظاہر دست و پا اور دوسرے اعضا اپنی اپنی
جگہ پر ہیں مگر محض بیکار ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی زبردست حاکم
نے حکم جاری کیا ہے کہ کوئی ہلنے نہ پاے۔ یہ وہ حاکم ہے جسکو
حیرت کہتے ہیں۔

اب مجال کیا ہے کہ کوئی عضو اس حکم کی خلاف ورزی کر سکے
اور کیونکر کرسکے یہ آپے میں کب ہیں یہ تو اس وقت بیخودی کے
نشہ میں بے حس ہو گئے ہیں۔

مغلانی نے دیکھا کہ دونوں کی دونوں اس وقت کسی دوسرے
عالم کی سیر میں مصروف ہیں۔ آہستہ دبے پاؤں نظر بچا کر سپہر آرا کی
دہنی جانب جہاں نوبہار گردن نیچی کئے ہوے مراقبہ کی حالت میں
بیٹھی ہوئی تھی اس کے پسِ پشت جا کر بیٹھ گئی۔ اللہ ری بیخودی

کہ اب ان کو خبر نہین ہوئی کہ کون آیا اور کون بیٹھا اور کیا ہو رہا ہے۔ محوحیرت اسکو کہتے ہین۔ اتنے مین کسی نے آواز دی بوا نوبہار! اس آواز نے ان دونون کو چونکا دیا۔

دفعتاً چونک کر کون ہے؟

مغلانی۔ (پس پشت سے) مین ہون۔

نوبہار نے ڈر کر۔ ارے اللہ یہ کون ہے کہہ کر جھٹ سے پلٹ کر جو دیکھا تو بی مغلانی بیٹھی ہوئی ہین۔

سپہر آرا۔ بھی چونک کر جو پلٹی تو بس مغلانی پر نظر پڑی۔

سپہر آرا۔ اوئی مغلانی کدھر سے آئین۔

نوبہار۔ (جھنجھلا کر) اوئی خاک پڑے تمہاری صورت پر واللہ انتظار کرتے کرتے میرا تو جی اکتا گیا۔ اور پھر دیکھو تو ننھا سا بچہ بنکر کیسے دبے پاؤن پیچھے آکر بیٹھ گئین اور بیٹھین تو بیٹھین ڈرایا بھی۔

مغلانی۔ کیون ری چھوکری میرے منہ پر کیون خاک ڈالتی ہے۔ تو ہے کون۔

سپہر آرا۔ خاک دھول رہنے دو مگر کہو تو کہ تم آئیں کب اور کدھر سے آئیں واللہ میں تو دیکھ ہی رہی تھی پر چھائیں تک تمہاری نظر نہ آئی اور نہ پاؤں کی آہٹ سنائی دی۔

مغلانی۔ باندی جس وقت حاضر ہوئی۔ آپ یہاں نہ تھیں۔

سپہر آرا۔ اوئی یہ کیسی انوکھی بات آخر میں گئی کہاں تھی۔

مغلانی۔ جی آپ ہمارے سرکار کے باغ میں تھیں۔

سپہر آرا۔ ہاں سچ ہے دوپہر سے زیادہ میں ہی تو تنہائی کے لطف اُٹھا رہی تھی۔

نوبہار۔ صدقے گئی کیا بات کہی ہے یہ دیکھیے نا پسینہ بھی تو ہو گئی ہیں۔ غور سے دیکھکر اسے لوہ چولی کیونکر مسکی۔

سپہر آرا۔ وہ کہاں میں بھی تو دیکھوں۔

نوبہار۔ نے دوپٹہ اور ذرا اُٹھا کر دکھایا۔

مغلانی (بگڑ کر) بس نوبہار۔ ایسی باتیں کام کی نہیں۔ چولی مسکی ہوئی معلوم ہوتی ہے یا کسی کیل سے کھونچا لگ گیا ہے۔

نوبہار۔ کیل ویل میں کیا جانوں۔ مسکی ہوئی تو ضرور معلوم ہوتی ہے

سپہر آرا - نوبہار بس اب چپ رہو خیر مسکی تو مسکی تیرا دل کیوں جلا جاتا ہے -

مغلانی - واہ صاحبزادی آپ کو واقعی یہ خیال ہے کہ چولی مسک گئی -

سپہر آرا - (مسکرا کر) میں کیا جانوں چولی کا مسکنا میں نے تو آج ہی ان کانوں سے سُنا تمکو اور نوبہار کو معلوم ہوگا -

نوبہار - واہ سرکار بھلا میں کیا جانوں میں نے بھی یوں ہی سُنا ہے کہ آپس کی دھینگا مشتی سے چولی جو پھٹ جاتی ہے اسی کو مسکنا کہتے ہیں -

سپہر آرا - چلو اب اس کا فیصلہ پھر ہو جائیگا مگر مغلانی تم نے تو ایسا انتظار کرایا کہ بس تو بہ ہی بھلی

مغلانی - سرکار کیا کروں باغ دور بھی ہے - اسکے علاوہ کوئی غریب معمولی آدمی تو ہیں نہیں کہ بے اطلاع اُن کے گھر میں گھس جاؤں اطلاع دیکر جانا ہوتا ہے - موئے ٹانگے والے نے دم ناک میں کر دیا -

نوبہار۔ کیون اُس مونڈی کاٹے کو کیا ہوا تھا۔
مغلانی۔ بکواس لگا دی مین نے اُس سے کہا کہ جا کر خانساماں کو اطلاع دے کہ منصب دار صاحب کے مکان سے مغلانی آئی ہے۔ موا اُلٹ کر مجھ سے پوچھتا ہے کہ اگر منصبدار صاحب کا نام پوچھین تو کیا کہون۔
نوبہار۔ اوئی یہ تو اُس نے سمجھ کی بات کی۔
مغلانی۔ اُخفہ سمجھ کی بات کیسی۔ اتنے بار مین گئی کبھی خانساماں نے نہین پوچھا۔ اور جب گئی جب اس موے ٹانگے والے ہی کے ذریعہ سے اطلاع دلائی۔ آج ہی اُسکو ٹوک کر پوچھنے کی کیا ضرورت تھی۔
سپہر آرا۔ واقعی اس مین تو اُسکی شیطنت پائی جاتی ہے۔
نوبہار۔ نہین بیوی۔ اس کا بھی جی چاہا ہوگا کہ دو گال مغلانی سے ہنس بول لے۔
سپہر آرا۔ اجی تو خیر سب کچھ ہوا وہان جا کر تم نے کیا پاپڑ بیلے۔
مغلانی۔ سرکار مین نے پہلے اس ترکیب سے کہ میان سے

پوچھا کہ اُن کو یقین ہی نہین آیا۔

سپہر آرا - وہ کیونکر ذرا بتاؤ تو۔

مغلانی - باندی نے عرض کیا کہ سرکار آپ کی خوشدامن صاحبہ نے ہماری صاحبزادی سے پوچھوایا تھا کہ آپ کی مرضی کیا ہے رسوم کے ساتھ شادی پسند کرتی ہین یا صرف عقد شرعی ہماری صاحب زادی نے اس کا کچھ صاف جواب نہین دیا مگر مین ان کی باتون سے بھانپ گئی کہ وہ آپ کا منشا جسطرح ہو ویسا ہی بیگم صاحبہ کو بھی جواب دینا چاہتی ہین۔

سپہر آرا - واہ تم نے اچھی بات کہی کہ ان کی باتون سے بھانپ گئی۔

مغلانی - لو پھر اب اور کیا کہتی

نوبہار - ہان ہوی یہ تو دانائی کی بات کی۔

سپہر آرا - اچھا تو اور کیا ہوا۔

مغلانی - پہلے تو میان کو باور نہ ہوا - بعدہٗ کہنے لگے کہ مغلانی شرعی عقد پسند کرتا ہون - اب مجھ مین تاب نہین کہ اُن کی جدائی مین پڑا ہوا کروٹین بدلتا رہون۔

اس اخیر فقرے کے سنتے ہی سپہر آرا کی کیفیت کچھ اور ہی ہو گئی معلوم ہوا کہ اس جادو بھرے فقرے نے دل پر اثر کیا۔ آہستہ سے ایک ٹھنڈی سانس لیکر بہت ہی متانت سے خموش۔

نوبہار۔ اللہ میرے۔ کسقدر محبت ہے میرے صاحب کو۔

سپہر آرا۔ تو پھر دیر کیا ہے۔ بسم اللہ چلی جا مغلانی کے ساتھ اُن کے دل کی تسلی کرنا۔

نوبہار۔ اسکی ضرورت ہی کیا آپ کے دل کی تسلی ہوئی تو گویا سارے گھر کی تسلی ہو گئی۔

سپہر آرا۔ کیوں ری نوبہار اپنی شیطنت سے باز نہین آتی۔

مغلانی۔ نہین بیوی یہ خفگی کی بات نہین سچ تو یہ ہے۔ ہم سب آپکی راحت اور آرام کے طلب گار ہین اور آپکی سلامتی کے خواہان دیکھیے نا تھوڑے دنون مین آپ کا کیا حال ہو گیا خدا کی قسم میرا تو دل بھرا آتا ہے (یہ کہکر مغلانی نے اپنے آنسو پوچھے)

سپہر آرا۔ بس بس یہ نخرے تلے مجھے بھی آتے ہین۔ ہان کہو اور کیا ہوا۔

مغلانی ۔ اے ہے ۔ بھول بھی گئی ۔ کہان تک مین نے
عرض کیا تھا ۔

نوبہار ۔ ہان کروٹین بدلتا رہون ۔ یہان تک تم نے کہا تھا ۔

مغلانی ۔ ہان بس اس کے بعد بے مجھے ارشاد ہوا کہ اس وقت
دھوپ ہے ۔ یہین آرام لو ۔ پانچ بجے جانا ۔

سپہرآرا ۔ اے ہان خدا کی قسم میرے دل کو یقین تھا کہ وہ ضرور
تمھین آج رکھ لین گے ۔ اچھا تو پھر وہین ۔ مسہری پر آرام کرنا تھا
اتنی جلدی کیون چلی آئین ۔

مغلانی ۔ اوئی ہوی پھر آپ نے چٹکی لی ۔

نوبہار ۔ چٹکی لینے کی بات کیا ہے سچ تو فرمایا اچھا تم کو آرام کے
کیلیے کہنے کا مطلب کیا تھا ۔

مغلانی ۔ واہ یہ بھی بڑی آئی ۔ ہان مین ہان ملانے والی ۔ کیا
سرکار لوگ اپنے تابعدارون کو ایسا نہین کہتے ۔

نوبہار ۔ مین تو قسم کھاؤن گی کہ بس ...

مغلانی ۔ دیکھو نوبہار مین بری طرح پیش آؤن گی جلدی

سے اُٹھ کر) اب نہ بیٹھوں گی۔

سپہر آرا نے دوپٹہ پکڑ کر کہا کہ خبردار۔ جو اُٹھو تو قسم ہے میرے سر کی

مغلانی (جلدی سے بیٹھ کر) توبہ توبہ آپ سر کی قسم کیوں دیتی ہیں۔ اللہ آپ کے سر کو سلامت رکھے۔

نوبہار۔ تنکنے کی بات نہیں مغلانی۔ دل ہی سے اپنے پوچھو۔

مغلانی۔ اچھا تجھے کیا پھر تو کیا کہتی ہے تو کیوں جلی مرتی ہے۔ خدا کی قسم صاحبزادی سچ کہتی ہیں۔ بیشک تیری باتیں پیشین گوئی ہیں تیرے چال چلن کی۔

نوبہار۔ واہ واہ پیشین گوئی کی کیا ضرورت بنی بنائی بات ہے

سپہر آرا۔ (ہنسکر) مغلانی تو سنو کیا کہہ رہی ہے میں نہ کہتی تھی کہ یہ مردار پہلے منظور نظر ہو گی۔

نوبہار۔ جی ہاں۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔ نمک حلال اور نمک حرام کون ہے سب معلوم ہی ہو جائے گا۔

مغلانی۔ (گڑگڑ کر) کیوں آخر تو نے پھر مجھے یہ ڈھال کر بات کہی

سپہر آرا۔ اب جانے دو یہ فضول بکواس حجت مجھے پسند نہیں۔ آخر تم اماجان سے کیا جاکر کہوگی۔

مغلانی۔ اوئی کیا ابھی تک مین نے اُن سے کہا نہین مجھے تو آئے ہوئے بہت دیر ہوئی۔ بیگم صاحبہ کے ہی پاس تو تھی۔

سپہر آرا۔ قسم تو کھاؤ تم کو آئے ہوئے دیر ہوئی ہے؟

مغلانی۔ جی ہان۔ پھر کیا آپ سے جھوٹ کہون گی۔

سپہر آرا۔ کیون ری نوبہار۔ اُس وقت آواز قسم ہے انھین کی تھی

نوبہار۔ اوئی بیوی مین نے دوڑکر جاکر دیکھا۔ باورچی خانہ کی ماما تھی۔

مغلانی۔ ہان ہان۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ بیگم صاحبہ تم کو یاد کر رہی ہین۔ تم کہان گئی تھین۔ مین نے کہا کہ چوک کو گئی تھی کپڑا لانے کے لیے وہ بیشک میری ہی آواز تھی۔

نوبہار۔ اوئی ایسی کیونکر تم نظرون سے غائب ہوگئین کہ تمھاری پرچھائین بھی نظر نہین آئی آواز کے ساتھ ہی مین دوڑی۔ ایک پل کی بھی تو دیر نہین ہوئی۔

مغلانی - مین دالان کے اندر جب پہنچ چکی تھی - اُس وقت اس
ماما نے مجھ سے آنگن مین سے پکار کر پوچھا - مین جواب دیتی ہوئی
سنبت خانے مین چلی گئی ٹھہری نہین -

سپہر آرا - سچ کہا - بیشک تم ہی تھین مین نے جب ہی نوبہار
سے کہا کہ ضرور مغلانی ہین - اجی سچ ہے انتظار بھی کیا بری بلا ہے
بیشک سچ کہا ہے الانتظار اشد من الموت خیر پھر ان جان
سے تم نے کیا کہا -

مغلانی - مین نے عرض کیا کہ باندی نے صاحبزادی سے اپنے
طور پر پوچھا اول تو فرمایا کہ مغلانی تمھین شرم نہین آتی جوان بیاہی
لڑکیون سے ایسی بات پوچھتی ہو -

پھوپھی اماں نے سنکر کہا کہ شاباش ہے اُس لڑکی کی دانائی پر
کتنی دور کی بات کہی بلائین لین اور دعائین دین - پھر مین نے کہا
کہ جب صاحبزادی کو کسی قدر برہم پایا تو چپ ہو رہی کچھ اِدھر اُدھر
کی باتین کر کے نوبہار کی طرف دیکھ کر مین نے کہا کہ نوبہار صاحبزادی
تو کچھ فرماتی نہین - اور اب یہ معاملہ ان ہی کی خوشی پر ٹھہرا ہے

جیسے یہ فرمائینگی ویسا ہی ہوگا - اور اگر جواب نہ لیجاؤنگی تو بیگم صاحبہ کا غصّہ معلوم - میرا تو چونڈا ضرور مونڈا جائیگا - بس یہ سُنتے ہی صاحبزادی نے کہا کہ مغلانی تم کیا باتین کر رہی ہو بھلا اس مین میری راے کیا ہے جو مرضی ماں باپ کی ہو خصوص بابا کی جو راے ہو اس سے سب کو اتفاق کرنا چاہیے کیونکہ وہ میرے اور اماں جان کے سب کے مالک اور سرتاج ہین - اتنا سنتے ہی بیگم صاحبہ نے کہا کہ بس مین سمجھ گئی کہ شرعی عقد چاہتی ہے - کیا مضائقہ مگر مین اس عقد کے بعد ضروری رسوم تو کرونگی ہی کرونگی چھوڑونگی نہین -

سپہر آرا - پھر وہ کیا ہوا -

نو بہار - اس مین آپ کچھ نہ فرمائین - اُن کے دل کی خوشی بھی تو ہونے دیجیے -

مغلانی - ہان بیوی - اس مین آپ چپ ہی رہین ہمکو آم کھانے سے غرض پیڑ گننے سے کیا کام -

سپہر آرا - کیا ابا جان راضی ہونگے -

مغلانی - ہان بیگم صاحب یہ فرماتی تھین کہ میان سے مین نے کہہ دیا - اور اُنھون نے مجھے اجازت دی مگر یہ کہا کہ زیادہ روپیہ صرف نہ ہونے پائے -

سپہر آرا - ابا جان نے سچ کہا مگر اماں جان کب چھوڑین گی - ضرور بیس پچیس ہزار روپیہ پر پانی پھر جائیگا -

نوبہار اور مغلانی - اے ہے بیوی - کہان پون لاکھ کی برآورد ہوئی تھی شادی کی - اگر اسکے عوض میں پچیس ہزار صرف ہوئے تو کون سی بڑی بات ہے - یہ تو وہ بات ہوئی - راجہ صاحب کے گھر موتیون کا کال آخر بہت سے مستحقین انعام اور خلعتون کے ہین - خصوص یہ باندی -

سپہر آرا - ہمشکر تم نے جیسا انعام پایا وہ کسی کو بھی نصیب نہ ہوگا

نوبہار - سچ ہے اس مین کیا شک -

مغلانی - نہین بیوی - آج تک کل مجھے آٹھ دس اشرفیان میان نے دین -

نوبہار - ان اشرفیون کو کون پوچھ رہا ہے - جو کچھ خاص انعام

پایا ہوگا اسکو کون دیکھنے گیا۔ آرام کرنے کے لیے جب ہی تو فرمایش ہوئی۔

سپہر آرا کھلکھلا کر ہنس دی۔

مغلانی۔ کیا ہوی آپ بھی اُسکی ایسی باتوں پر ہنس دیتی ہین (رونی صورت بنائی)

سپہر آرا۔ توبہ۔ ہم تو بیشک دیوانی ہو۔ جی کیونکر بہلے آخر۔

مغلانی۔ مین صدقے گئی بھی اللہ آپ کے جی کو ہمیشہ خوش رکھے۔ مگر باندی سے بدگمانی ہوئی تو بس باؤلی ہین کو دپڑونگی۔

سپہر آرا۔ خدا نہ کرے۔

اتنے مین نرگس چھوکری نے آکر سپہر آرا سے عرض کیا کہ بیگم صاحب یاد فرماتے ہین۔

سپہر آرا بیگم کے گھر خواتین کا جلسہ

سپہر آرا بیگم کے عقد کی خوشخبری تمام خویش و اقارب یار و اغیار مین نکہتِ گل کی طرح پھیل گئی اور یہ نویدِ مسرت آیات اس عفت مآب

خاتون کی سہیلیون اور اُس کے خیر اندیش اقربا کے لیے باعث شادمانی ہوئی۔

بیگم صاحبہ (سپہر آرا کی والدہ) نے اپنی پھوپھیری ساس (دربانیہ بیگم) کو جو عمر مین ان سے بڑی ہین۔ اور منصب دار صاحب کی حقیقی پھوپھی ہوتی ہین۔ لکھ بھیجا کہ آپ کی پوتی کی شادی شرعی قرار پائی ہے۔ شادی کے قبل یہان پہنچ جایئے۔ چنانچہ وہ خط کے پہنچتے ہی اپنے سسرال سے جو ایک روز کے راستے پر تھی اپنی بہو کے پاس پہنچ گئین۔ مبارک سلامت کے بعد اُنھون نے سپہر آرا بیگم کو مشورہ دیا کہ قبل ازین کہ تم بیاہی جاؤ تم کو لازم ہے کہ اپنے آپکو عام پر ظاہر کر دو کہ تم کس شان کی بیگم ہو اور اپنی قابلیت خداداد سے ان لوگون کو آگاہ کراؤ۔ تمھارے جو اصلی جوہر ہین اُن سے کوئی واقف نہین ہے۔

اور اس کے لیے یہ مشورہ دیا کہ ایک روز اپنے گھر خواتین کو دعوت دیکر کسی سبجکٹ پر تقریر کرو اور اس کو اخبار مین ضیافت طبع خاص و عام کے لیے شایع کراؤ اگرچہ سپہر آرا کے والدین اس

تجویز کے بالکل خلاف تھے۔ اور خود سپہر آرا بھی اس کی ضرورت
خیال نہین کرتی تھی مگر دردانہ بیگم خود ایک لایق اور تعلیم یافتہ
خاتون ہین۔ وہ کب کسی کی مانتین۔ باصرار آمادہ کیا۔ اور سپہر آرا بیگم
کو اپنی دادی کے حکم کی تعمیل کرنی ضرور ہوئی حسب مشورہ جلسہ
قرار دیا گیا اور آج اسی تقریب کی بنیاد پر خواتین سپہر آرا کے مکان
فلک منزل مین جمع ہوئی ہین۔ جبکہ کل دعوتی جمع ہو گئے ہماری نیک نہاد
خاتون سپہر آرا نے کرسی صدارت پر جلوہ افروز ہو کر حسب ذیل
تقریر کی اور حاضرین کو اپنی لیاقت خداداد کا ثبوت ہی نہین دیا۔ بلکہ
اپنی ہم عمر اور نیز اُن مستورات کو جنکو علم کی دولت میسر ہونیکے
باعث جہالت کی مفلسی نے سسرال والون کی نظرون مین سبک
کر دیا تھا۔ آیندہ طرز معاشرت کے واسطے عمدہ سبق دیا۔

میری پیاری بہنو

اس وقت کی مسرت دلی جو مین محسوس کر رہی ہون اس کے اظہار
کے لیے میرے پاس الفاظ نہین ہین یہ مسرت مجھے اپنی دادی صاحبہ
کی بدولت حاصل ہوئی کہ اُنہون نے مجھ ناچیز کو یہ حکم دیا کہ مین

اپنی بہنون کے روبرو اسکے متعلق تقریر کرون کہ ایک شریف
اور لایق فرمان بردار بیوی کو اپنے شوہر کے ساتھ کس طرح رہنا
چاہیئے اور عورت کے لیے کن باتون کی ضرورت ہی- اگرچہ اس
سبجکٹ کے متعلق اپنے خیالات کے ظاہر کرنے مین شرماتی
ہون- اس لیے کہ مین خود ابھی کمسن اور انبیاہی ہونے کے باعث
مجھے وہ عزت حاصل نہین ہے کہ ایک بیاہی خاتون طرز معاشرت
کے متعلق جس طرح اپنے ذاتی تجربہ کے لحاظ سے گفتگو کرسکے گی
مین اپنی زبان سے کچھ کہہ سکون لیکن ہان مین نے جب سے ہوش سنبھالا
ہے اپنے خویش و اقارب اور بعض بعض خواتین کے طرز معاشرت
کو دیکھکر آیندہ کے واسطے جو سبق حاصل کیا ہے اس کو اسی حد
تک آپ کے روبرو بیان کرون گی۔ جیسے کوئی طالب العلم
اپنے سبق کو یاد کرکے اپنے کسی خواجہ تاش کو اس غرض سے سناتا
ہے کہ وہ اس بات کا فیصلہ کرسکے کہ آیا حافظے مین جو کچھ محفوظ کیا
گیا ہے وہ لفظ بلفظ یاد ہے کہ نہین۔

پس مین اپنی پیاری بہنون سے امید کرتی ہون کہ میرے

سبق کو بھی آپ لوگ اسی طرح سے سنین کرین سے نے اپنے سبق
کے حفظ کرنے مین کہان تک کوشش کی ہے اور اس کے
ساتھہ دعا کی خواستگار ہون کہ بصدقِ دل آپ لوگ دعا کرین
کہ ہین اپنے قانونِ معاشرت کے احکام کو بر موقع عملاً ثابت
کرنے حاصل کردن۔ (تالی بجی)

قبل ازین کہ مین اصلِ مدعا کی طرف متوجہ ہون آپ کی اس
مہربانی کی بدل سپاس گزار ہون کہ آپ بہنون نے مجھ ناچیز کی
دعوت قبول فرما کر قدم رنجہ فرمایا اور میری عزت بڑھائی۔

آمدم بر سر مطلب۔

میری پیاری بہنو۔

اسے ہر ایک عورت خواہ غریب ہو یا امیر۔ بیگم ہو یا فقیرنی۔
جاہل ہو یا تعلیم یافتہ اچھی طرح سے سمجھ سکتی ہے کہ ایک وقت
اسکی زندگی مین ایسا آنیوالا ہے کہ وہ اپنے آپ کو کسی مائی کے پوت
کے حوالے کریگی اور اُسکی لونڈی بن کر رہے گی۔ اور خدمتگذار
کہلاے گی۔ حدیث مین آیا ہے کہ نکاح کیا ہے۔ ایک طرح سے

اپنے آپ کو جسکے نکاح مین عورت جاے گی اس کی لونڈی بنا دیتا ہے۔ اور یہ حکم عام ہے۔ اس مین تخصیص نہین کی گئی۔ کہ بادشاہ زادی یا امیر زادی یا کسی ولی کی دختر یا پیغمبر زادی اگر غریب اور اپنے سے کم رتبہ والے کے ساتھ بیاہی جاے تو وہ باندی نہ ہوگی۔ اور بخلاف اسکے امرا اور رؤسا اور بادشاہون اولیا پیغمبرون کی وہ بیویان جو غریب زادیان ہون **باندی** کہلائینگی۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ خداے جل شانہ کی حکمت اور ارادہ اس بات کا مقتضی ہے کہ ہم سب کسی کی لونڈیان بنکر رہین اور وہ ہمارے جان و مال کا مالک ہو۔ اور یہ طوق ہمارے لیے عزت کا طوق ہو۔ اور تمام عمر کے لئے ہو۔ چنانچہ اسی وجہ سے شوہر کا مرتبہ بہت بڑا سمجھا گیا ہے۔ اور مسلمہ ہے۔ حدیث قدسی اس بات کی شہادت دیتی ہے ارشاد ہوا ہے کہ "اگر مین کسی کو یہ حکم کرتا کہ دوسرے انسان کو سجدہ کرے تو عورت کو پہلے حکم کرتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے" یہ حکم بھی عام ہے خاص نہین اور نہ اس مین کوئی مابہ الامتیاز رکھا گیا۔ ایک اور حدیث مین ہے کہ

انما امراة ماتت وزوجها عنها راضی دخلت الجنة ، عورت
ایسی مرے کہ اس کا شوہر اس سے راضی اور خوش ہو وہ عورت
قطعی جنت مین داخل ہوگی۔

پس ان احادیث اور احکام کی رو سے بیویون پر شوہرون
کے تین حقوق ثابت ہوتے ہین۔

(۱) اطاعت اور فرمان برداری - وہ بھی اس درجہ کی جیسے کنیز
اپنے آقا کی کرتی ہے۔

(۲) تعظیم اور ادب وہ بھی اس حد تک جس قدر بندہ اپنے خاوند
حقیقی کی تعظیم کرتا ہے۔

(۳) رضی اور خوش رکھنا اپنے شوہر کو کہ جسکے عوض جنت ملے
پس ہر شریف اور پاک نہاد بیوی کو چاہیئے کہ ان تینون حقوق کی حفاظت
مین بجد کوشش کرے (تالی بجی)

چنانچہ مین نے ایک کتاب مین دیکھا ہے جسکے لودی ہمارے
پیشوا حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ہین کہ ایک شخص سفر کو گیا اور اپنی
بیوی کو تاکید کی کہ وہ مکان کے بالاخانے سے نیچے

نہ اُترے۔ اتفاق سے اُسکا باپ جو اسی مکان مین نیچے رہتا تھا
ایک مہلک مرض مین مبتلا ہوا۔ اس پاک نہاد خاتون نے پیارے نبیؐ
علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت مین اجازت حاصل کرنے کیلئے
آدمی بھیجا مجمع البحرین دین و دنیا کے پادشاہ نے اُس کے جواب
مین یہ ارشاد فرمایا کہ "اپنے خاوند کی اطاعت کر" اس نیکبخت خاتون
نے اِس حکم کی دل و جان سے تعمیل کی۔ لیکن اُس عورت کا باپ
مرگیا۔ مکرر اُس نے اجازت چاہی۔ جس کے جواب مین وہی حکم
ہوا کہ "اپنے شوہر کی اطاعت کر" اس خداترس خاتون نے مشیت
الٰہی پر صبر کر کے بطیب خاطر آن حضرتؐ کے ارشاد کو اپنا راہبر
بنایا جس کا انجام یہ ہوا کہ آن حضرتؐ نے اُس خاتون کو خوشخبری
دی کہ شوہر کی اطاعت جو اس خاتون نے بطیب خاطر کی اس کے
عوض ارحم الرّاحمین نے اس خاتون کے باپ کی مغفرت
فرمائی۔

اس قصے پر جس قدر عورتین حاضر تھین اس قدر متاثر ہوئین
کہ بے اختیار چلّا کر رونے لگین۔ اور ہماری عفت مآب سپہر آرا بیگم

سے ضبط نہ ہوسکا۔ مگر ان کی دادی نے جو سیدھی جانب قریب بیٹھی ہوئی تھین بہت سنبھالا۔ تھوڑی دیر تک ایک سناٹے کا عالم رہا۔

جبکہ یہ جوشش کچھ فرو ہوا سپہر آرا بیگم نے سلسلۂ تقریر پھر شروع کیا۔

ام المومنین حضرت عائشۂ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک جوان عورت نے سرورِ عالم صلعم کی خدمتِ بابرکت مین حاضر ہوکر پوچھا کہ یارسولؐ اللہ شوہر کا حق عورت پر کیا ہے حضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر بالفرض شوہر کے سر سے پاؤن تک ریم ہوجاے اور بیوی اُسکو چاٹے تب بھی وہ شوہر کی سپاس گزاری سے عہدہ برآنہ ہوسکے اور نہ اُس کا حق شکر ادا ہوگا۔

چنانچہ مصنف صاحبِ عقوق العنوان نے اپنی کتاب مین عورتون کے ہدایات کے باب مین ایک واقعہ چشم دید لکھا ہے کہ ایک لڑکی مصیبت کی ماری جو ایک ظالم اور سفاک شوہر کے پالے پڑی تھی۔ اس کی عزیز اور پیاری مان جسکی یہ لختِ جگر تھی

اتفاق سے بیمار ہوئی۔ اور آخر جان بلب ہوگئی اُس لڑکی نے
اپنے شوہر سے اجازت چاہی کہ وہ آخری دیدار کر آئے۔ اور ماں
کا گھر بھی قریب ہی تھا کچھ ایسا دور نہ تھا مگر اُس جفاکیش نے
اجازت نہین دی اور اسکی ماں کا انتقال ہوگیا۔ اُس پاک نہاد لڑکی
نے صبر و شکر کر کے کہلا بھیجا کہ میری والدہ کا جنازہ میرے گھر
کے سامنے سے لیجائین تاکہ تابوت ہی کے دیدار سے دل کی
جلن مٹاؤن اور آنسوؤن سے کلیجا ٹھنڈا کرون۔ مگر اُس خدا
ناترس نے اس کی بھی اجازت نہ دی۔ اگرچہ جنازہ اس کے مکان
کے پاس سے گزرا اور آہ و بکا کی دل خراش صداؤن نے
اُسکے دل اور جگر مین گہرے زخم ڈالے مگر خاوند کی اطاعت کا
اس قدر پاس اور لحاظ تھا کہ اُس نے اپنی جگہ سے قدم اُٹھانا تو
کیا جنبش بھی نہین کی صرف چند قطرے محبت کے چشم ہائے تر
سے بہائے اور خدائے عز و جل کی مرضی پر صبر کیا۔ لیکن اس کے
مرنے جو شمر خصائل تھا اُس نیک نہاد بیوی کے اس قصور پر کہ
آنکھون سے آنسو کیون نکلنے دیئے اس بیدادی کے ساتھ زدوکوب کیا

کہ فلک پر ملک بھی اُس مظلوم کی حالت پر روئے ہونگے لیکن اُس عورت نے اُسکو راضی برضائے اللہ کہکر قبول کیا۔ سچ ہے کہ

نہ ہر زن زن است و نہ ہر مرد مرد
خدا پنج انگشت یکسان نہ کرد

اس واقعۂ دردآمیز کے بیان سے تو حاضرین مجلس کی زخمی دلوں پر نمک پر جراحت کا کام کیا بہت روئین اور ایک عجیب سمان بندھ گیا۔

پھر سپہر آرا نے اپنے مضمون کو سلسلہ وار یون بیان کرنا شروع کیا۔

اے میری پیاری بہنو۔

اس مین شک نہین کہ مین نے آپکے ساتھ بڑی بے رحمی کی کہ اپنے گھر پر آپکو تکلیف دے کر بعوض اس کے کہ اچھی طرح سے خاطر و مدارات کرتی اور اچھے اچھے کھانے دسترخوان پر ترتیب دیکر پیش کرتی اور سامان رقص و سرود سے بزم آرائی کرتی۔ آپ کے نازک دلون کو دکھایا اور پیاری آنکھون کو آنسوؤن سے تر کیا۔ مگر

مین ادب سے عرض کرتی ہون کہ یہ رونا ہمارا بدرجہا اس ہنسی پر مرجح ہے جسکا انجام رونا ہو ؎

دریس ہر گریہ آخر خندہ ایست
مرد آخر بین مبارک بندہ ایست

اے میری بہنو۔ کیسی نیک نہاد وہ بیویان تھین جو اپنے شوہر کی اطاعت کو ہر طرح سے ترجیح دیتی تھین۔ اور جنھون نے مصیبتون کو راحت تصور کر کے صبر و شکر کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ بس آپ سے پوچھتی ہون کہ کیا وہ خواتین اور تھین۔ کیا وہ نور کے سانچے مین ڈھلی ہوئی تھین کیا اُنکے وجود ان چار عناصر سے بنے ہوے نہ تھے۔ یا ان عناصر کے اثرات باطل ہو گئے تھے کیا اسکے ساتھ نفس امارہ نہ تھا کیا ان مین عقل اور سمجھ نہ تھی وہ کیا چیز ہم مین زیادہ ہے جو اُن مین نہ تھی ؟

میرے اس سوال کا جواب یقین ہے کہ مدلل نہ ملیگا (کچھ دیر تک ٹھہر کر) کیون کیا کوئی جواب عنایت ہوگا (چار طرف دیکھ کر) نہین کوئی جواب ملنے کی امید نہین۔ اس لیے مین ہی خود ادب

سے عرض کرتی ہون کہ اُن مین جو چیز نہ تھی وہ کیا تھی۔ جہالت
ہم مین جو چیز موجود ہے یہی کمبخت جہالت (تالی بجی)
اس جہالت کی بدولت آج کے روز ہم دوسری قومون سے
ہر طرح پیچھے ہین۔ اور ہمارے اقبال کا ستارہ جھلملا رہا ہے۔ اگر
خدانخواستہ یہی لیل ونہار رہے تو ضرور ڈوب جائیگا۔ اور بدبختی
کا ستارہ اپنی منحوس صورت دکھائیگا۔ خدا ایسا نہ کرے کہ ہم اس
دن کے لیے بیحیائی کی بلا دور سے بیحیا بنکر زندہ رہین۔

اے میری پیاری بہنو۔ مین نہایت ادب سے عرض
کرتی ہون کہ اب بھی ان لوگون کے ہاتھ سے وقت نہین گیا ہے
جو یہ سمجھ کر ہاتھ پر ہاتھ مارے بیٹھے ہین کہ ہماری تو بہت گزر گئی
اب جو گزرنے کی ہے وہ بھی گزر جائے گی۔ نہین نہین ابھی
کچھ نہین گزری گزرنے کو تو یہی دن ہین جو زمانہ گزرا وہ عالم
طفولیت کا زمانہ تھا۔ اور اب ہمین آگے قدم بڑہانا چاہیئے
وہ زمانہ ہے کہ جس مین اچھے بُرے کی تمیز دوست دشمن کی
شناخت ادب اور تہذیب کا امتیاز نہین ہوتا۔

اگر ہماری جاہلیت (بچپن کا زمانہ بہت لاأبالی پن - بیہودگی اور بیکاری میں گذرا ہے تو کیا اسکے یہ معنی ہین کہ ہم بالغ ہوکر یعنی تعلیم پاکر اور صاحب فہم ہوکر بھی اسی لکیر کے فقیر بنے رہین نہین ہرگز نہین یہ بڑی غلطی ہے کہ ناواقفیت مین جو زمانہ گزرا ہو اسی پر اپنے آئندہ کے قابل قدر زمانے کو بھی قیاس کرکے پست ہمت ہوکر بیٹھ جائین اور اپنے آپکو سعادت ابدی سے محروم کرکے اسفل السافلین مین پھینک دین -

(حالی بچی)

بہرحال اے میری پیاری بہنو - ہمارا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ اپنے شوہر کی اطاعت اور فرمانبرداری کرین ایک یہی اطاعت ہے کہ مقبول اور یہی نافرمانبرداری ہے کہ مردود کرتی ہے ہماری قوم مین اگر کمی ہے تو صرف اسی کی ہے اسکے نہونے کے باعث ہزارون خرابیون سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے جس کا کوئی علاج نہین ہوسکتا - کیسی ہی خوبصورت اور پری طلعت بیوی ہو لیکن اگر نافرمان بردار ہے تو مرد کی نظرون

مین وہ چڑیل سے بدتر نظر آتی ہے۔ اور کیسی ہی بدصورت عورت
ہو فرمانبرداری کی بدولت وہ اپنے شوہر کی نظرون مین حور نظر
آتی ہے۔ اور عزت اسکے سر کا تاج ہوتی ہے۔

اس سے میرا مقصود یہ نہین ہے کہ جس قدر جاہل ہین وہی
فرمان بردار ہوتی ہین اور تعلیم یافتہ نہین ہوتین۔ نہین نہین
بلکہ اس زمانے کی بعض تعلیم یافتہ نوجوان بیگمین فرعونی دعوی
کرتی ہین کہ وہ اپنے شوہر کی بہت مطیع ہین۔ مگر اس کے ساتھ
ایک پیخ معقول کی بھی لگائی جاتی ہے یعنی اطاعت کرنے کا
اعتراف اور اقرار ہے۔ مگر وہ حکم جو خاوند دے ضرور ہے کہ معقول
ہو۔ مگر افسوس ان نامعقولون کی سمجھ مین یہ نہین آتا۔ کہ معقول۔ اور نا
معقول کی تمیز تم کسطرح کرسکتی ہو۔ اور تم ہو کون تم تو لونڈی ہو اپنے
شوہر کی باندی کا کام یہی ہے کہ آقا جو کہے اسکی تعمیل کرے۔

رموز مملکت خویش خسروان دانند

کیا مین ایسی نوجوان بہنون کو جنکے خیالات ایسے ناقص ہین۔
تعلیم یافتہ کہہ سکون گی استغفر اللہ ایک سنٹ کے بیٹے

ان کو تعلیم یافتہ نہ کہوں گی بلکہ ایسی تعلیم یافتہ سے وہ جاہل عورت اچھی جو اس شعر پر عمل کرتی ہو ۔

اگر شہ روز را گوید شب است این
بباید گفت اینک ماہ و پروین

(تالی بجی)

فرمان برداری حقیقی وہ ہے کہ بغیر کسی ایراد و تردید اور چون و چرا کے فوراً تعمیل حکم کرے ۔

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بیوی کو کسی وجہ سے اپنے شوہر کی تعمیلِ حکم گراں گذرتی ہے ۔ مگر چاہیے کہ اس وقت بھی بغیر کسی جھجک اور اظہار ناخوشی کے بسروچشم تعمیل کرے ۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ بیویاں بجو توئی سے لپنے شوہر کے حکم کی تعمیل کرنی تو کجا ۔ صدہا ایرادات پیش کرتی ہیں اور خاوند کی معلمہ بننے پر آمادہ ہو جاتی ہیں اگر خاوند نے مروت سے طرح دیدی تو بس پھر کیا تھا وہ ہمیشہ کے لیے اسکے نزدیک کھلونا ہو گیا ۔ نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ اپنی عقلمندی جتانے کے لیے اسکو بنانے لگتی ہیں ۔

اگر کوئی مرد طبیعت کا جاہل اور تیز ہوا تو پھر کیا ہے بیوی کے چونڈے کے بال ہین اور میان کے ہاتھ۔ اسکی پیٹھ ہے اور اُسکی لکڑی یا جوتی یا پتھر۔ جو کچھ اس غصے کی حالت مین اسکے ہاتھ آجاے گویا نعمت غیر مترقبہ ہے۔ اگر عورت بھی مزاج کی تیز اور پوچ اور لچر ہوئی تو نورٌ علیٰ نور مرد کی مار کا جواب گالی سے دیتی ہے۔ اور گالی بھی ایسی فحش کہ نعوذ باللہ گویا پتھر ہے کہ کسی نے کھینچ مارا۔ یا بندوق کی گولی لگا دی۔

اس جہالت کا انجام یہ ہوتا ہے کہ جہان دو چار بار آپس مین ان بن ہوئی کہ بس جاہل عورت اپنی جان پہ کھیل جاتی ہے یا باولی مین گر کر اپنی جان دیتی ہے یا پھانسی کو اپنے لیے اجل کا طوق بناتی ہے یا زہر کو اپنی موت کا نوالہ۔ اگر خدا نے ان بلاؤن سے بچایا اور طبیعت مین کچھ متانت ہوئی تو بس مرد سے بات چیت یک لخت موقوف۔ ادھر وہ سر والے پنے ہوے۔ اور ادھر یہ تقاکبوتری۔ کبھی باندی پر غصہ نکالا۔ ماما کو گالی دی۔ چھوکری پہ لپک پڑی بچون کو ناحق پیٹنے لگی ~

نوچیدن و پھاڑیدن و بر اہنگ پڑیدن
بدرزتو پی ز نوکتا زتو آموخت

سے کے مصداق ہو جاتے ہین -

اس ظرافت آمیز طرز بیان سے نے مجلس مین جسکا رنگ روکھے سے ذرا پھیکا پڑ گیا تھا - دوبارہ جان ڈالدی - بہت سی بیگمات کھلکھلا کر ہنس پڑین اور بہت زور سے تالی بجی -

سپہر آرا بیگم کی دادی اپنی پوتی کی لیاقت اور سحر بیانی پر دل و جان سے قربان ہو رہی تھی - ماں کا یہ حال تھا کہ فرطِ محبت اور شادمانی سے آنکھین ڈبڈبا آئین دل ہی دل مین اسکی خیر منائی اور کچھ دعا پڑھ کر دور ہی سے دم کرنے لگی -

پیاری بہنو سچ تو یہ ہے کہ میان بیوی کا معاملہ بہت نازک ہے جو عورت اپنے مرد کے ادائے حقوق مین کوتاہی کرے تو دنیا مین حقیر اور آخرت مین ذلیل ہو گی - ہان مین کیا عرض کرتی تھی (کچھ ٹھہر کر) جو باتین جاہل عورتون کی مین نے عرض کی ہین - وہ درحقیقت کسی شریف زادی کے لیے سو جنم بھی اگر مر کے پھر پیدا ہو تو قسم ہے

خاتون جنّت کی کسی طرح سزاوار نہین شوہر کو خوش کرنے کا ذریعہ
سب مین عمدہ اور سب سے بہتر یہ ہے کہ آنکھ بند کرکے فوراً
اسکے حکم کی تعمیل کرے - بفرض محال وہ خلاف مرضی ہی کیون نہو
اگر یہ خیال ہو کہ عذر کرنا چاہیئے تو اُس وقت ٹالدے کسی ایسے
موقع پر کہ جب شوہر کا مزاج خوش ہو اور اُسکو اپنی طرف متوجہ پاے
اور یہ یقین بھی ہو کہ اس وقت اگر وہ اپنا اُظہار مدعا کرے گی تو کوئی
بات اسکی قبولیت مین حائل نہ ہوگی - نہایت ہی کشادہ پیشانی اور
محبّت اور ادب اور عجز اور کمال انکسار سے اُسکو ظاہر کرے
اب اس سے بڑھ کر خاوند کو راضی رکھنے کے لیے کیا حکم خدا کا
ہوگا کہ اس پاک پروردگار نے اجازت دی ہے کہ اگر کسی کا
شوہر بدمزاج ہو اور اپنے کھانے کی نسبت نمک کی تیزی یا پھیکا
ہونے کی تکرار کرے تو عورت فرض روزے مین نمک چکھ لیا
کرے سبحان اللہ خدا کا فرض روزہ خدا کے نزدیک مکروہ ہو جانا ویسا
برا نہین جیسا کہ شوہر کا ناراض ہو جانا - اور نفل روزہ و نماز مین
تو یہ صاف حکم فرمایا ہے کہ بلا اجازت شوہر کے یہ نماز قبول ہی نہین

ہوتی۔

دوسرے۔ ادب اور تعظیم اس کے متعلق مین کیا عرض کرون
سمجھنے کا مقام ہے کہ جسکی اطاعت اور فرمان برداری کے لیے
خدائے پاک نے اس قدر تاکید فرمائی ہے تو پھر اُس کے ادب
اور تعظیم کا کیا پوچھنا مگر افسوس ہم مین ادب کا مادّہ بالکل رہا ہی نہین
یا یہ کہو کہ اگر رہا ہے تو بالکل ناقص جہان خاوند نے کسی بات پر
عورت کو گھُڑکا یا اور کوئی بات کہی کہ جسکو عورت صحیح نہین سمجھتی۔ اور
اسکو وہ اس وقت تحقیق نہین کرسکتی تو عورت نے تڑ سے کہدیا
کہ نہین میان یہ تو بالکل جھوٹ ہے توبہ توبہ۔ اس گستاخی کی کوئی
حد بھی ہے اور پھر اسی پر اکتفا نہین ہوتا بلکہ عورت اسکے درپے ہوتی
ہے کہ اس واقعی کو جھوٹ ثابت کرکے رہے اور اپنے شوہر کو جھپائے
خاوند اگر کسی بات پر اس سے اصرار سے کہے کہ واقعی ایسا ہوا ہے تو عورت
بہت ہی بیہودہ لہجہ اور غمزون سے جسکو وہ خوش ادائی سمجھتی
ہے رخسارون پر ہاتھ رکھ کر دن وہاڑے صاف کہہ بیٹھتی ہے کہ
اجی میان یہ جھوٹ بولنا تم نے کس سے سیکھا۔ اوئی تمہاری جھوٹ

کی کوئی حد بھی ہے توبہ کرو۔ بندی نے تو کبھی اسکو باور کیا ہے نہ کرگی
اگر کوئی نیم مہذب لڑکی ہے تو وہ ان الفاظ مین جواب دیتی
ہے کہ آپکی اس بات کا مین کیا جواب دون گویا شوہر کا کہنا غلط ہی
اسے توبہ توبہ ایسی نا لایق بیویون کا خدا جانے حشر کس کے
ساتھ ہوگا۔ وہ اپنے خاوندون کو کس طرح خوش رکھ سکتی
ہین اور کب خاوند اُن کا اُن سے خوش رہ سکتا ہے۔ اور
اب کا حال دیکھیے کہ خاوند سامنے کھڑا ہے۔ اور بیوی مسند تکیہ
لگائے بیٹھی ہوئی ہے۔ نہ سر پہ پلّو ہے نہ سینے پر آنچل۔ پاون
دراز کئے ہوے نہایت ہی نخوت اور بے پروائی کے ساتھ
اپنی باندیون چھوکریون کو گھڑکتی یا گالیان دے رہی ہے اگر
خاوند نے کہا کہ اتنا غصہ عورت کو نہ چاہیئے۔ بس غضب ہو گیا۔
ادھر کی بلا ادھر نازل ہو گئی۔ اگر اتفاق سے گھر مین باہر کی بیبیان
مہمان آئی ہین تو اُنکے اور دکھانے کے لیے کہ ہم نے
بھی اپنے خاوند کو اس طرح الّو کا پٹھا بنا رکھا
ہے کہ جو چاہین کہین۔ مگر خاوند لب تک

نہ ہلاسے۔ بہت اونچی آواز سے دھمکی کے لہجہ مین باتین کرتی ہین کبھی قہقہہ لگایا اور کبھی سب کو سنانے کے لیے کہدیا کہ او دیکھو میان مین نے جو فرمایش کی تھی اگر وہ پوری نہ ہوگی تو یاد رہے کہ تم ہو نہین ہون۔ دیکھو جتاسے دیتی ہون خدا کی قسم مین کھانا نہ کھاؤنگی اور نہ تمہین کھانے دونگی"

... الغرض جاہل اور بے سمجھ عورتین اپنے شوہر کو اپنا مطیع کرنا باعث فخر سمجھتی ہین اور اپنے آپکو اس کا مطیع اور فرمان بردار مشہور کرنا موجب ننگ اور جو عورتین متمول ہوتی ہین اگر کسی غریب کے ساتھ یا اپنے سے کم مرتبہ والے کے ساتھ بیاہی جاتی ہین تو ان کا دماغ آسمان چہارم پر پہنچ جاتا ہے وہ تو اپنے شوہر کو غلام سے بدتر سمجھنے لگتی ہین۔ شوہر کا ادب کرنا۔ ان نالائقون کے نزدیک اپنی وقعت کو گویا دھبہ لگانا ہے۔ اور خاوند سے اپنی تعظیم کرانی اسکو نہایت درجہ کی دانشمندی اور چالاکی اور حسن لیاقت سمجھتی ہین۔ ایسی سمجھ والیون سے خدا سمجھے۔ (رتالی بچی)

تیسری۔ رہی صحبت۔ یہ تو نہایت ضروری ہے۔ بغیر اس کے

اطاعت اور ادب ہو نہیں سکتا۔ جس کے دل مین محبت نہ ہو
نہ اس کے دل مین خاوند کی وقعت ہوتی ہے اور نہ اطاعت کی
طرف اُس کا دل مائل ہوتا ہے۔

میری پیاری بہنو۔ عورت کو چاہیئے کہ ہر حال مین اپنے
شوہر کو راضی رکھے۔ اور عورت جب ہی راضی رکھ سکتی ہے جب
اسکے دل مین اپنے شوہر کی سچی محبت ہو۔ جب سچی محبت ہوتی
ہے وہان اس مین شک نہین کہ بدگمانی ضرور بڑھ جاتی ہے مگر
جو مرد منصف مزاج ہوتے ہین عورت کی اس بدگمانی کو بھی عین
محبت کی دلیل سمجھتے ہین۔ ویسے ہی عورت کو بھی اپنے شوہر کی
بدگمانیون کو محبت کی نظر سے دیکھنا چاہیئے اور یہ لازمی کیا بلکہ مسلمہ
امر ہے کہ

عشق است و ہزار بدگمانی

یہی میری بہن زبیدہ نے میرے دولہا بھائی یعنی اپنے خاوند کو
کسی موقعہ پر کہا تھا کہ میری بدگمانی سے آپ خفا نہ ہون۔ جس قدر
مجھے آپ کے ساتھ محبت زیادہ ہو گی۔ میری بدگمانی بڑھتی جائیگی

وہ عورت ہی کیا اور اس کی محبت ہی کس کام کی جس مین ساتھ
بدگمانی شریک ہو مگر یہ بدگمانی ہو سچی محبت اور دلی اُس کے ساتھ
الغرض مین ایک بزرگ کا قول لفظا بلفظ نقل کرتی ہون
جو کسی کتاب مین لکھا ہوا ہے - اس بزرگوار نے اپنی بیٹی کی
شادی کے وقت ایک دلچسپ نصیحت کی تھی اور وہ یہ تھی
کہ ''بیٹی جس گھر مین تو پیدا ہوئی تھی اس سے اب تو نکلتی ہے
ایسے بستر پر جاتی ہے جس سے تو واقف نہین ہے - ایسے
آدمی کے پاس رہیگی جس سے پہلے الفت نہ تھی - پس اسے بیٹی
تو اسکی زمین بنیا وہ تیرا آسمان بنیگا تو اس کے آرام کا خیال رکھنا وہ تیرے
دل کا آرام بنیگا تو اُسکی لونڈی ہونا وہ از خود تیرا غلام بنجائیگا
اپنی طرف سے اُسکے پاس نہ جانا کہ وہ تجھ سے نفرت کرے اور نہ
اُس سے دور رہنا کہ وہ تجھکو بھول جاوے - بلکہ اگر وہ تیرے
پاس آوے تو تو اُسکے قریب ہونا اور اگر علحدہ رہے تو دور رہنا
اُسکے ناک کان سب کا ادب کرنا - اس طرح سے کہ تجھ سے بجز
خوشبو کے اور کچھ نہ سونگھے اس کے کان جب سنین تب اچھی

بات سنین اسکی آنکھین جب دیکھین تب اچھی بات دیکھین ؎
اے میری پیاری بہنو۔ یہ فقرے آب زر سے لکھنے کے
ہی قابل نہین ہین۔ بلکہ دل کا نورتن بنانے کے لایق ہین خالص
اور بے غرضانہ محبت سے اطاعت کرنا اسکا نام محبت ہے۔ اسکی
خدا ہم سب کو توفیق دے (ثالی جی)
نہ یہ کہ ہماری قوم کی اکثر عورتون کی محبت۔ جب تک شوہر کچھ
دیتا لیتا رہے اور سلوک کرتا رہے۔ اسوقت تک وہ مرد میان
بھی ہے شوہر بھی ہے خاوند بھی ہے خدا بھی ہے ورنہ بیوی
اپنے پاپوش کی برابر ہی نہین سمجھتی۔ جبکہ خاوند یہ دیکھتا ہے کہ
عورت کی محبت غرض کی ہے تو اسکا دل ضرور آزردہ ہوتا ہے۔
جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ میان بیوی سے کشیدہ خاطر ہو جاتا ہے
اور اسکی طرف زیادہ متوجہ نہین ہوتا۔ ادھر بیوی نے دیکھا کہ
شوہر کی کم توجہی کے باعث اسکے اغراض پہ پانی پھرنے والا
ہے تو پھر اسکو یہ سوجھتی ہے کہ خاوند کو جنتر۔ منتر۔ تعویذ فلیتہ
اور دوا دارو سے مسخر کرے۔ اور جس طرح بن پڑے

اپنے اغراض کو پورا کرے۔ حالانکہ ان دیوانیون کو اتنی بھی خبر نہین کہ خنتر منتر۔ اور عمل حب مین کیا رکھا ہے۔ تمہاری سچی محبت سے زیادہ کوئی تسخیر کا عمل نہین ہو سکتا۔ کیسا ہی خاوند ظالم۔ جابر۔ دیو۔ کیون نہو عورت کی سچی محبت اسپنے دام مین اسیر کر سکتی ہے۔ بہرحال محبت کا دامن نہایت وسیع ہے اور اسکے باغ مین نہایت خوشنما اور خوشبودار پھول ہین۔ خدا سب تعالے نے سب کو توفیق دے کہ محبت کو ہاتھ سے نہ دین۔

اب مین اپنی تقریر ختم کرتی ہون اور دعا کرتی ہون کہ حاضرین جلسہ کے دلون پر نقش ہو جائے کہ سب محبت کی شاہراہ کے رہرو بنین۔

مین نے گو آپ کو تکلیف دی۔ مگر آپ کی تشریف آوری میرے لیے باعث عزت ہوئی۔

زبیدہ بیگم نے اٹھکر ان الفاظ مین تقریر کی

میری پیاری بہنو۔ میری جان۔ کلیجے کا ٹکڑا۔ میری سہیلی بہنون بلکہ میری حقیقی بہن سے زیادہ غمخوار سپہر آرا بیگم نے اس وقت

اپنی لیاقت خداداد کی بدولت جو دلچسپ اور سحر آمیز تقریر کی ہے وہ بھولنے کے لایق نہین - ہم سب کو اپنی زندگی کے لیے اس کو رہبر طریق بنانا چاہیئے اور ان نصیحتون کو اپنی سوسایٹی کی سہیلیان بناکر ان سے استفادہ حاصل کرنا چاہیے - اس مین شک نہین کہ اس لایق ہونہار لڑکی نے اس وقت اپنی سحر بیانی سے ہمارے دلون پر اپنے مضمون کا نقش کندہ کر دیا - اور بے بہا موتیون کے خریطون سے ہمارے دلون کے خزانے مالامال کر دیئے اگر ہم ان کی قدر نہ کرین تو ہماری قسمتی ہے - مین اپنی بہن کو اس خداداد لیاقت اور قابلیت پر مبارکباد دینے کے علاوہ دہری مبارکباد دیتی ہون کہ وہ انشاء اللہ تعالیٰ آیندہ ہفتہ مین ایک ایسے نیکبخت خوشخو و خوش سیر - لایق - سنجیدہ - مہذب مرد کی بیوی اور اصلی آرام جان بننے والی ہے جس کے حسب و نسب اور نام اور نشان سے سب واقف ہین - لیکن اب تک اظہار نہین کیا گیا کہ وہ کون ہے جس کے ساتھ یہ پیوند ہونے والا ہے - اب مین عرض کرتی ہون کہ وہ میان نصیر) ہین -

اس فقرہ پہ چار طرف سے ۔ مبارک مبارک ۔ سلامت سلامت ہُرّے ہُرّے ۔ کے نعرے بلند ہوئے اور اس قدر زور سے تالیاں بجیں کہ گھر سر پہ اُٹھ آیا ۔

میری پیاری بہنو سب کی سب میری اس مبارکباد کے ساتھ شریک ہوکر پیاری سپہر آرا بیگم کو پیشگی مبارکباد کے پھولوں کے ہار پہنانے اور بدھیاں دینے میں مہربانی سے شریک ہوں ۔ سب نے اُٹھ کر مبارکباد دی ۔

اور زبیدہ نے پھول کے ہار جو اپنے ساتھ لائی تھی پہنا کر چٹ چٹ بلائیں لیں ۔ سپہر آرا نے سب کو ادب سے حسب مراتب آداب اور سلام کیا ۔ مگر اس قدر شرمائی کہ فرط مسرت سے آنسو نکلنے کے قریب تھے ۔

سپہر آرا ۔ کی دادی دردانہ بیگم نے سپہر آرا کو گلے سے لگایا ماں نے بھی چٹ چٹ بلائیں لیں ۔ اور گلے سے لگا کر رونے لگی کہ ایسی نازوں کی پلی لایق بیٹی ایک ہفتے کے بعد ہم سے جدا ہوکر دوسرے کے بس میں جانیوالی ہے ۔

سپہر آرا کو بھی رقت ہوئی۔ ان دونون کے گلے مل کر رونے نے کہ ساری محفل کو رلا دیا۔ عجیب سمان تھا۔

راوی۔ اللہ اللہ۔ جو صاحب اولاد ہین خصوصاً بیٹیون والون کے دل سے کوئی پوچھے کہ بیٹیون کا اپنے سے چھٹکر دوسرے کے گھر جانا۔ اور بے بس ہونا کیا کیفیت پیدا کرتا ہے۔ اللہ تعالے انجام بخیر کرے۔ ہم بھی سپہر آرا کو مبارکباد دیتے ہین۔ اللہ تعالی اس نیک نہاد خاتون اور اُس کے لایق دولہا دونون کو شادو خرم اور باعمر اور صاحب آل و اولاد کرے۔ آمین ثم آمین۔

رفیق کے گھر دعوت

آج نواب ذی شان اپنے احباب اور رفقا کے ساتھ در رفیق ا کے گھر مدعو ہوے ہین۔ ان کی دختر نیک اختر کی سالگرہ ہے۔

یہ رفیع الشان مکان نہایت عمدہ منظر پر واقع ہوا ہے لیکن غلطی قطع کا کمرے ایسے سجے ہوے جیسے عروس کی خلوت در و دیوا

سقف وستون آئیل پینٹنگ سے مانی و بہزاد کی یادگار بنے ہوئے ہین۔ فرنیچر صرف دیوانخانے ہین۔ دیوارگیریان گویا مکان کی زینت بنی ہین۔ سبز رنگ کے کنول خوشنما خوشرنگ میزبان کی سرسبزی کی خبر دے رہے ہین ہر ایک کنول دیوارگیریون اور جھاڑون کا بنیش بہا تھا موہی شمع قدرت انتہا داہنے بائین ایک ایک جھایا وہ بھی بابل بہ سبزی۔ دری پر چاندنی شفاف جیسے بگلی کا پر۔ ایک حجرے مین مسہری گنگا جمنی پائے۔ململ کی پوشش۔ چھتری مین جھالر لگی ہوئی لیس ٹکی ہوئی۔ ہوائی تکیے پیش بین رکھے ہوئے گلدستے محفل مین جا بجا گل سبد سجے ہوئے۔ لولیان شوخ و شنگ یعنی طوایف منتخب حاضر ہین۔ نواب صاحب معہ رفقا گرمیون کے باعث صحن مین تشریف فرما ہوئے جہان سب سامان مہیا تھا۔ ایک لکھنو کی رنڈی جو اپنا تخلص نور کرتی تھی ؎

برس پندرہ یا کہ سولہ کا سن

جوانی کی راتین مرادون کے دن

حاضر ہوئی جسنے اُسکے روئے زیبا کو دیکھا سبحان اللہ ماشا اللہ کہا۔

نواب کے رفقا مین سے یہ لوگ حاضر تھے۔ قلندر۔ ظریف الدولہ لالہ۔ نعمانی۔

پنڈت رام بھٹ۔ اور بدر الدین ضیا جسکو نواب سے بھی تعارف اور محبت ہے حاضر لیکن ان کو رفیق نے اپنے طور پر بلایا ہے

ناظرین نے اس محفل مین نعمانی ایک نیا نام نواب کے رفقا کی فہرست مین دیکھا ہوگا۔ ضرور یہ نام نیا معلوم ہوتا ہے۔ مگر یہ نواب کے قدیم رفیق ہین۔ چند روز کے لیے اپنے وطن گئے ہوے تھے۔ اب حال مین ان کا خیر مقدم ہوا ہے۔ یہ صاحب گو عالم نہین مگر متوسط درجے کے قابل ہین۔ ان کا علم تازہ ہے۔ عربی۔ فارسی۔ اردو سے واقف ہین انگریزی آتی نہین۔ لیکن شوق ہے۔ سِن کوئی پچاس کا ہے۔ نہایت ذکی الطبع۔ سخن فہم۔ وسخن سنج۔ ہنس مکھ خوش مزاجی کا گلدستہ۔ آزادی پسند۔ جہان بیٹھ گئے وہان بیٹھ گئے گویا اسی کے ہو رہے۔ طبیعت کی ضرورت سے زیادہ تیزی یہ کہتی ہے۔ ع

اے روشنیِ طبع تو بر من بلا شدی

علایق کی فکر البتہ حصہ بقدر حبثہ اُن کے ساتھ لگی ہوئی ہے اور
اس میں رات دن مستغرق رہتے ہیں۔

الغرض جب محفل عیش و نشاط مہیا ہوئی۔ اور لولو کا مجرا شروع ہوا
اور اس نے حضرت غالب مرحوم کی یہ غزل شروع کر دی۔

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں
روئیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں

اس غزل کو نہایت پر درد اور سریلی آواز میں گایا۔ اور تان پلٹے میں
اپنا جوہر دکھایا۔

حاضرین مجلس اس کے گانے پر عش عش کر گئے۔

نواب نے نعمانی کو اشارہ کیا کہ کچھ چھیڑ چھاڑ شروع ہو۔

ظریف۔ (نواب کی طرف دیکھ کر) این پریوش مغرور معلوم می شدہ
باشد۔

نعمانی۔ واللہ رے۔ می شدہ باشد۔ کی اچھی کہی

ظریف۔ آنحضور کیا جانو فارسی۔ از خاک پاک شیراز استاد
مابدولت بودہ باشد۔

نعمانی اور قلندر ملے - ہمیں بھیج لو ہو باشد -

نعمانی - (نور سے) کیوں بی نور - واللہ تم نے نور کی صورت پائی ہے مگر نصیر الدین ضیا اور تمہارے تخلص دونوں کا اس محفل میں عقد ہو تو کیا اچھا ہو -

نور - (تبسم کر کے بہت ہی بے اعتنائی سے) حضور کی بڑی مہربانی ہوگی -

ضیا - نور میں نور مل گیا - علیحدہ ہو تو عقد بھی ہو -

نعمانی - سبحان اللہ پھر تو نور علیٰ نور ہوا -

نعمانی کے اس فقرے کی سب نے داد دی -

نواب - واہ نعمانی صاحب کیا کہنا -

نعمانی - بندہ آداب عرض کرتا ہے -

ظریف (نور سے) کیوں بی نور بادولت تمہارے روبرو کیسے ہیں -

نور - جی - جیسے چندر چکور

نواب - (نعمانی سے) اجی یہ زنڈی کیا حاضر جواب ہے - مگر غرور

حسن میں ڈوبی ہوئی ہے

نعمانی - جی ہاں غرور کی عزت اگر دوبالا ہوئی تو حسن ہی کی بدولت ہوئی - ورنہ غرور بندی کے لیے کسی طرح سزاوار نہیں - اور نہ غرور نے کسی کو پھلنے پھولنے دیا -

رفیق نے شامپین کا حکم دیا - نعمانی ساقی محفل بنے - اور دور شروع ہوگیا ؎

دور چلے دور چلے ساقیا
اور چلے اور چلے ساقیا

ہمارے نواب ذیشان - اور قلندر - اور پنڈت اور منیا - شریک مے نوشی نہیں ہوئے -

نواب - (نعمانی سے) ہاں کیوں مہربان کچھ کہیے -

نعمانی - خیر اگر آپ استعمال نہیں فرماتے تو مضائقہ نہیں - لیکن ہماری اس رباعی کو لکھ رکھیے -

قطعہ

بطعم تلخ چو نبید پید - لیک مفید ، بہ پیش مبطل باطل نہ زود تا حق

حلال گشتہ بفتواے عقل پروانا　　حرام گشتہ بفتواے شرع بر احمق

اور کیا عرض کرون بس جاے ادب ہے خیر لیجیے ایک دور جام بی نور

کو تو بھی دیجیے - یہ کہکر بھرا ہوا جام نواب کی خدمت مین پیش

کیا تاکہ نور کو عطا ہو -

نواب - یہ کس کی رباعی تھی - بات تو ٹھیک ہے مگر احتیاط کرنا

مضائقہ نہین - یہ کہکر جام نعمانی سے لیا اور بی نور کو مرحمت فرمایا

نور نے ایک اداے دلربایانہ سے جام لیکر مجرا کرکے کہا ؎

گر یار مے پلاے تو کیون کر نہ پیجیے

زاہد نہین مین شیخ نہین برہمن نہین

اور دوبارہ مجرا کرکے بیٹھ گئی

نعمانی - (نواب سے) ملاحظہ فرمایا آپ نے اسکی شوخی مین بھی

غرور ہے - اور یہ سب حسن کی بدولت ہے - ورنہ اس غرور کو یہ رونق

کب ہوتی - سب مین اگر ذلیل کرتا ہے تو غرور دوست کو دشمن بناتا

ہے تو غرور - یارون کو اغیار بناتا ہے تو یہی غرور - بادشاہ مین اگر

غرور ہے تو رعایا نفرت کی نظر سے دیکھتی ہے - وزیر مین غرور ہو

تو وہ بھی دلعزیز ہونے کا مستحق نہیں۔ فقیر کو غرور سب کی نظروں میں حقیر کر دیتا ہے۔ امیر کو غرور ہمجنسوں اور ہم چشموں میں ذلت دیتا ہے مگر وادرے حسن کی بادشاہی قربان اس کے غرور کو اپنے دربار میں جگہ دیکر کس نے عزت بخشی کی ہے اسی حسن نے حسن کے دربار کی وزارت اسی غرور کو نصیب ہوئی ہے معلوم ہوتا ہے کہ انکا تال میل روز ازل سے ہے۔ اور ابد تک رہے گا۔ غرور گو حسن کا پروردہ ہے مگر حسن کے ساتھ میل جول پیدا کرکے اور ایک جگہ رہ کر "ہم رنگ نہ رنباشد" کا مصداق ہو گیا ہے حسن خود ایک انمول چیز ہے مگر بغیر غرور کے ادا شناس جوہریوں کی نظروں میں جچتا نہیں اگر غرور نہ ہو تو اسی حسن کا رنگ جسطرح طعام بے نمک ہوتا ہے پھیکا پڑ جاتا ہے حسن سے اس کی عزت ہے۔ مگر اسی غرور کی بدولت حسن کے دربار کے تجمل اور شان و شوکت کو چار چاند لگے ہیں۔ حسن کے دربار کا اوج موج غرور سے بڑھا ہوا ہے۔ اگرچہ گل کے پہلو میں جس طرح خار ہوتا ہے وہی مثال غرور کے لیے حسن کے ساتھ صادق آتی ہے مگر خار کی بدولت گل کی قدر و منزلت

جس طرح زیادہ ہوتی ہے۔ ویسے ہی حسن کے دربار کی وقعت غرور کے ساتھ ہے۔

حسن گو محسن ہے غرور کا مگر غرور بھی وفادار اور جان نثار ہے حسن کا۔ حسن سے اگرچہ معراج ہے غرور کو۔ لیکن شمع غرور سے بزم حسن کی رونق دوبالا ہے۔ اگرچہ غرور ہیرے کی کنی ہے اگر کھائے تو سم قاتل ہے۔ لیکن اس سم کی خاصیت نے الماس کو بادشاہون کے سر کے تاج کا ستارا بنا دیا ہے اور اسی اثر نے ذرے کو آفتاب بنا کر چمکا دیا۔ اس مین جو حلاوت ہے وہ بزم حسن مین نہین اسکی بہار مین خزان کا گزر نہین سب کے کشتے پانی مانگتے ہین مگر اس کے کشتے پانی نہین مانگتے۔ اسکے مجروح حق نمک جو ادا کرتے ہین وہ کسی سے ہو نہین سکتا۔ لطف بہار زندگانی اگر ہے تو اسی سے ہے حسن کی تیغ مین باڑہ اسی غرور کی ہے ادائین اسی غرور کے دامن عاطفت مین پرورش پاتی ہین۔ حسینون کو شوخی کی تعلیم غرور ہی کے مدرسے مین ہوتی ہے غمزے اسی میدان کے گل چلے ہین۔ عشوے اور کرشمے اسی

دریاے غرور کے گھاٹ کا پانی پیے ہوے ہین۔ معشوقون کی کجروی۔ طبیعت کی تیزی سیف زبانی۔ نازآفرینی۔ بانکپن کو اگر رونق ہے تو اسی آفتاب غرور کی شعاؤن کی روشنی کی بدولت ہے۔ غرور کا اگر بول بالا ہوا تو حسن کی بدولت اور حسن کا حسن جو دوبالا ہوا اسی غرور سے ہوا۔

نواب نے یہ سنکر کہا کہ واقعی آپ نے دلچسپ تقریر کی۔

ظریف۔ (نعمانی سے) اُنھکو اس لگائی ہے۔

نور نے گلوریان بنائین اور پہلے نواب کی خدمت مین پیش کین نواب نے آہستہ سے کان مین کہا کہ ظریف کو بناسے مگر رنڈی مغرور حسن تھی ادب سے عرض کیا کہ حضور باندی کو معاف رکھین کہین ایسا نہو کہ بوڑھا خلاف تہذیب اس محلس مین کچھ کہہ اُٹھے۔ نواب نے کہا کہ وہ غیر مہذب نہین ہین۔ لیکن ہنسوڑ ضرور ہین۔

نور نے حسب ایماے نواب حاضرین محلس کو بھی گلوریان دین۔ جب **نعمانی** کے پاس پہنچی تو نعمانی نے یہ مصرع کہہ کر گلوریان

یعنی ع

خدا جانے ادا یہ کرینگی قتل کس کس کو

نور (ایک ادا سے دلربایانہ سے) حضور کے دشمنوں کو!

نواب اور حاضرین۔ اہو ہو ہو۔ کیا برجستہ جواب دیا۔ سبحان اللہ۔

ظریف۔ جواب بھی کلہ بجلہ تھا لیکن این ماہ وش شاگرد رشید ما اگر شدہ بودے در فنِ جواب دادن اُستادی شدہ باشی۔

نور۔ سبحان اللہ شدہ باشی کی ایک ہی کہی واہ استاد۔ ہاتھ تو دینا۔

ظریف۔ اینٹھ کر چٹ سے اُٹھے۔ اور ہاتھ میں ہاتھ دیا۔ اُس نے جوں ہی ہاتھ میں ہاتھ لیا ایک جھٹکا دیا۔ دہم سے ظریف رنڈی ہی پر گرے۔

نعمانی ۔اور **رفیق** نے پھرتی سے سنبھال لیا ورنہ زیر و زبر ہو ہی گیے تھے برابر ہم دونوں کے سر ٹکرا گئے۔

نور اے ہے قسم خدا کی۔ میں اگر یہ جانتی کہ بوڑھا اتنا کمزور اور بودا ہے کہ ذرا سے جھٹکے میں میرے ہی سر پر آرہے گا۔ تو میں اُدھر

نہ ڈھکیل دیتی۔

ظریف - اُخّہ اُدھر ڈھکیلنا کیا معنی۔ تیری میری جوڑی نہیں کہتی؟

نور - واللہ۔ یہ تو آپ ہی پر پھبتی ہوتی ہے

ظریف - کیا من بوڑھا ہستم

نور نہ۔ پیر نابالغ۔

لُغاتی - سبحان اللہ۔ سبحان اللہ جواب اسے کہتے ہین اور ادھر مخاطب ہو کیون۔ بی نور اگر کسی ایسے بوڈھے سے تمہارا عقد ہو جاے تو۔

نور - سبحان اللہ حضور۔ وہی آپکا فقرہ کہ نورٌ علےٰ نور۔ ہوگا۔

اتنے مین پنڈت نے ظریف الدولہ بہادر کو گدگدی کی۔

ظریف - (پنڈت کی طرف دیکھکر) کیون بجا۔ اس وقت تو حسن گلوسوز کے جلوے دیکھکر موسیٰ بنے جارہے ہین - اور کہتے ہین کہ ؎

نصاب حسن در حد کمال است

زکوٰتم دہ کہ مسکین و فقیرم

اور ہونے گدگدی شروع کردی ۔ دو دن ایک ہاتھ یہ کہہ کر سر وہیں کھینچ
بھلا اب بینڈ منٹ کا قدم کس طرح ٹکے ۔ گھبرا کر اٹھا ۔ رفیق نے روک لیا
محفل میں ایک فرمایشی قہقہہ ہوا ۔ اب میاں ظریف شاہین
کی ہوا میں مست ہوئے جاتے ہیں ۔ اور نعمانی بھی مستانہ وار جھوم
رہے ہیں ۔

رفیق تہذیب کو کام میں لانا چاہتے ہیں ۔ اگر نشہ کا جب دباوا ہوتا
ہے تو بس ان کی تہذیب کے قدم بھی اکھڑ جاتے ہیں ۔ بہرحال ہم
اپنے کو سنبھالے ہوئے ہیں قلندر نے نوافل کی لڑ لگادی ۔ ابھی
تک سجدہ سجود میں ہی ہیں ۔

اتنے میں رفیق کے خدمتگار نے اطلاع دی کہ دوسرا طائفہ
بھی آگیا ۔

رفیق نے کہا بلالو ۔ یہ حیدرآبادی طائفہ ہے لیکن تلنگ و بہار
کا رہنے والا ۔ اس طائفہ کی بائی جی ۔ نہایت ہی ٹھنڈی اور بڑے
درجہ کی مسخری ہے ۔ نواب اور ظریف نے پہلے انکا گانا احباب
کی دعوتوں میں سنا ہے اور جب ہی سے انکو پہچانتے بھی ہیں ۔

نام اس کا گیندا اچھو ہے - اور اسی نام سے مشہور ہے - لیکن ایک دو چھوکریاں اس طائفے کی خوش گلو - اور خوشرو بھی ہین -

ظریف (رفیق کی طرف دیکھ کر) واللہ آپکو بھی کیا سوجھی کہ اس گینڈی کو بلایا -

گیندا - گیندا نہ ہو تو سپاہی سپر کیسکی لگائین گے -

ظریف - اللہ رے تیری سپر - واللہ سپر کی ایک ہی کہی -

نعمانی (ظریف سے) یہ جواب نہین ہے -

ظریف - اجی حضرت توبہ کیجیے - اسکو دیکھتے ہی میرے ہوش اُڑے جاتے ہین -

گیندا نواب کے اشارے سے - ظریف کی طرف لپکی -

ظریف - دہائی - دہائی - ارے ظالم - تجھ سے پناہ مانگے شیطان لاحول ولا قوۃ - اُدھر ہی رہ - یہ خرمستیاں کام کی نہین -

پنڈت - کہہ مستیاں و مستیھاں نہین - اب تمکو دبا بیٹھیگی -

ظریف - دُھت تیرے - بھگوڑے برہمن کی - چپ رہ -

پنڈت - کیون جی یہ دوت دبک کیا ہے - ذرا جبان سنبھال کر بات کرو -

ظریف - ہشت پھر وہی بکواس لگائی - چپ منہ بند کر - بولا کہ مارا
پنڈت - (دور ہٹ کر) واہ صاحب جی - تمہاری تو زبردستی ہی
ظریف - ہائیں پھر بولا نا - یہ کہہ کر - خاصدان کا سرپوش دھرا ہوا تھا - وہ اُٹھا کر کھینچ مارا - **پنڈت** بیچارہ بہت بچا - مگر پیٹھ پر پڑ ہی گیا -
پنڈت - آر ر - ر - اس بوڑھے کا ناس ہوئے - مارا جالم (ظالم) نے -
ظریف - ارے ہائیں - دُہت تیرا بھلا ہو خبردار کو سنا نہیں -
نواب - نے رفیق سے کہا کہ گینڈا الچھو کا طائفہ - نور کے مقابل نار کی نسبت بھی نہیں رکھتا - بلکہ تیرہ تار ہے ایک دو غزل ٹھمریاں نور کی زبانی ہی کی سنکر بندہ رخصت ہوتا ہے -
رفیق - بہت مناسب -
نور - کی طرف اشارہ ہوا کہ گانا شروع کرے -
نواب - نے ظریف سے کہا کہ نانا - بس اب گانا سن لیجئے - رات زیادہ ہو رہی ہے -

نعمانی: جی ہاں واقعی۔ گانا ہونا چاہیئے۔

گانا شروع ہوا۔ جس غزل کا یہ مطلع تھا ؎

فارغ از وسوسۂ گبر و مسلمان کردی

ای جنون گرد تو گردم کہ چہ احسان کردی

کچھ ایسی پیاری دھن میں اُسنے اس غزل کو شروع کر دیا کہ بس سناٹا ہو گیا۔ نواب سب بے تحاشا رونے لگے اور نعمانی اور ظریف کے بھی آنسو نکلے۔

قلندر دور بیٹھے کچھ وظیفہ پڑھتے تھے الا اللہ کہہ کر اُٹھے۔ اور رقص کرنا شروع کیا۔ خداداد ایک خاص کیفیت سے محفل چور تھی۔ بہت دیر تک یہ ایک ہی مطلع گایا گیا۔

بجز پنڈت کے۔ باقی سب حاضرین مجلس کی روتے روتے ہچکی بندھ گئی۔ باوجود شامپین وغیرہ کی کیفیت سے مست ہونے کے خاص اس شعر کے سننے پر جو کیفیت ہوئی وہ بالکل بے اثر ہوئی۔ اس کیفیت میں کسی دوسرے جز کا میل نہ تھا۔ اور یوں کہنے والے جو چاہیں کہہ لیں۔

آٹھ بجے شب کے نواب اور رفقا کھانے سے فارغ ہوئے اور
رفیق نے سب کو پھولوں کے ہار پہنائے۔ عطر کی شیشیاں دیں۔
محفل برخاست ہوتے وقت نواب نے پانچ اشرفیاں نور کو انعام
عطا کیا۔ سب خدا حافظ کہہ کر رخصت ہوئے۔

شب بخیر

سمدھیوں میں خط کتابت

ناظرین کو شادی کے متعلق میاں نصیر کے خیالات معلوم ہو چکے
ہیں کہ فضول مراسم کو وہ پسند نہیں کرتے اور سپہر آرا بیگم بھی چونکہ خدا
کے فضل سے تعلیم یافتہ ہیں۔ اس لیے ان کی راے بھی یہی ہے
کہ مراسم سے قطع نظر کی جائے اور دردانہ بیگم (منصبدار صاحب کی
پھوپھی) جو ایک روشن خیال خاتون ہیں وہ بھی یہی چاہتی ہیں کہ
سپہر آرا بیگم کی شادی لغو اور بیہودہ رسموں سے پاک رہے اور اس
عنوان سے ہو کہ اور لوگوں کے لیے قابل تقلید نظیر ہو سکے لیکن
چونکہ سپہر آرا بیگم کی والدہ تعلیم سے کوری اور پرانے خیال کی عورت

ہین لہذا تمام مراسم کے ساتھ شادی کرنا چاہتی ہین اور اُن کے نزدیک اگر مراسم کی پابندی نہ کی جائے تو نہ خوشی پوری ہوسکتی ہو نہ دل کے حوصلے نکل سکتے ہین۔ بلکہ مراسم ترک کرنے سے شادی کے سازوار ہونے مین بھی انہین کلام ہے۔ لہذا ان کی ناخوشی کی خیال سے دردانہ بیگم صاف الفاظ مین اپنی راے کا اظہار نہین کرتین سپہرآرا کی والدہ کو جب مغلانی کے ذریعے سے سپہرآرا اور میان نصیر کا خیال معلوم ہوا کہ دونون رسوم کو پسند نہین کرتے یہ فکر ہوئی کہ اپنے شوہر منصبدار صاحب کو اپنا ہمخیال بنائین اور اس بات پر مجبور کرین کہ یہ تقریب تمام رسمون کے ساتھ دھوم دھام سے کیجائے۔ یہ سوچکر اُنھون نے منصبدار صاحب کو محل مین بلایا اور ان سے تنہائی مین اپنے منشاے دلی کا اظہار کیا۔ میان بیوی مین جو گفتگو ہوئی وہ حسب ذیل ہے۔

بیگم سپہرآرا کی شادی کے دن قریب آگیے مگر ابھی تک کچھ معلوم نہ ہوا کہ یہ تقریب کس طور سے ہوگی اور تمھاری مرضی کیا ہے۔

منصبدار صاحب۔ میری راے مین تو شرعی طور پر ہونی

چاہیئے۔ بہت بھار جوڑ کی ضرورت نہین اور اس سے حاصل کیا ہے

بیگم ۔ آخر دنیا بھر مین جو لوگ اپنی اولاد کی شادیان دھوم دھام سے کرتے ہین تو اُن کو کیا حاصل ہوتا ہے۔

منصبدار صاحب ۔ سوا نقصان کے کچھ بھی حاصل نہین ہوتا۔

بیگم ۔ واہ حاصل کیون نہین ہوتا۔ یہ کتنی بڑی بات ہے کہ دل کے حوصلے نکلتے ہین ارمان پورے ہوتے ہین۔ امیر ہو یا فقیر ہر شخص اپنی اولاد کی شادی بیاہ مین یہی کوشش کرتا ہے کہ اپنی حیثیت سے زیادہ سامان کرے جسے دیکھ کر چار آدمی تعریف کرین اور نامور ی ہو۔

منصبدار صاحب اپنی حیثیت سے زیادہ سامان کرنے اور فضولیات مین روپیہ صرف کرنے کا نتیجہ سوائے اسکے کہ مقروض ہو کر طرح طرح کی مصیبت اور پریشانی مین مبتلا ہو جائے اور کیا ہے

بیگم ۔ ہان تو صاف کیون نہین کہتے کہ یہ ساری باتین اس لیے ہین کہ روپیہ صرف نہ ہو۔

منصبدار صاحب ۔ نہین میرے کہنے کا یہ مطلب نہین ہے

تم سمجھین نہین۔

بیگم ۔ میری کوئی دو چار اولادین نہین۔ اللہ رکھے لے دے کے یہی ایک لڑکی ہے۔ اگر اس کی شادی مین بھی میری خوشی نہ ہوئی اور میرے دل کے حوصلے نہ نکلے تو آخر کس دن نکلین گے اور جو روپیہ اپنی اولاد کے کام نہ آیا وہ آخر ہے کس کام کا۔

منصبدار صاحب ۔ یہی تو میرا مطلب بھی ہے کہ روپیہ کو اسطرح صرف کرنا چاہیے کہ اولاد کے کام آئے۔ جو روپیہ ان فضول رسمون مین صرف کرنا چاہتی ہو اس کا بھی زیور بنا کر دو۔ گاؤن خرید کر دو نقد دو۔ جسطرح چاہے دو۔ اس سے مجھے اختلاف نہین۔ ایسی رسمون مین روپیہ صرف کرنا جن کا کوئی نتیجہ نہ ہو اور یہ سمجھنا کہ یہ روپیہ اولاد کے کام آیا صریح بے وقوفی اور نادانی ہے۔

بیگم ۔ خیر بیوقوفی ہو یا نادانی ساری دنیا مین یونہین شادیان ہوتی ہین۔ ایسی چپ چپاتے شادی تو اُن لڑکیون کی ہوتی ہے جن کو کچھ بھی میسر نہین یا جن کے ماں باپ نہین۔ مین تو ہرگز روادار نہین ہون کہ میری سپہر آرا کی شادی اس طرح ہو جائے کہ کسی کو کانون

کان خبر نہ ہو اور اگر میری بات نہ مانی گئی تو مین شریک بھی نہونگی تمھین اختیار ہے ۔ تمہاری لڑکی ہے جسطرح چاہو اٹھا دو ۔

منصبدار صاحب ۔ نہین اس مین ناخوش ہونے اور بگڑنے کی کوئی بات نہین موقع مناسب دیکھکر کام کرنا چاہیئے ۔ مین اگر تمہاری خوشی کے خیال سے اس بات کو جائز بھی رکھون کہ فضول رسمین کی جائین تو مجھے امید نہین کہ نواب صاحب گوارا کرین اور نصیر جو ولایت کے تعلیم یافتہ ہین وہ تو کسی طرح پسند ہی نہ کرینگے اور نصیر پر کیا موقوف ہے ۔ تمہاری سپہر آرا بھی تماشا بننا ناپسند کرے گی ۔

بیگم ۔ سپہر آرا کل کی بچی اسکی پسند ناپسند کیا وہ دنیا کے اچھے برے اور مناسب نامناسب کو کیا جانے ۔ اور نواب صاحب کا خیال تمھین کیون کر معلوم ہوا جو کہتے ہو کہ وہ ناپسند کرین گے ۔ کیا تم نے ان سے دریافت کیا تھا ۔

منصبدار صاحب ۔ نہین مین نے دریافت تو نہین کیا لیکن قیاس چاہتا ہے کہ جس طرح تم چاہتی ہو کہ دولھا دلھن تماشا بنا لے

جائین اور دنیا بھر کی واہیات رسمین کی جائین - اسکو جائز نہ رکھین گے

بیگم - اُنھون نے لڑکے کو ناز و نعم سے پالا لکھایا پڑہایا - ولایت بھیجکر تعلیم دلائی کیا انکا جی نہ چاہتا ہوگا کہ ایسے لایق بیٹے کی شادی مین کوئی بات اُٹھا نہ رکھی جاسے اور دل کے حوصلے پورے کیے جائین تم ان سے دریافت تو کرو -

منصبدار صاحب - یہ محض تمہارا خیال ہے کہ مراسم سے دل کے حوصلے نکلتے ہین اور ارمان پورے ہوتے ہین - خیر تمہاری خوشی یہی ہے تو مین نعمت علی کو بھیجکر ان کا عندیہ لیتا ہون -

بیگم - (خوش ہوکر) اچھا تو ابھی بھیجو - شادی کی تاریخ قریب آگئی ہے اب دیر کا موقع نہین ہے اور نعمت علی کو سمجھا دو کہ نواب صاحب کو سمجھا کر اور راضی کر کے اور ان سے اجازت لیکر آئین -

اس گفتگو کے بعد منصبدار صاحب باہر گئے اور نعمت علی وکیل سے سارا قصہ بیان کر کے نواب صاحب کے یہان بھیجا اور کہدیا کہ کوئی بات نہ کہین جو اُن کو ناگوار ہو - مناسب عنوان سے انکا منشا دریافت کرین کہ اُن کی مرضی کیا ہے -

نعمت علی نے نواب صاحب کے پاس پہنچکر ادہر اُدہر کی باتوں کے بعد یہ ذکر چھیڑا کہ شادی کی تاریخ قریب آگئی ہے اور منصبدار صاحب کے محل مین یہ اصرار ہے کہ تقریب تمام رسمون کے ساتھہ دھوم دھام سے کیجاے۔ منصبدار صاحب نے سلام کے بعد کہا ہے کہ اس معاملہ مین جو آپ کی راے ہو اُسپر عمل کیا جاے۔ مین آپ کی راے کے خلاف کوئی بات کرنا نہین چاہتا۔

نواب صاحب نے اس خیال سے کہ زبانی جواب دینے مین مطلب پورے طور سے ادا نہ ہوگا۔ منصبدار صاحب کے نام ایک خط لکھدیا جو ذیل مین نقل کیا جاتا ہے۔

جناب من

نعمت علی صاحب نے آپکا پیام مجھے پہونچایا۔ آپکی اس مہربانی کا شکرگزار ہون کہ آپ نے مجھ سے راے دریافت کی ہے۔ مین چاہتا ہون کہ اپنی راے فی الجملہ تفصیل کے ساتھ آپکو لکھدون۔ ہمارے ملک ہندوستان مین قدیم سے رسوم کی پابندی ہوتی

چلی آئی ہے اور یہ عجیب بات یہان دیکھی جاتی ہے کہ باوجودیکہ ایشیا مذہب کے متعلق نہایت شہرت رکھتا ہے وہ اور ممالک کی نسبت زیادہ پابند ہے لیکن اسپر بھی لغو مراسم کی پابندی جو بسا اوقات مذہبی مسائل اور عقائد کو بھی صدمہ پہنچاتی ہے۔ یہان نہایت سختی کے ساتھ کی جاتی ہے۔ جس تیوہار کو دیکھیے جس تقریب پر نظر کیجیے مزخرفات سے بھری ہوئی ہے۔ خصوصًا شادی کی رسم مسلمانون مین جس طور سے رائج ہے وہ اس اختلاط کا نتیجہ ہے جو ہندو مسلمانون مین زمانۂ قدیم سے رہا ہے۔ گو یہ درست ہے کہ یہ اختلاط اتحاد بین الاقوام کا بہترین ثمرہ ہے لیکن ہمین یہ بھی دیکھنا ضروری ہے کہ کہین ان مراسم کے پیچھے ہم برباد تو نہ ہو جائین۔ یہان بربادی سے مراد تمدن کی بربادی ہے اور یہ ایسی سخت ہے کہ جب تک یہ عارضہ موجود رہے گا کبھی ہمارا تمدن صحیح اور بلند نہ ہو سکے گا۔ گو ہم کتنے ہی دولتمند ہون۔ گو ہم کتنے ہی معزز ہون گو ہم کتنے ہی تعلیم یافتہ ہون۔ لیکن مہذب دنیا ہم پر ضرور ہنسے گی اور یہ ہنسنا بیجا بھی نہین ہے۔

ہماری شادی کی رسم ایک عجوبہ روزگار چیز ہے۔ صغرسنی کی شادی۔ بیوہ کا عقد ثانی نہ کرنا۔ اور طرفہ تر یہ کہ جب اولاد کی نسبت کریں تو بلا اطلاع و رضا مندی طرفین کے یہ سب ایسی عجیب وغریب باتیں ہیں جو تہذیب سے کوسوں دور ہیں۔ اور باوجودیکہ مذہب اس کے خلاف آواز بلند کرتا ہے لیکن ہم ہندوستانیوں کی عقل پر ایسا گہرا پردہ رسوم کا پڑا ہوا ہے کہ ہم مذہب کی بھی اس بارہ میں کچھ پروا نہیں کرتے۔ یورپ میں بھی جو آج تہذیب وتمدن کا گہوارہ ہے اور جہاں کہ آفتاب علم سے تمام مشرقی دنیا منور ہو رہی ہے کچھ نہ کچھ رسمیں ہوتی ہیں۔ لیکن تہذیب کا پہلو لیے ہوئے قابل عمل اور سودمند ہوتی ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ تمام باتوں کو چھوڑ کر صرف یورپ اور ایشیا کے مراسم ہی پر ہم نظر کریں تو اپنے ملک کی ابتر حالت ہم بخوبی معلوم کر لیں گے۔ اس تمہید کے لکھنے سے میرا یہ منشا ہے کہ مراسم کی پابندی ضعیف الاعتقادیوں اور جہالت اور وحشت کا نتیجہ ہے اور پھر یہ جان بوجھ کر کہ ان مراسم کی وجہ سے صرف ہماری تہذیب اور ہمارا تمدن ہی نہیں

بگڑتا بلکہ ہم بربادی کے گڑھے میں گرے جارہے ہیں اس کی
پابندی کرنا انتہا درجہ کی حماقت ہے اور اس اخلاقی جرأت کا نہ ہونا ہمارے
ملک کے حق میں سم قاتل ہے۔

شادی بالکل سادہ طور پر ہونی چاہیئے جیسے کہ اسلام نے
بتایا ہے۔ دھوم دھڑکے سے کچھ نتیجہ نہیں۔ ایک تو مصارف کا بار
پڑتا ہے اور فرض کیجیے کہ طرفین دولتمند کہ وہ بغیر کچھ قرض لیے
ہوے اخراجات شادی پورے کریں گے۔ اگرچہ ایسا بہت کم نظر
آتا ہے۔ لیکن ہم مانے لیتے ہیں۔ تو کیا یہ مناسب نہیں ہے
کہ بجاے اسکے کہ روپیہ آنکھ بند کرکے پھینکدیا جاے اسکو کسی
مفید کام میں صرف کیا جاے۔ اور کیوں اس سے ملک اور قوم کو
فائدہ نہ پہنچایا جاے۔

اگر ہم اُن مراسم پر نظر ڈالیں جو شادی میں ادا کیے جاتے
ہیں تو بے اختیار ہنسی آجاتی ہے اگر تعلیم یافتہ اشخاص اس کو اپنی
بے عزتی سمجھیں تو کچھ بیجا نہیں ہے۔ دولہا تو پھر مرد ہے دلہن
کا جو حال ہوتا ہے وہ اور بھی ہنسنے اور رونے کے قابل ہے

مین نہین سمجھ سکتا کہ ایک تعلیم یافتہ خاتون کیونکر ایسی ذلت برداشت کر سکتی ہے۔

ناچ رنگ گانون اور ڈومون کو بلانا اور محفل نشاط ترتیب دیکر گران قدر رقمین ارباب نشاط کی نذر کرنا۔ یہ ایک ایسی غیر مہذب حرکت ہے جس کی معافی کبھی نہین دیجا سکتی مین کہتا ہون کہ ہم بیحد انتہا سے زیادہ خوشی کے موقع پر جیسا کہ شادی کا وقت ہوتا ہے بدی کا تخم بوتے ہین اور فحش کی تعلیم کرتے ہین اور ایسے طبقے کی حوصلہ افزائی کرتے ہین کہ وہ اپنے غیر مہذب پیشے کو استقلال کے ساتھ جاری رکھے۔ جو ہماری تہذیب کو جڑ بنیاد سے کھود کر پھینک دینے والا ہے اور جس نے ہزارون نامور اور سربرآوردہ خاندان کو تباہ کر دیا ہے۔

بعض لوگ علم موسیقی کی آڑ پکڑتے ہین اور اس اعتراض کو اٹھانے کی کوشش کرتے ہین مگر مین گورنر بمبئی کا یہ فقرہ اس کا نہایت کافی جواب سمجھتا ہون جو انھون نے بمبئی کی کسی صحبت موسیقی مین کہا تھا کہ "باوجودیکہ ہندوستان کا نغمہ بے مثل ہے

لیکن افسوس کہ اس کا تعلق ایسے طبقے سے ہے جس نے اسکو
بدنام کر دیا ہے۔" اگر ہمکو فنِ موسیقی کی حفاظت کرنا ہے تو اس کی
اور صورتیں ہو سکتی ہیں۔ نہایت ضروری ہے کہ ہم طبقہ طوائف
وغیرہ کی حوصلہ افزائی سے باز آئیں۔ اس سے بھی قطع نظر کیجیے
تو آج کل جیسا حال ہماری قوم کا ابتر ہو رہا ہے وہ بالکل اس کے
منافی ہے کہ ہم ناچ رنگ کی محفلوں سے اپنا مضحکہ اڑائیں۔
قوم اور ملک کے لیے یہ بربادی کا نشان ہے۔ جس قدر جلد
اس قسم کے جلسے برخاست ہو جائیں ملک کی خوش قسمتی ہے۔
بڑا سوال یہ ہے کہ اصلاحات اور لغو مراسم کا سدّباب کیونکر
ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ تعلیم یافتہ طبقے کی جانب سے آغاز
ہونا چاہیے اور فرض ہے کہ وہ یک قلم مراسم ترک کرتے جائیں
اور اگر خدا نخواستہ یہ طبقہ اس بارے میں کچھ پیچھے رہا تو ہم کو
اپنی خوش حالی سے مایوس ہونا چاہیے۔ ان وجوہ پر میں چاہتا
ہوں کہ آپ بھی غور کریں اور اگر قابلِ تسلیم ہوں تو اسی پر عمل کیا
جاسے فقط"

جب یہ خط منصبدار صاحب کے پاس پہنچا تو وہ نہایت خوش ہوئے ۔ کیونکہ نواب صاحب نے ان کے جی کی بات لکھی تھی لیکن پھر بھی ان کو یہ تشویش رہی کہ بیگم نہ مانیں گی اور بہت واویلا مچائیں گی ۔ اگرچہ منصبدار صاحب کچھ زیادہ تعلیم یافتہ نہ تھے تاہم ضروریات زمانہ سے واقف اور وسیع الخیال آدمی تھے ۔ وہ جانتے تھے کہ ایسے معاملات میں عورتوں کو کس قدر غلبہ حاصل ہے ۔ اور اُن کی جہالت کا ثمرہ سمجھو یا خود مردوں ہی کی بے اتفاقی خیال کرو ۔ یہ مسلم ہے کہ وہ ان مراسم کو قرآن و حدیث سے بڑھ کر مانتی ہیں ۔

غرض اسی شش و پنج میں بیچارے اپنے گھر میں گئے ۔ بیگم صاحبہ تو منتظر ہی تھیں دیکھتے ہی پوچھا کہ نواب صاحب سے کچھ شادی کے بارے میں دریافت کیا ۔

منصبدار صاحب ۔ ہاں میں نے زبانی دریافت کرایا تھا ۔ مگر .. (اتنا کہہ کر سوچنے لگے کہ کس پہلو سے اس معاملہ کا ذکر کریں کہ بیگم صاحب ناراض نہ ہوں)

بیگم ۔ رک کیون گئے مین سمجھ گئی ۔ بھلا نواب صاحب کیون منظور کرنے لگے کہ اُن کے ایسے قابل بیٹے کی شادی اس طرح کی جائے کہ کسی کو معلوم نہ ہو۔

منصبدار صاحب ۔ نہین نہین تم غلط سمجھین انھون نے تو مراسم شادی کو بہت بُرا بھلا کہا ہے اور لکھا ہے کہ شادی بالکل سادہ طور سے ہونی چاہیئے ۔

یہ کہکر نواب صاحب کا خط بیگم کو سنایا۔

بیگم ۔ پھر کیا کیا جائے ۔ تمھین نے اُنکو کہلا بھیجا ہوگا کہ اس طرح خط لکھ دین ۔

منصبدار صاحب ۔ (ہنسکر) تم بھی کیا آدمی ہو۔ مین اگر تمھاری طرح اصرار کرتا جب بھی وہ نہ مانتے ۔ مین تو کہتا ہون کہ تم بھی راضی ہو جاؤ کہ اس مین سب کی خوشی ہے اور دیکھو خود سپہر آرا کو بھی پسند نہ ہوگا ۔ وہ تمھارے لحاظ سے نہین بولتی ورنہ اُسے کسی طرح گوارا نہ ہوگا کہ گڑیا گڈے کی طرح اُسکی شادی ہو۔

بیگم صاحب یہ سُنکر دل مین ملول ہوئین مگر تھوڑی دیر کے

بعد کہا کہ اچھا جو چاہو کرو مگر میرے دل کی خوشی تو اس طرح چپ
چپاتی شادی کرنے سے پوری نہ ہوگی۔ مین اپنے گھر مین تو
ضرور کچھ نہ کچھ رسمین کرونگی۔

منصبدار صاحب نے بھی مصلحتِ وقت سمجھ کر اسکی اجازت دی
کہ بیگم صاحب اپنے گھر مین کچھ رسمین کرلین۔ اور نواب صاحب
کو خط کا جواب لکھا جو حسب ذیل ہے۔

جناب والا

تسلیم۔ نوازش نامے کو پڑھ کر مین کہہ نہین سکتا کہ مجھے کس قدر مسرت
ہوئی۔ آپ نے گویا میرے دل کی بات لکھی۔ اور یہ میرا پہلے
ہی سے خیال تھا کہ ماشاء اللہ آپ کے خیالات اس بارے مین
نہایت اعلیٰ درجے کے ہونگے۔ آپ نے مراسم شادی کی جو تصویر کھینچی
ہے اور جو نتیجہ اُسکا دکھایا ہے وہ حرف بحرف صحیح ہے۔

اس قسم کے معاملات مین بہ نسبت مردون کے ہمارے یہان
کی عورتون کو زیادہ اقتدار حاصل ہے۔ جب ایسا معاملہ پیش آتا ہی
اور اکثر آتا ہے کہ شوہر کو مجبور ہو کر بیوی کا کہنا ماننا پڑتا ہے۔ تو

مجھے نہایت ہنسی آتی ہے اور اُن لوگون کی راے پر تعجب ہوتا ہے
جو کہتے ہین کہ عورتین مردون کے ہاتھ مین ہین - اور مثل اُن کی
لونڈی کے ہوتی ہین - میان کا ایک ایک لفظ بیوی کے لیے
حکم قاطع ہوتا ہے مین تو سمجھتا ہون کہ معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے
عورتین اگرچہ جاہل ہوتی ہین - مگر مردون پر اقتدار رکھتی ہین اگر غور
کیجیے تو عورتون کا یہ اقتدار کچھ نہ کچھ فائدہ بھی رکھتا ہے - وہ یہ ہے
کہ بعض اوقات مرد اُن کے ڈر سے بہت سی برائیون سے بچتے
ہین دوسرے پہلو پر نظر ڈالیے تو یہ اقتدار مضر ہے - مثلاً یہی شادی
بیاہ کے رسوم ہین کہ طوعاً کرہاً مرد کو کرنے ہی پڑتے ہین - اور
اس کا زیادہ الزام عورتون کو دینا فضول ہے - خود ہماری خطا ہی
کہ کیون عورتون کو تعلیم نہین دلاتے اور کیون جہالت کے دائرے
سے نہین نکالتے - جب تک تعلیم کی دولت سے عورتین بہرہ مند
نہ ہونگی اُن کے خیالات کی اصلاح نہین ہو سکتی - اور اگر کہین
کچھ زبردستی سے کام لیا جاے تو پھر میان بی بی مین اچھی خاصی
جنگ ہو جاتی ہے اور جنگ نہ بھی ہو تو ناراضی پیدا ہو جانا لازمی ہے

اگرچہ آپ ہنسین گے۔ لیکن میرے ساتھ تو یہی معاملہ پیش آیا اور اگر آپ کا زور نہ ہوتا تو میرے لیے یہ ناممکن تھا کہ بیگم صاحب سادہ طور سے شادی کرنے پر رضامند ہو جاتیں۔ اسپر بھی مجھے یہ امید نہین کہ وہ اس تقریب کو سب مقصود ہو جانے دین گی۔ تاہم شکر ہے کہ آپ کی تحریر کے اثر سے بہت سے غیر ضروری امور اور فضول دھوم دھام سے باز آ گئی ہین۔

آپ نے کئی پہلوؤن سے شادی کے اُن مراسم کی جو آج کل رائج ہین برائیان دکھائی ہین۔ مین ہر ایک پر صاد کرتا ہون اور آپکی تائید سے نہایت خوش ہون۔ درحقیقت مروجہ شادی کا یہی حال ہے کہ چند روز تو بڑی دھوم دھام رہتی ہے لیکن پھر اُس کا نتیجہ بھگتنا پڑتا ہے۔ قرض سے سبکدوشی مین گھر کا اسباب بکتا ہے۔ ڈگریان ہوتی ہین۔ قرقی جاری ہوتی ہے۔ عدالت کا دروازہ دیکھنا پڑتا ہے۔ اُس وقت ہوش آتا ہے کہ ہم نے اچھی شادی کی اس کے پیچھے یون تباہ ہوے ابھی وہ زمانہ بہت دور ہے کہ ہم اپنی عورتون کو روشن خیال دیکھین گے اور وہ خود فضول مراسم سے

اجتناب کرنے لگین گی۔ شاذ و نادر مثالون کو چھوڑ دیجیے عام حالت کو دیکھکر مین اندازہ کرتا ہون کہ کم سے کم آدھی ایک صدی درکار ہے کہ ہم عورتون کو تعلیم یافتہ دیکھ سکین۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اُس وقت تک ہم کیا کرین۔ جیسا آپ نے تحریر فرمایا ہے مین بھی یہی کہتا ہون کہ دانشمندی سے اصلاحات کی طرف بغیر اس خیال کے کہ کوئی ناراض ہوگا ہم کو قدم بڑہانا چاہیے۔ یہ بہت سچا مقولہ ہے کہ اصلاح گھر سے شروع ہوتی ہے" لہذا ہر شخص کا فرض ہے کہ جب ایسا موقع پیش آئے تو وہ خود کاربند ہو۔ اور دوسرون کے لیے نظیر قایم کرے کہ ان کو بھی ہمت پڑے اور مراسم ترک کرتے جائین۔ سوشیل اصلاح کا یہی طریقہ ہے اور بغیر اس اصلاح کے تمدن کبھی درست نہین ہوسکتا۔

آپ نے اس مسئلے پر ایک اور روشنی ڈالی ہے یعنی اربابِ نشاط کی حوصلہ افزائی نہ کی جائے۔ اگرچہ مین اس خیال سے بالکل متفق ہون مگر اتنا ضرور کہون گا کہ جدید زمانے کا جو رنگ قلوب پر چھا رہا ہے وہ بھی اس باب مین کچھ کم حوصلہ افزا نہین ہے یعنی

یہ کہ اگر طوائف اور بھانڈوں سے ہمارے یہاں کے تعلیم یافتہ نفرت کرتے ہیں تو دوسری طرف تھئیٹریکل کمپنیوں کو آنکھوں پر بٹھاتے اور دل میں جگہ دیتے ہیں۔ لہذا میرا خیال ہے کہ اگر بالفرض آپکی راے کے موافق ہندوستان بھر سے طوائفوں کی حوصلہ افزائی معدوم ہو جاے تو دوسرے طریقے سے جدید تماشے اپنی جگہ پیدا کر لیں گے۔ یہ بحث بہت طویل ہے اور یہ خط بھی اس کا مقتضی نہیں کہ آپ کو زیادہ لکھوں۔ بہرحال ہمارے یہاں جو شادی ہوگی وہ آپ کی راے کے موافق ہوگی۔ فقط

خاکسار

ظفر بیگ

شادی خانہ آبادی

بہار در چمن انداز گل فشانی کرد
بشاخ نخل تمنا ثمر مبارک باد
غالب

قاضی بیضا تفسیر والشمس وضحٰہا بخط شعاع آفتاب نور کی حرفوں

ابھی نگہ رہا ہے ۔ ماہتاب عالمتاب تا فلک شب سورہ نور پر ختم کر کے
اپنے معبود حقیقی کے آستانے پر جبیں سائی کر رہے ہیں مشغول ہے
یہ وہ مبارک صبح ہے جس کی شب شب عروسی ہوگی آج کی شب تمناؤں
کی امید پوری ہوگی ۔ امیدوں کی آرزوئیں کامیابی سے ہم آغوش
ہونگی ۔ کامیابی اور مسرتوں کے ساتھ روشن پیروشن ہوگی ۔ ایسا لگے
شب وصل قریب ہیں استراحت کے لیے جا رہی ہے ۔ آسمان پر
ستاروں کی قندیلیں کا نور جھلملی جاتی ہیں ۔ اب صبح صادق والصبح
والصبح اذا تنفس ۔ اللہ نور السموات والارض کی شہادت
دے رہی ہے ۔ اب نوشاہ صبح یعنی خورشید جہاں تاب اپنے روئے
زیبا پر سنہری کرنوں کا سہرا باندھے ہوئے خلوت مشرق سے
برآمد ہو رہا ہے ۔ اور اس کی شعاعیں یخرجہم من الظلمات
الی النور کی صدائیں بلند کرتی ہوئی رات کے سوئے ہوؤں کو
جگانے میں مصروف ہیں ۔ اب یہ نوشاہ قدم بڑھاتے ہوئے
مشرق کی خلوت سے جلوہ افروز ہو کر حرم سرا سے فلک پر مسند نشین
ہونے والا ہو لیت ۔ تمام عالم اب اس کے سنہرے جلوؤں

سے روشن ہو رہا ہے۔

نسیمِ سحری عروس کو مبارک باد کا گلدستہ پیش کرنے کے لیے لگی ہوئی ہے۔ سبزہ شبنم سے منہ دھو کر اپنے چہرے پر سنہری شعاع کا غازہ مل رہا ہے۔ عروسِ گل۔ بلبل کے پہلو میں ہم بستر ہونے کی خوشی میں زیورِ نکہت سے آراستہ ہو رہی ہے۔ بلبل وصل کی مسرت بخش خبر نسیم سے سنکر بفرطِ طرب شاخِ گل پر بیٹھ کر نغمہ سنجی کر رہی ہے۔ نرگس بہت بیتابی کے ساتھ دلہا دلھن کے خیر مقدم کی منتظر ہے۔ سوسن اپنی خوش آیند خوشی کے لہجے میں نقیبِ گلشن کی خدمت ادا کر رہی ہے اگر پتا بھی کھڑکتا ہے تو یہ ادا شناس فوراً اسکو ٹوک دیتی ہے۔

سنبل عروس کی زلفِ مشکبو پر سورج مکھی کی اشرفیاں نچھاور کر رہا ہے۔ جا ہی جوہی دہنے بائیں عروسِ گل کے نسیمِ صبا کے دو پنکھے لیے ہوئے جھلنے کے لیے کھڑی ہوئی ہیں۔ موتیا سہرے کے موتی بنکر اپنی آبرو بڑھانے کے لیے مالن کی خوشامد میں مصروف ہے۔

ایسے مبارک روز میمنت وقت مین ہمارے نواب فیضمآب کا دولتکدہ ارم کا نمونہ بنا ہوا ہے - دروازے پر نوبتی شادیانے بجاتے ہوے ہر ایک کے دل کو فرحت بخشتے جاتے ہین - براتیون کی ٹھٹ کے ٹھٹ لگے ہوئے ہین تماشائی کھچا کھچ آرزون کی طرح جمع ہو رہے ہین - ایک دوسرے کے سامنے مبارک باد کا گلدستہ پیش کر رہا ہے اور بیتابی کے ساتھ منتظر ہین کہ دولہا کب برج شادمانی سے جلوہ فرما ہوکر اپنی برات سے تماشائیون کی آنکھون کو نور و سرور بخشتا ہے - نواب فیض مآب بہت ہی شاد ہین - گلابی رنگ کی اطلس کی قیمتی شیروانی پہنے ہوے ترئی کے پھول کی رنگ کی دستار زیب سر کیے ہوئے گلے مین قیمتی موتیون کا کنٹھا ڈالے ہوے انگشتری یاقوت اور الماس کی پہنے ہوے بیش قیمت چھڑی طلاکار ہاتھ مین زیبا ئی عمدہ سادہ زینت پاے کئے ہوئے اپنے معزز مہمانون کی میزبانی مین بفرط مسرت مصروف ہین - جو کوئی آتا ہے مبارک سلامت کہہ کر اپنے معزز میزبان سے مصافحہ کرتا ہے بکشادہ پیشانی ہر ایک کے سلام اور مبارک بادی کا جواب

دیتے جاتے ہین۔ جسطرف دیکھو سب کے سب سرتا سر سرخ نظر آتے
ہین معلوم ہوتا ہے کہ چمن مین گل مہندی کا تختہ کھلا ہوا ہے۔ طوائف
ہزاروں بناؤ سنگار سے نکھر کر چھم چھم کرتی۔ ادہر سے ادہر۔ اُدہر
سے ادہر باد بہاری کی طرح اٹھکھیلیان کرتی پھرتی ہین۔ کوئی
اس مین ایسے دل کی نظر نہین آتی کہ جس نے کسی مرد سے چھیڑ چھیڑ کر
دوگال ہنس بول نہ لیا ہو۔
کوئی تو مبارکباد گانے مین مصروف ہی۔ کوئی گت ناچ کر اپنے
کرتب دکھلا رہی ہے۔ ایسے مبارک وقت مین ہمارے ظریف الدولہ
بہادر دام ظرافتہ عمدہ قیمتی کمخواب کی شیروانی پرانی قطع کی جو بنوائی
ہے پہنے ہین اور سرخ رنگ کی دستار زیب سر ہے۔ کمربند سے
مستعد اور پیش قبض لگائے ہوئے ہاتھہ مین سروہی اور خوبصورت
میان پشت ماہی کا موچھون پر تاؤ دیتے ہوئے قدم بڑہاتے
تیز تیز چلے آتے ہین معلوم ہوتا ہے کہ نوشاہ کی مسرت ان ہی
کے دل مین سمائی ہے۔ ایک نے پوچھا کیون قبلہ وکعبہ آج
سلام علیک بھی نہین کرتے۔

ظریف۔ (ہنسکر) اری میاں۔ آج کون مجھکو آپے میں ہے۔ واقعہ فرط شادمانی سے جامے سے باہر ہوں۔

دوسرا۔ تو پھر یہ لباس جسم میں کس طرح رہا۔ جامے سے باہر کیوں نہیں ہوتے۔

ظریف۔ آمنہ۔ جامے سے باہر ہونے کے معنی بھی تم سمجھے

اتنے میں کسی نے آواز دی کہ نانا۔ نانا۔ ہوت۔

ظریف۔ کون ہے۔ ابھی آیا۔ کہکر دراز قدم چلے۔

ایک رنڈی نے دیکھ کر کہا کہ نانا کو سلام ہے

ظریف۔ نانا کیسے۔ میاں کہتے شرم آتی ہے۔

دوسری۔ (بنانے کے لیے) میاں میاں سلام ہے۔ خدا بہتر جانتا ہے کہ آج تم دولھا معلوم ہو رہے ہو۔

ظریف۔ اینٹھ کر۔ کیوں نہیں۔ ہمیشہ کے دولھا ہیں واہ رے ہم

تیسری۔ اجی میاں۔ آج ہم تم برات کے پیچھے ایک گھوڑے پر سوار ہو کر چلیں گے۔ کوئی پوچھے گا یہ کیا ہے تو میں کہوں گی۔ وہ برات ہے۔ اور یہ برتیا۔

ظریف - چپ او بے ادب گستاخ - گدہی پہ بیٹھے تیرے ساتھ
کوئی مسخرا - بدولت یا تو قفس مین سوار ہونگے یا صبا رفتار پر -
نجومی نے آواز دی - کہ میان جی - گدہے کی سواری بھی اچھی ہے
ظریف - (لپک کر) ابے او گیدی - یہان بھی پہنچا - دو دو ایک جڑ کا
نجومی کمبخت ہمیشہ کا ڈرپوک - بھگوڑا - جو بھاگا تو دہوتی پاؤن
مین آگئی - اور دھم سے زمین پر آرہا - جل جلالہ سارے براتیون
مین ہنسی ہوگئی -
ظریف - کیون صاحب لوگو بہت ہنستے ہو - کیا ہے -
ایک نوجوان واہ نانا - کیا دھاک ہے تمہاری سروہی کی دورہی
سے جو لپکے بس برہمن کے ہاتھ پاؤن پھول گئے -
ظریف - ہاشمی کی دھاک ایسی ہی ہوتی ہے - وہ تو کیا - بقول شخصے
کیا پدی اور کیا پدی کا شوربا - رستم و سام و نریمان بھی ہمکو دیکھین
تو ایسے بھاگین جیسے گدہے کے سر سے سینگ -
نوجوان - ہر کہ شک آرد -
ظریف - کیون بڑھے چلے - کچھ جوانی کا زور ہے -

نوجوان کیون نہین کیا بوڑھے - پیر فرتوت ہین -

ظریف - پیر فرتوت کون ہے - آجاؤ میدان مین دو - دو ہاتھہ چٹکے ہوجائین اتنے مین نواب کے خانسامان نے آکر کہا کہ جب سے سرکار آپ کو یاد کر رہے ہین - آپ تھے کہان

ظریف - کیون کچھہ عنایت ہوگا -

خانسامان - جڑاؤ ہار نکال کر رکھا گیا ہے - خدا جانے کسکو عنایت ہوتا ہے -

ظریف صاحب بسم اللہ - شگون اچھا ہے اور کسے دینگے - مابدولت کے گلے کی زینت ہوگی کہہ کر لانبے لانبے قدم ڈالتے ہوے چلے ایک نازنین نے ہنسی سے آہستہ پیچھے سے آکر پاؤن پکڑ لیا اب تو حضرت بے تحاشا گرے اور گرے بھی تو مہمانون کی صف پر ہاتھون ہاتھہ لوگون نے سنبھال لیا - اب تو ہمارے ظریف الدولہ بگڑ کر چاہتے تھے کہ سروہی کھینچین اُس نے آوازہ کسا کہ اجی بڑے میان گھر کے چوہے بھاگ گئے - خدا کے لیے سروہی میان مین ہی رہنے دیجئے -

ظریف - ہان - یون آؤ راہ پر (خانساماں کی طرف دیکھ کر)
کیون گھر کے چوہے سے تم مطلب سمجھے -

خانساماں نہین پیرومرشد - مجھ مین اتنا سلیقہ کہان -

ظریف - یعنی اپنے کو چوہے سے نسبت دیتی ہے -

راوی - سبحان اللہ - واہ استاد کیا کہنا - پہیلی بوجھنا آپ ہی
کا حق ہے -

الغرض چلتے چلتے نواب کی خدمت مین پہنچے -

نواب - اجی نانا - آپ تھے کہان -

ظریف - قربان جاؤن - یہین تھا - آج تو بس مین بھی نوشاہ
بنا ہوا ہون - دیکھ لو کسر کس بات کی ہے -

نواب اگر ریش مبارک پر مہندی لگائی جاتی تو بھرپورے
نوشہ تھے -

قلندر نے نواب کے قریب بیٹھے ہوئے تھے - نواب سے
عرض کیا کہ حضور - اب مہندی منگانے مین دیر ہو گی - زعفرانی
رنگ چڑھا دیا جائے -

ظریف - نہیں جی - زعفرانی رنگ کیا - واللہ ہم تو خضاب کرینگے
نواب - یہ بات ٹھیک ہے - (خانساماں سے) وہ انگریزی
خضاب کی شیشیاں لے آؤ -

فوراً حکم کی تعمیل ہوئی اور نواب نے اپنے ہاتھ سے خضاب
کیا - جب بال سوکھے تو پھر کیا تھا - ڈاڑھی کالی بھونرا ہو گئی -
ظریف - (آئینے میں دیکھ کر) جوان تو معلوم می شوم - آتان دل می ڈرد

اس فقرے پر بہت سے لوگ ہنس دیے ایک نے پوچھا کہ ڈرد
کس مصدر سے ہے ؟

ظریف - واہ اتنا بھی نہیں معلوم ڈریدن سے ڈرد نکلا -
نواب - ارے بھئی سب کچھ ہوا مگر اب تک ہمارا یار نواب جانی
نہ آیا -
ظریف - واللہ میرا بھی دل انہیں کو چاہ رہا ہے اور آنکھیں انہیں
کو ڈھونڈ رہی ہیں -
نواب - آتے ہی ہونگے (گھڑی دیکھ کر) ریل کا وقت تو آگیا
پانچ بج کر بیس منٹ ہوئے ہیں -

ظریف - آتے ہی ہونگے۔ مگر اب دولھا دلھن کے مکان کو سجایا گیا ہے۔

نواب - میرا تو خیال تھا کہ دن مین ہی برات لیجاکر بعد عقد کے دلھن کو لے آؤن - مگر بعض احباب کا اصرار ہے کہ روشنی مین دولھا یہان سے روانہ ہو -

ظریف - بیگم صاحبہ کیا کہتی ہین -

نواب - وہ کہتی ہین دلھن کو شب تک یہان آجانا چاہیے -

ظریف - ہمکو اس سے اتفاق - دوست آشنا کی باتون کا اس موقع پر خیال نہ کرو -

خانساماں دوڑ کر آیا - اور عرض کیا کہ نواب جانی آ گیے -

نواب نے جلدی سے بمسرت استقبال کیا - آپس مین ایک دوسرے سے معانقہ کرنے کے بعد نواب جانی نے اول ظریف الدولہ کو پوچھا -

ظریف - بندہ حاضر ہے -

نواب جانی نے گلے مل کر اٹھا لیا -

ظریف ۔ آئین باز آیا۔ اس دوستی سے۔ یہ کیا ہے۔

نواب جانی (جھونکا دیکر) گرا دون زمین پر۔

ظریف ۔ دیکھو میان دہائی ہے نواب کی آج خوشی کے روز یہ کیا ہے۔

نواب جانی نے آہستہ چھوڑ دیا۔ اور سب آکر شادی خانے مین بیٹھ گیے

نواب نے اپنے دوست نواب جانی سے مشورہ کیا کہ آپکی کیا راے ہے۔ دولھا ابھی جاے یا شام کیوقت۔

نواب جانی نے کہا کہ دولھا کے جانے کا یہی وقت ہے شب مین دلھن یہان آجاے پھر زنانے مین رسوم جو ہوتے ہین وہ ادا ہونگے۔

نواب نے حکم دیا کہ نشان لگا کر جمعیت تیار رکھی جاے اور دولھا کو شادی خانے مین آنے کے لیے کہلا بھیجا۔ دولھا مع رفقا کے شادی خانے مین اس طرح داخل ہوا کہ جیسے چاند ستارون کے ساتھ آسمان پر جلوہ افروز ہوتا ہے۔ ماشاء اللہ چشم بد دور میان نصیر کی آج شان ہی اور ہے۔ یون تو خدا نے صورت سیرت مین کسی طرح سے

ہین گھٹایا تھا۔ مگر نوشاہی کی شان نے اُسکے حسن کی خوبیوں کو آفتاب بنا کر چمکا دیا ہے۔ صندلی رنگ کی دستار زیب سر۔ ریشمی گلابی رنگ کا قمیص۔ اس پر نہایت قیمتی گلنار رنگ کے مخمل کی شیروانی کارچوب کے کام کی اور چوڑی دار پائجامہ۔ سرپیچ جواہر کا سرتاج زیب سر ہو کر سر بلند ہوا ہے۔ سہرا اُسپر طرّہ۔ سرو قد۔ درازی عمر و اقبال کی خوشخبری دے رہا ہے۔ کنٹھا مروارید کا صراحی دار گلے کو بوسہ دینے کی عزت حاصل کر رہا ہے۔ ہر دانہ گھر کی آبرو اس مرتبہ سے دوبالا ہو رہی ہے۔

بھجبند۔ قوت بازو کا کام دے رہے ہین۔ یاقوت اور الماس کی انگشتریون مین زہرہ مشتری کی طرح قرآن السعدین ہے۔ ہر انگشتری کو بجاے خود انگشتری سلیمانی کا رتبہ حاصل ہے۔ عباسی ہاتھ مین زیبائی قیمتی بانون مین عطر عروس دستی مین لگا ہوا چشم بد دور۔ سراپا تصویر بن کر۔ بہار نوروز کی طرح داخل بزم ہوا۔

احمد۔ محمود۔ نصر اللہ۔ احمد خان۔ یہ چارون بلا تشبیہ چار یار غار وفا شعار۔ جان نثار۔ دامن سے لپٹے ہوے صرف ایک احمد خان

باقی مکلف لباس مین ہے۔ باقی تینون نئی روشنی کے پروانے
ایونگ ڈریس مین نوشاہ کے عقب مسند بیٹھ گئے۔ جس قدر براتی
مہمان تھے سب کی نظر نوشاہ کی طرف تھی۔ اور ہر ایک نوشاہ کے
حسن خداداد پر دل سے ریجھا ہوا۔ جس قدر خیر خواہ تھے سب درازی
عمر کی دعا دے رہے تھے۔ اور اکثر نظر بد کے لیے دعائین پڑھ
پڑھ کر دم کر رہے تھے۔ قلندر شاہ کا نمبر دعا خوانی مین سب سے
اول ہے۔ ظریف الدولہ بہادر نے میان نصیر کے قریب آکر دعائین
دین اور بے تحاشا عورتون کی طرح فرط مسرت سے بلائین لے کر
کہا میان مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہاری آرزو کا کامیابی کیساتھ
جس طرح عقد پڑھایا ہے اُسی طرح آپکی دلھن کے ساتھ حضرت عشق
شادی کر دین اور محبت کا قاضی عقد پڑھا دے۔ اور ہماری دعا تم دونون
کے سر پر برکت کا سہرا بن کر بندھ جائے۔

محمود۔ (آہستہ سے) کیون بڈھے میان یہ بڈھا پن کیا ہے۔

ظریف ۔ ارے میان اس وقت جو جی چاہے کہہ لو۔ بھانڈ بھی ہین
تو درباری ہین۔

میاں نصیر نے چونکہ ظریف کا ادب کرتے ہین اس سے لیے شکریہ ادا کرکے سلام کیا۔

ظریف۔ واللہ۔ رنڈیون کی نظر خدا نہ کرے۔ ضرور لگی ہوگی۔ مگر ناد علی پڑھ کر مین دم کرونگا۔

محمود۔ بس اب چپ تو رہو خدا کے واسطے۔

ظریف۔ یہ دیکھو لباس کیا عمدہ ہے۔ توبہ توبہ شادی مین سیاہ بانات کا کوٹ۔

محمود۔ یہی مبارک لباس ہے۔

ظریف۔ اچھا پھر دو دو چونچین آپ سے ہونگی۔ یہ کہہ کر ہٹ گئی نوشہ کے سامنے ایک طائفہ حاضر ہوا۔ یہ طائفہ لکھنو کا ہے اسکا حسن خدا داد اور اُس پر طرفہ عالم شباب اور اس شادی کی محفل مین جو بن سنور کر ٹھسّے سے آئی۔ جسنے دیکھا سبحان اللہ کہا۔ یہ اپنا تخلص نور کرتی ہے حاضر ہوتے ہی مجرا کرکے گانا شروع کیا ؎

پھر بہار آئی کف ہر شاخ پر پیمانہ ہے

ہر روش مین جلوہ بادِ صبا مستانہ ہے

اس عمدگی سے گایا اور بتایا کہ اُس کی رسیلی آواز سے ہر شخص نے ذوق حاصل کیا۔

میاں نصیر کے رفقا۔ نصر اللہ۔ احمد۔ محمود۔ ان کو نئی تعلیم نے رنڈیوں کا گانا سننے سے محترز کر رکھا تھا۔ مگر بقولِ شاعر

ساقیِ تو بشکنم آرزوست

بہت ہی دلچسپی سے گانا سننے میں مصروف ہی نہیں ہوئے اُس کے گانے کی تعریف بھی کی۔ اور سُریلی آواز کے مفتون ہو گئے۔

چوبدار نے آکر نواب فیضمآب سے عرض کیا کہ جمعیت تیار ہے اب دولہا مسند سے برخاست کر کے پشتِ توسن پر اس طرح سوار ہوا، جیسے کہ آفتاب مشرق سے طلوع ہوتا ہے۔

دولھا جب گھوڑے پر سوار ہو کر نہایت تکلف کے ساتھ دلھن کے گھر کی طرف چلا۔ سب کے پہلے نشان کا ہاتھی گنجل اکڈنتا۔ اس کا نام کوہ تمکین مستک پر افشان چنی ہوئی۔ اور سیندور کا رنگ۔ جھول زربفت کی۔ دو چیر کمٹے ساتھ۔ ایک سونڈ کی ادہر۔ ایک اُدہر۔ پاؤں میں ہاتھی کے ایک بھاری زنجیر۔ دس

علم بردار - زر دوزی نشان پھریرا اُڑ رہا تھا - نشان پر

نَصْرٌ مِّنَ اللّٰہِ وَفَتْحٌ قَرِیْب

ایسے جلی سنہرے حرفون مین لکھا ہوا تھا کہ ہر شخص دور سے پڑھ سکتا تھا ہاتھی کے بعد نظم جمعیت کے راٹھور چھتری جن کا لوہا آج تک مانا جاتا ہے داڑھیون کو کانون سے لپیٹے ہوے بلدار پگڑیان - بھوین ایسی تنی ہوئین جیسے کمان - مسلح - جوشِ بہادری چہرے سے نمایان سب تلوار کے دھنی - ان کے بعد سندھی جرار و کرار - ان کے بعد جمعدار پیشہ عمدہ عمدہ گھوڑون پر سوار - اور جہدوی پٹھان جیالے بانکے نکیلے - ان کے بعد عرب صنامن بولتے ہوے شجاعان عرب مشہور - جہان چار عرب صنامن بولتے ہوے نکلے تو معلوم ہوا کہ چار سو چار ہے ہین - شیدی ناچ رہے ہین - یہ وہ سپاہیانہ ناچ ہے کہ ٹھنڈے دل والا بھی گرما جائے اس کے بعد باجہ نقلی طنبور بانسری - انگریزی بیانڈ اور لین کی گنی برادریان - چوبدار ہرکارے اڑتے جاؤ - بڑھے جاؤ - نگہہ رو بہ رو - عمر و دولت زیادہ - پیش نگاہ کی صدائین بلند کرتے ہوے - آرایش پناجوبن اور سنگار جدا دکھا رہی

ہے - ہوائیاں نشان کے پاس چھوٹ رہی ہیں - نوشہ کا سبا رفتار بھی دلہن بنا ہوا - تڑپ ایسی جیسے برق جہندہ زرین زردوزی مگر انگریزی فیشن کا - ایک طرف براتی معزز جاگیردار - جمعدار - عزیز و اقارب - مصاحب اہلکار - دوسری طرف لولیاں پری چہرہ ہاتھیوں پر جلوہ آرا تھیں - ان کی ادائے دلربایانہ ہر ایک کے طائر دل کی سانٹھ ناوک فگنی کر رہی تھی -

چلبلے تن عاشق مزاج تماش بین برات بھر میں اگر دیکھتے تھے تو بس یا تو دولھا کو - یا ان سیمین تنوں کو اور چہل نداق سے کسی کی زبان رکتی نہیں -

ایک - ذرا ادہر تو دیکھنا - اللہ رے غرور حسن -

دوسرا - تیر نظر ادہر بھی بانکی کمان والے -

تیسرا - بھائی فیلبان! ہمیں بھی اس ہاتھی پر لے لو -

جو رنڈیاں کسی قدر مہذب تھیں - انھوں نے تو ان شہدوں کو جواب نہیں دیا مگر جو کسی قدر چل نکلی تھیں - ان میں سے ایک نے کہا کہ ہاں ضرور اہیں ہاتھی پر بیٹھا لینا - سفر دائی کی ضرورت

بھی ہے۔

تیسرا۔ پھر کہتا ہے کیا مضائقہ۔ آخر تمہارا جو یا ہی ٹھہرا۔ بہت خوب حاضر۔

چوتھا۔ اے ہے۔ ہاتھی رکتا ہی نہیں۔ اللہ کرے پاؤن پھسلے۔ رنڈی نے برجستہ کہا کہ پاؤن پھسلے اور تم ہی پر گرے۔ تم نیچے اور ہم اوپر۔ بہرحال جو طرار رنڈیان تھین۔ وہ چوکھا جگت لڑتی جاتی تھین۔

شہر مین لوگون نے برات دیکھنے کی غرض سے ملگیان بنگلے کرا سے پر لے لیے تھے راستے کے دو رویہ لوٹ ہے۔ ادھیڑ۔ جوان بچون کا جمگھٹا اکثر جگہ بنگلون پر بڑی بڑی بیگمات نوشہ کو دیکھنے کے لیے منتظر تھین۔ کسی نے کہا وہ دولھا آیا۔ آیا۔ کوئی کہتا ہی ابھی ابھی دولھا کہان ہے۔ الغرض بہزار انتظار و آرزو دولھا جس شاہزادہ پر سے گزرا۔ اس کے حسن خداداد کو دیکھ کر ہر کہ ومہ سبحان اللہ چشم بددور کی صدائین بلند کرتا تھا۔

میان ظریف دولھا کے گھوڑے کے ساتھ احمد۔ اور محمود

اور نصر اللہ سے خوش گپیان کرتے ہوئے چلے راستے مین ایک شخص کی نظر جو ظریف پر پڑی تو دیکھ کر کہا کہ سبحان اللہ آج میان صاحب کی صورت پر خضاب کیا بھلا معلوم ہو رہا ہے۔ چاہیے تو تھا شادی مین سرخرو ہوتے مگر روسیاہ ہوئے۔ بس پھر کیا تھا ظریف الدولہ آگ بھبوکا ہو گئے۔ احمد اور محمود اور نصر اللہ اور میان نصیر یعنی خود نوشہ نے جو یہ پھبتی سنی۔ بے اختیار ہنسی آئی۔ مگر راستے کا موقع تھا ہنسی کو ضبط کیا۔ ظریف صاحب کو جو غصہ آیا۔ بس سر وہین کھینچی۔ اور چاہا کہ لپک کر اُس کے سر ہو رہین لیکن محمود نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا کہا کہ نانا! یہ تو غضب کی بات ہے کہ ہر کسی سے بھڑ پڑتے ہو اچھا نہین۔

ظریف۔ دیکھو میان۔ اس مردک نے بے نقط سنائی۔

محمود۔ نانا۔ اب چپ رہو دیکھا جائیگا۔ اس عرصے مین تھوڑا راستہ طے ہو گیا تھا کہ ایک بنگلے پر چند عورتین کھڑی ہوئی نوشہ کو تک رہی تھین کہ میان ظریف کی نظر پڑی۔ اُن مین سے ایک عورت نے کہا کہ بہن بہن! ذرا اس بڈھے کو دیکھنا کیا اینٹھ اینٹھ کر چل رہا ہے

ظریف - اور بھی اینٹھ کر جوان کہتے شرم آتی ہے۔

ایک - اُن میں سے۔ اوئی بوڑھے شرم نہیں آتی۔ داڑھی تو کالی کرلی۔ مُنہ پر جھریان۔ جامۂ پیری کو خیاط ازل نے گویا چاہی۔ مگر اس پر اپنے کو جوان بھی کہتا ہے۔

ظریف - پھر اس فقرے پر گرما گئے اور چاہا کہ لپکیں۔ احمد نے روک لیا جس عورت کی نظر نوشہ پر پڑجاتی ہے بے اختیار متحیر ہو کر گھورنے میں مصروف ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ایک برقع والی آپس میں کہتی جارہی ہے۔ کیوں بہن۔ کیا صورت پیاری ہے۔

دوسری - خدا کی قسم۔ میری آنکھوں نے تو ایسا نہیں دیکھا۔ کیا تکیلا سجیلا بانکا گبھرو جوان ہے۔

ظریف - کے کان میں جو بھنک پڑی آواز سے کہا کہ بس نظر نہ لگا۔ اور اپنے تلوے کو دیکھ لے کچھ لگا ہے۔

برقع پوش - اوئی خدا نہ کرے۔ ہماری نظر لگی ہے نہ لگی گی سلامتی سے ایسا بھلا نوان تماشا سواری کے ساتھ ہوتے ہوئے پھر چشم زخم کا خوف کیا۔

حضرت صاحب پھر بڑے کہتے ہین - خبردار منہ سنبھالنا -
میان ظریف کے ان حرکات کو راستے والے دیکھ کے متحیر ہین
اکثر تو انہین جانتے ہین - اور جو نہین جانتے وہ حیران ہین
کہ آخر یہ ہے کون - کوئی دیوانہ ہے - یا سڑی - یا سودائی ہے
قد تو اس قدر - ٹیان سا - اور ہاتھ پاؤن مین سکت نہ منہ مین دانت
نہ پیٹ مین آنت آفتاب لب بام ہو گیا ہی لیکن بقول شخصے مثل مشہور ہے
رسّی جل گئی مگر اینٹھن باقی ہے -

الغرض بڑے تزک و احتشام سے نوشہ عروس کے مکان
پر پہنچا باجا نوازون نے سلامی اُتاری - دُلھن والون کا کلیجا کیا
پوچھنا ہاتھہ بھر کا ہو گیا - جتنی عورتین تھین سب دولھا کو دیکھہ کر
غش غش کرتی جاتی تھین ایک ان مین سے ؎

ترا دیدہ و یوسف را شنیدہ
شنیدہ کے بود مانند دیدہ

دوسری - سبحان اللہ - دولھا کیا ہے - آسمانِ حسن کا ستارہ ہے
اللہ اللہ - گرچہ یہ مکان بظاہر دلہن والون کا ہے - مگر درحقیقت

یہ اُس کا گھر ہے جو نوشہ کے دل کی مکین ہونے والی ہے۔ اور نوشہ کے دل و دماغ اور کل جوارح کی مختار اور ملکہ کہلانے والی ہو۔ گو ہمارے نوشہ کے خسر منصبدار صاحب کی موجودہ ظاہری حالت چرخ کجرفتار کی گردش سے مٹ گئی ہے۔ اور وہ اوج موج نہین رہا جو اُن کے بزرگون کو حاصل تھا۔ پھر بھی انہون نے ہمت سے کام لیا اور حسنِ تدابیر سے اپنی مٹی ہوئی حالت کو ازسرِ نو درست کیا کلفت کی شمع آسودگی کا آفتاب بن کر چلنے لگی۔ ترقی کے اندازون نے چال بدلی۔ جس کے باعث آج کے روز ایسے ہوئے کہ ایک نواب ذیشان کے مقابلے مین اپنی دختر نیک اختر کی شادی رچائی۔ بہرحال بحالتِ موجودہ منصبدار صاحب کا گھر واقعی قدیم فیشن اور وضع کے لحاظ سے ایسا سجا ہوا تھا کہ ہر طرح لایقِ تعریف تھا۔

صدہا دعوتی اِن کے گھر مین مدعو ہوئے ہین۔ چار طرف شادیانون کے نعرے سے درو دیوار گونج رہے تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ چمن مین بلبلین ترانہ سنجی کر رہی ہین جسکو دیکھو ہر خاص سرخ بیر بہوٹی بنا ہوا ہے۔

نانائین خواصین ۔ کچھ نیم زنانی کے ساتھ دولھا کو محبت کی نظرون سے دیکھتی اور بڑے ارمان سے کے ساتھ بلائین لیتی ہین ۔ اور صدقہ دل سے دعائین دیتی ہین ۔ کوئی بوڑھی زنانی کے پاپڑ بیلے گئے مگر بڑھاپے کے ہاتھون احرام بزرگی باندھے ہوئے ۔ قریب آئی ۔ پہلے تو بعد ادا سے پیری بلائین لین اور بعد کو کچھ پڑھ کر دم کیا دولھا پشت توسن سے اُترکر ایسے وقت شادی خانہ مین داخل ہوا کہ شام ہو چکی تھی جب شادی خانہ مین پہنچا تو روشنی شروع ہو گئی تھی معلوم ہوتا تھا کہ چاند فلک اول پر سے روے پر زمین اُتر آیا ہی اور ستارے اُس کے گرد شمع محفل بنکر جگمگا رہے ہین ۔ الحمد للہ کہ نوشاہ امید کی مسند پر ارمانون کا بادشاہ بن کر بیٹھ گیا ۔ لوگون کا اژدہام اس قدر تھا کہ کاندھے سے کاندھا چھلتا تھا اچھا زبردست سے زبردست آدمی بھی اس دھکا پیل سے بمشکل مرور کر سکتا تھا ۔ میان نصیر نے جو یہ حالت دیکھی محمود سے جو رفیق باتوفیق تھا کہا کہ میان محمود ۔ نانا کی خبر لو ۔ کہین ایسا نہ ہو کہ اس دھکا پیل مین منہدی کی طرح پیس جائین ۔

محمود نے فوراً لپک کر۔ نانا۔ نانا ایک دو آوازین دین۔ کچھ دور سے آواز آئی کہ میان ادھر ہون۔ ذرا آنا۔

محمود آواز کا نشانہ تاک کر پہونچا۔ دیکھا تو میان جی پھنس گئے ہین اور بہت زور کر رہے ہین کہ نکل آئین مگر مچھلی جال سے کس طرح نکل سکتی ہے۔ جیسے جیسے وہ زور کرتے تھے اُس بھیڑ بھاڑ کے الجھن مین ہاتھ پانون مار کر رہ جاتے تھے۔ اس حالت مین بھی فارسیت کی لے رہے ہین۔ فرماتے ہین کہ اینہا قدر ما بدولت نداشتہ زور آزمائی میکردہ باشند۔ اب تو لوگون نے تماشا دیکھنے کے لیے بھی انجان ہو کر کسی قدر انکو دبو چا۔ یہ بُری ہوئی کہ گلا دب گیا آپ طاقت کر کے فرماتے ہین کہ این مردک گلامی دبو چد۔

اتنے مین محمود آپہونچے اور دیکھا کہ بڈھے کا کچومر نکلا جاتا ہے آواز دی کہ بھائیو راستہ دو۔ کیا بڈھے کو مارے ڈالتے ہو۔ ایک نے ان مین سے کوئی شہدا چھٹا ہوا تھا۔ شریفون کے لباس مین داخل ہو گیا تھا تُنک کر کہا کہ ایسے مجمع مین بڈھے کا کام کیا تھا۔

مرے تو ہماری بلا سے۔

محمود اُس آواز اور جملے سے تاڑ گیا کہ یہ کوئی شہدا ہے۔ شریف نہین۔ بریں ہم اخلاق سے کہا کہ مہربانی سے ذرا ہٹیے۔ مین اُن تک پہونچ تو جاؤن۔

شہدا۔ انجان ہو گیا۔

محمود (بازو کو ہاتھ لگا کر) ذرا مہربانی کیجئے۔ راستہ دیجئے۔

بازو والا۔ ارے بھئی راستہ جانے دو۔

شہدا۔ تنک کر۔ بس راستہ واستہ نہین ملتا۔

محمود کو غصہ آ گیا۔ ایک گردنی دی۔ اُسنے تلوار میان سے ابھی کھینچی نہ تھی کہ محمود نے ہاتھ مین جو بید کی چھڑی تھی کلائی پر زور سے رسید کی۔ تلوار اُسکے ہاتھ سے چھوٹ پڑی۔ اب تو محمود شیر ہو گیا۔ اور ایک گردنی اور دی لوگون مین شور ہو گیا کہ۔ خبردار۔ خبردار لینا لینا۔ میان ظریف صاحب کو اب شکنجے سے جو نجات ملی۔ سر وہی کھینچ لی۔ اور کہنے لگے کہ بس مردک کو جانے نہ دینا مین نے بہت سمجھایا مگر نہ مانا۔ واللہ ایک ہاتھ ہاستمی لگاتا۔ مگر جوانی

پر اس کی رحم آگیا۔ ظریف کی اس گفتگو پر جو لوگ تھوڑی دیر سے تماشا دیکھ رہے تھے کہ شکنجے مین بھیڑ بھاڑ کے میان صاحب کی آنکھین نکل آئین تھین اس وقت تو زبان سے بات کیا سانس تک نکلنا محال تھی اور اب دون کی لے رہے ہین۔ ایک قہقہا لگایا محمود کو بھی ہنسی آگئی۔ بہرحال ظریف کو لیکر چلے۔ اتنے مین حریف نے جو گردلی کھائی تھی۔ موقع تاک رہا تھا اور اُدھر سے میان نصیر نے کچھ دیر محمود کا انتظار کر کے۔ احمد۔ اور نصر اللہ کو ان کی تلاش کے لیے بھیجا تھا۔ وہ دونون اُدھر سے تلاش کرتے نکلے۔ اور ادھر سے محمود ظریف کا ہاتھ پکڑے ہوے لیے جا رہے ہین۔ حریف نے خبردار۔ یہ لے جواب ترکی بہ ترکی کہکر ایک وار کیا۔ اتفاق سے وہ تلوار سقف کی جھالر مین جا کر الجھی۔ بس اس چشم زدن کے وقفے مین محمود نے پھرتی سے طرارہ بھر کر ایک چھڑی اس زور سے اُس کی گردن پر رسید کی کہ مار ارے کہہ کر۔ سر پکڑ لیا۔ ادھر نصر اللہ اور احمد نے جو یہ کیفیت دیکھی۔ خبردار۔ خبردار لگانا موذی کو کہکر دوڑے اور شپاشپ چھڑیون کی بوچھار شروع ہوگئی۔

اُس شہدے نے کمر سے تمنچہ نکال کر چاہا کہ نشانہ لگائے
جلدی سے نصر اللہ نے لپک کر تھاپ دی۔ تمنچہ اوپر ہی چلگیا
دن سے پھر گیا تھا اس آواز کے ساتھ ہی ادہر محمود اور احمد لپک کر
عشق پیچے کی بیل کی طرح لپٹ ہی گیے اور وہم سے دے مارا
نصر اللہ نے تمنچہ چھین لیا۔
ظریف الدولہ۔ سر ہی کھینچتے ہیں مگر تمنچہ کی آواز نے انکے
حوصلے کو پست کر دیا۔ جو گھبرائے تو کہتے ہیں کہ ہان میان محمود چھوڑنا
نہین۔ لینا لینا کلیجہ میں احصتہ اور اودہر تماشائیو نمین تمنچہ کی آواز کے
ساتھہ ہی۔ وہ مارا وہ مارا کی جو صدائین بلند ہوئین۔ اور بھاگڑ مچی بس
کیا پوچھتے ہو تو بہ ہی بھلی۔ اس بھاگا بھاگ مین ایک کو جو
ظریف صاحب پر آیا اور حضرت اس کے نیچے زیر مشق ہو گئے تھے
نصر اللہ نے سنبھال لیا اور شپاشپ چھڑیان لگائین۔
کسی نے نواب اور میان نصیر کو خبر دی کہ محمود مارا گیا۔ نوشاہ
مسند پر سے ایسا لپکا جسطرح شیر شکار پر جھپٹتا ہے۔ نواب نے اپنے
فرزند کی جو یہ حالت دیکھی۔ دوڑ کر پکڑ لیا۔ کہا کہ ذرا صبر کرو کیفیت تو لو

نواب جانی خود خبر لینے دوڑے تھے کہ اتنے مین دور سے محمود اور نصر اللہ اور احمد اور ظریف کو میان نصیر نے آتے ہوے دیکھا۔ اطراف بیس پچیس جوان (رسدی) گھیرے ہوے حفاظت کرتے ہوے لے آئے۔ اُدھر اس شہدے کو پولیس والون نے گرفتار کر کے نظر بند کر دیا۔

میان نصیر کی یہ حالت تھی کہ فرط غضب اور اپنے ایک دوست کے مارے جانے کی خبر متوحش سے آنکھون مین آنسو ڈبڈبا آئے چونکہ خبر ہمیشہ بے پر کی اڑا کرتی ہے مردانے کی متوحشانہ خبر نے زنانے مین کچھ اور سنا دیا۔ خدانخواستہ کسی نے کہدیا کہ دولھا پر کسی نے تینچہ چلا دیا۔ اللہ اکبر اس خبر نے سارے گھر مین ایک کہرام مچا دیا۔ میان نصیر یعنی نوشاہ کی والدہ دہک سے رہ گئین۔ اور ہائے بیٹا کہہ کر زمین پر دھم سے گر گئین اور سنبھل کر اٹھین اور روتی چلاتی مردانے مکان کی طرف دوڑین جس طرف منصبدار صاحب کی بیوی اور سارے مہمان دیکھنے کے لیے دوڑے تھے۔

سپہر آرا جو جانِ نصیر ہے اُس کے کلیجے سے اس منحوس خبر

کی گولی پار ہوگئی۔ ہائیں کیا ہوا؛ یہ کہہ کر غش میں آگئی۔ مغلانی اور نو بہار نے تھام لیا۔ اور یہی دونوں دلھن کے پاس حاضر تھیں نو بہار نے لخلخہ سنگھایا۔ مغلانی نے سرد پانی کے چھینٹے منہ پر مارے ماں تو مردانے کی طرف پہلے ہی بحالتِ تباہ اپنے داماد کی خبر لینے گئی تھی جسکے ساتھ ساری بیگمات تھیں۔ ادھر کی اُنھیں کیا خبر کہ عروس کی حالت کیا ہوئی۔

الغرض منصبدار صاحب نے چالاکی یہ کی کہ فوراً اندر زنانے میں دوڑے آئے اور پکار کر کہا کہ الحمدللہ ہر طرح خیریت ہے۔ گھبرانے اور پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔ منصبدار صاحب سے جو پردہ نہیں کرتی تھیں وہ سامنے آکر پوچھنے لگیں۔

ایک ۔ اجی خالو۔ دولھا میاں کا کیا حال ہے۔

دوسری نانا۔ نوشہ کی کیا خبر ہے۔

نصیر کی والدہ بہت زور سے چیخ کر۔ ارے لوگو میرے چاند کی کوئی تو خبر لادو۔ ہائے ہائے میں دن دہاڑے لٹ گئی۔ اے خدا میں اب کہیں کی نہ رہی۔ ہائے میرا گھر لٹ گیا۔ ارے کوئی

میان سے توجا کر پوچھو کہ ہاے میرے چاند میرے کلیجے کا ٹکڑا۔ آنکھوں کے نور کو کیا ہوا۔ منصبدار صاحب چیخ رہے ہین کہ خیریت ہے۔ کہان کی گولی۔ کسکی گولی۔ مگر سنتے کون اور کس کے کانون سے سب کے حواس غائب تھا۔ چونکہ عورتون کے بلبلا کر رونے سے منصبدار صاحب کی آنکھون مین پانی بھر آتا تھا۔ ان عورتون نے جانا کہ خدانہ کرے نوشہ کے دشمنون کو واقعی کچھ ضرر پہنچا۔ بس غضب ہوگیا

آسمان ٹوٹ ٹا

منصبدار صاحب کی بیوی منصبدار صاحب سے۔ اجی میان کیا ہی دولہا کی خدانہ کرے کہان گولی لگی کہہ کر دھم سے قدمون پر گر گئی۔

ایک۔ ہے ہے گولی لگی۔ ارے ایسا پیارا دولھا۔ چاند کا ٹکڑا ہاے کیا ستم ہوا۔

دوسری۔ ہاے دشمنون کی مراد پوری ہوئی۔

تیسری۔ خدا کی قسم۔ دشمنون نے دونون گھر تباہ کر دیے۔ ہاے ہاے۔ واے ستم۔

چوتھی۔ ہاے لوگو۔ دوڑو۔ ذرا خبر تو لو۔ ارے کیا سب مرگئین۔

پانچوین- ارے دُلھن کو خبر نہ کرو- ورنہ ہیرے کی کنی کھالیگی-

چھٹی- ہیرے کی کنی کیا سنتے ہی دم نکل جائیگا-

ساتوین- ارے کوئی دلھن کی تو خبر لو-

منصبدار صاحب- حیران کہ پکار پکار کر کہہ رہا ہون کہ خیریت ہے پھر یہ کیا بدشگون زبان سے نکال رہی ہین (اپنی بیوی کے نزدیک جاکر) ارے کیا دیوانی ہوئی ہے خیریت سے کہہ رہا ہون کمبخت پھر یہ رونا چلانا بدشگونی کیسی- نہ کسیکو گولی لگی نہ چھرا- ایک شہدے کے ہاتھ سے تپنچہ چل گیا تھا- وہ گرفتار بھی ہوگیا-

بیگم (سب کو ہاتھ سے اشارہ کرکے) اری بہنو چپ رہو- ذرا سنو کہتے ہین سب خیریت ہے اور اپنی سمدھن یعنی میان نصیر کی والدہ کے پاس جاکر- خدا کے لیے بوی تم کچھ غم نہ کرو- میان کہتے ہین اللہ کا فضل ہے- سب کی سب ادہر متوجہ ہوئین-

اور نصیر کی مان سمدھن سے اپنی لپٹ کر- سمدھن سچ کہو- میرے سر کی قسم-

سمدھن اوئی سمدھن- دشمن دور پار- کیا مین جھوٹ کہونگی-

آنکھین پوچھ کر۔ جیسا وہ تمہارے کلیجے کا ٹکڑا ویسا ہی میرا کلیجہ ہے
ہائے ہائے اُسکو کچھ ہو جائے تو کیا مین صورت دکھاؤن گی۔

منصبدار صاحب۔ (بہت آواز سے) سب خیریت ہے۔ ادھر
عروس کی یہ کیفیت ہے کہ کچھ ہوش تو آیا ہے مگر آنسو آنکھون سے
روان ہین۔

مغلانی۔(کانپتی اور روتی ہوئی) نہ بیوی گھبرانا نہین۔ ابھی خبر مین نے
منگوائی ہے۔ ہر طرح سے خیریت ہے۔

نوبہار۔ اوئی بیوی۔ خدا نہ کرے۔ رونے کی کیا بات ہے۔
اگر میان کے بال کو کوئی ضرر پہنچے تو مین کود کر جان دے دونگی۔
خدا جانے کسی دشمن نے یہ گپ اڑائی ہوگی

مغلانی۔ ارے کوئی جا کر خبر تو لاؤ سارا گھر خالی ہو گیا۔ کوئی پاس
نہین کہ بھیجکر خبر تو منگواتی اری سب کی سب ادھر ہی بیٹھ گئین۔
کیا ہوا کوئی بھی یہان نہین۔ اے ہے میرے تلوون کے نیچے
سے زمین نکل گئی۔ خدا کی قسم (یہ کہہ کر رونا شروع کیا)

نوبہار (مغلانی کو ڈانٹ کر) خبردار ایسے مبارک وقت تم روؤ گی

تو تمہارے دیدے نکال ڈالون گی۔ واہ واہ خواہ مخواہ کسی کو حیران کرنا۔ ہوا کیا ہے تمکو۔ گولی لگے تمکو۔

مغلانی - مین تصدق ہو گئی۔ بلا سے مجھے گولی لگے تو لگے

سپہر آرا - ہاے یہ کیا ہوا۔ خدا کرے خبر غلط ہو۔ اور پھر روتی ہوئی۔ کیا کرون۔ یہ کہہ کر نوبہار سے لپٹ گئی۔

نوبہار - نہین بیوی۔ خدا کی قسم کچھ بھی نہین۔ بالکل جھوٹ ہے آپ ذرا صبر کیجیے۔ ٹھہرو مین دوڑ کر خبر لاتی ہون۔

سپہر آرا - جا خدا کے سلیے میری پیاری نوبہار۔ فوراً جا کر خبر لانا۔ نوبہار نے مغلانی کو تاکید کی کہ خبردار آنکھون سے آنسو نہ نکالنا۔ بیوی کو سنبھالنا۔ مین ابھی آتی ہون یہ کہہ کر دوڑی۔ قریب بنگلہ کے نہین پہنچی تھی کہ سب بیگمات کو واپس آتے ہوے دیکھا مگر الحمد للہ سب کے چہرون پر مسرت اور شادمانی کے آثار نمایان اُسنے بیگم یعنی منصبدار صاحب کی بیوی سے پوچھا کہ بیوی کیا کیفیت ہے۔

بیگم صاحب الحمد للہ۔ دشمنون کا منہ کالا۔ آج تو بے موت کے

بین مر گئی تھی۔

بس اتنی خبر سنکر۔ شکر ہے شکر ہے کرتی ہوئی۔ نوبہار پچھلے پانون دوڑی اور ہنستی ہوئی نزدیک جاکر فرط مسرت سے کہا وہ مارا دشمن کو پھر سپہر آرا کی بلائین لیکر بولی۔ کیون ہوی بین نہ کہتی تھی کہ دشمن دور پار سب غلط ہے۔

سپہر آرا۔ گھبرا کر۔ کیا ہے نوبہار سچ کہنا۔

مغلانی۔ مجھے تیرے سر کی قسم کہہ تو کیا ہے۔

نوبہار۔ کہکھلا کر ہنس پڑی۔

مغلانی۔ اے ہے مجھے تیرے سر کی قسم۔

نوبہار۔ نوج۔ تمھین ہوا کیا ہے۔ اتنی کیون بدحواس ہو گئی ہو۔ تجھے میرے سر کی قسم کہنا تھا۔ مجھے تیرے سر کی قسم کہتی جاتی ہو۔ یہ تو اسی روز کی سی ہوئی۔

سپہر آرا۔ ہنس پڑی۔ مگر نوبہار سے کہا چل نگوڑی تجھے تو ہنسی سوجھی ہے یہان جان پر بن رہی ہے۔

نوبہار۔ خدا نہ کرے کیا مجال ہے کہ میرے میان کو کوئی ضرر

پہنچے۔ آپکی جان پر کیون بن آے گی۔ مگر قربان جاؤن شام تو ہونے دو۔

مغلانی ۔ اوئی خدا کی قسم ۔میری زبان سے کچھ کا کچھ نکل جاتا ہے مین تو ایسی گھبرائی ۔میری جان مین جان نہ تھی ۔

نوبہار ۔ ہنستی ہوئی اسی لیے تو کچھ کا کچھ کہدیا۔ خدا نے چاہا تو کل میان کے سامنے تمہین ایسا چھپاؤن گی کہ باید و شاید ۔

سپہر آرا (نوبہار سے) نوبہار ۔ یہ شام ہونے دو کیا بات تھی ۔

نوبہار ۔اب موقع نہین ۔ ذرا گھونگٹ لے لیجیے۔ وہ مہمان آرہے ہین ۔

سپہر آرا جھٹ سے گھونگٹ لیکر جھک گئی ۔ اب سب کے سب اردگرد ۔اس ماہ نو یعنی عروس کے بیٹھہ گیئن ۔

ایک ۔ حضرت عباس کی قسم کمبختون کا منہ آگ مین جھلسون ان دشمنون کو جھوٹ کہنے سے کیا ملتا ہوگا ۔

دوسری ۔ حسد ۔ حسد ۔ حسد ۔ ایسا دولھا کیون ملا ۔

تیسری (پرانی دقیانوسی بڈھی) اے ہے ۔ اس جلاپے کے

بدلے - پھر آپ ہی دولہا کے بغل مین کیون نہین جاکر سوتین - اس پر
تو سبھون نے قہقہا لگایا -

چوتھی - ایسی باتین انبیا ہی دلھن کے سامنے نہ کرنا چاہیئے

بیگم صاحب - (منصبدار صاحب کی بیوی) اور پھوپھی جان نا اسے پھیر
نہین تو کیا - ایسی حسد کی باتون سے ہوتا کیا ہے -

بڑہیا - ہوتا کیا ہے - اور اس سے بڑھ کر کیا ہوتا کہ تھوڑی دیر
کے لیے یہ ہماری جان سن سے نکل گئی تھی -

بیگم صاحب - خدا کی قسم (کچھ رو کر) میری حالت
تو بس کچھ نہ پوچھو -

اتنے مین منصبدار صاحب اندر زنانے مکان مین آئے
اور اپنی بیوی کو بلوا کر کہا کہ الحمد للہ سب خیریت ہے - بس اب عقد
خوانی ہوتی ہے - اسکے بعد دلھن انشاء اللہ روانہ ہوگی -

بیگم نے دلھن روانہ ہوگی - یہ فقرہ ابھی ناتمام تھا کہ گلے مل کر رونا
شروع کردیا - منصبدار صاحب بھی خوب روئے - پھر سارے گھر
مین کہرام مچگیا -

سپہر آرا نے بھی رخصت کا نام آتے ہی پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کیا۔ اس قدر روئی کہ ہچکی بندھ گئی صرف اِن کو فہمایش کرنے والی نوبہار تھی۔ بڑی ضبط والی چھوکری۔

(سپہر آرا سے کہنے لگی) ادی بیوی۔ یہ رونا آپکا تو مجھے پسند نہیں۔ جم جم خدا نے یہ دن دکھایا۔ رونے کی کونسی بات ہے۔ بس بس اب رونا موقوف کیجیئے۔

(سب بیگمات کی طرف دیکھ کر۔)

واہ آپ لوگوں کی عجب نئی ریت ہے۔ دلھن کو خوش کرتے ہیں کہ رُلاتے ہیں۔ معاف کیجیئے یوں تو سب ہی روئیں ہونگی۔ مگر اب بتلایئے کہ دولھا کے گھر جانے سے کونسی مصیبت ہوئی۔ جواب یاد کر کرکے اور ہماری بیوی کو رُلا رہی ہیں۔ خدا کے لیئے بس کیجئے۔

سپہر آرا کی سہیلیاں۔ (سپہر آرا سے) بہن رونے کی کونسی بات ہے۔ بس اب تو خوش ہونے کا موقع ہے کہ ایسا دولھا خدا نے دیا۔ ہاں یہ تو دکھانے کی باتیں ہیں۔ وہاں جانے کے بعد اگر روئیں تو ہم جانیں گے۔

منصبدار صاحب یہ کہہ کر۔ باہر مردانے کو روانہ ہوئے۔ سب حالی موالی تو جمع تھے ہی۔ قاضی صاحب کی یاد ہوئی۔ قاضی صاحب بُرد یمانی در بر اور شملہ بمقدار علم بر سر۔ عقیق کی تسبیح ہاتھ مین لیے ہوئے سر گھٹا ہوا۔ کفش پانون مین اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی کہتے ہوئے تسبیح کھٹکھٹاتے داخل محفل ہوئے اور السلام علیکم بڑی اونچی آواز اور قرارت کے لہجے مین ارشاد فرمایا۔ اور بیٹھ گئے پہلے قاضی نے سیاہہ نکاح لکھا۔ یعنی دولھا کا نام معہ ولدیت وسکونت۔ وکیل اور گواہون کے نام معہ ولدیت مقدار مہر کی تشریح کی۔ فاتحۂ خیر کے بعد خطبہ پڑھا گیا اور خیر سے ایجاب وقبول ہوگیا۔ دولھا پر سے مصری بادام نثار کیے گئے۔ سمدھیون مین شربت خوری ہوئی۔ بعد اسکے طعام ولیمہ سبھون نے چکھا۔ نواب نے قاضی صاحب کو ایک جڑاؤ ہار اور ۲۵ اشرفیان دین۔

منصبدار صاحب اور نواب ذیشان دونون اٹھ کر بہت ہی تپاک سے گلے ملے۔

میان ظریف۔ (درمیان مین لپک کر) واہ پہلے ہم سے گلے ملو۔

منصبدار صاحب ضرور ضرور کہہ کر گلے ملے۔ لیکن کسی قدر زور سے دبایا۔

ظرافت ۔ آئین وله یہ گلے ملنا ہے کہ دشمنون کا کچومر نکالنا۔ دیکھو تو بڈھے میان مین کیا زور آگیا۔ حاضرین نے قہقہہ لگایا۔

اب یکے بعد دیگرے جو نواب کی قرابت مین تھے سبھون نے نواب کو مبارک باد دی۔ اور فرطِ مسرت سے گلے ملنے لگے۔ محمود۔ احمد۔ نصر اللہ نے میان نصیر کو مبارک باد دی۔ پھر یہان نواب کے پاس آئے اور نواب کو مبارک باد دی۔ منصبدار صاحب سے معانقہ کیا۔

محمود نے احمد سے کہا کہ تم منصبدار صاحب کو اٹھالو اور مین نواب صاحب کو اٹھائے لیتا ہون۔ اور نصر اللہ نواب جانی کو۔ اور تینون ملکر رقص کرین گے۔

ایسا ہی ہوا کہ ان تینون نے تینون کو اٹھالینا چاہا۔ نواب جانی نے کہا کہ بھیئی نانا کو اٹھانے والا کوئی نہین۔ مین اٹھائے لیتا ہون۔

نواب نے کہا کہ مسٹر رابرٹ کو بلا لو کہ وہ نانا کو اُٹھا لین گے۔ نصر اللہ دولھا کو اُٹھا لین۔

الغرض حسب مشورہ سبھون نے ایک ایک کو اُٹھا لیا۔ بیانڈ والون کو حکم دیا کہ یہ غزل بجائین۔

لالہ رُخا سمن براسروِ روانِ کیستی

بیانڈ والون نے نہایت عمدگی سے اس غزل کو بجانا شروع کیا۔ اور ان تینون نوجوانون نے ادہر اس غزل کی تال پر ناچ شروع کیا رابرٹ نے ظریف الدولہ کو گود مین لیکر ایک ایسا چکر لگایا کہ بڑے میان کے ہوش رفو چکر ہو گئے۔ اب تو چیخنا شروع کیا کہ نواب کی دہائی خدا کے لیے اس ظالم سے مجھے نجات دلوانا۔

تمام محفل مین دھوم مچگئی اور جس قدر انگریز احباب جمع تھے سبھون نے ہُرے کے نعرے بلند کئے اور ٹوپیان اُچھالین۔ ادہر لیڈیز اور جنٹلمین بھی آپس مین رقص کرنے لگے۔ اور اسی تال پر بہت دیر تک رقص ہوتا رہا۔ میان ظریف نے بھی انگریزون کا تتبع کیا کہ اپنی پگڑی اُچھال دی۔ اور رابرٹ سے کہا کہ دیکھو

ابے او صاحب! اب کے تم نے چکر لگایا کہ پیش قبض لگائی" ہزا رٹ
نے کہا کہ "پیش قبض کا نام تم نے لیا اور نیچے زمین پر دے مارا"
یہ کہکر ایک جھکولا دیا۔ اب تو میان جی کو یقین ہو گیا کہ ہچکنی دے گا۔
پھر تو منت و عاجزی شروع کردی۔ اسپر اور بھی ہنسے ہوئے۔
عورتون نے بھی قہقہہ لگایا اور آپ کہتے جاتے ہین کہ ما بدولت
ہم دولہا معلوم می شوم۔ اس فقرے پر زنانہ مستورات نے وہ
فرمائیشی قہقہہ لگایا اور تالیان اس زور سے بجائین کہ العظمتہ اللہ
اہو ہو ہو۔ چار طرف شادی کی شادمانی زبانِ حال سے کہتی جاتی
تھی کہ نیکبختون کی شادی کی یون بیل منڈھے چڑھتی ہے قریب
آدھے گھنٹے کے اس شادی کی چہل پہل نے اپنا اوج موج
دکھایا۔ اس کے بعد نواب نے محمود سے کہا بھئی بس تھک جاوگی
اب چھوڑ دو۔ تمہاری خاطر سے ہم تماشا بن گئے۔ اب زیادہ ہنسی
نہ کراؤ۔ الغرض ان تینون زندہ دل نوجوانون کی بدولت نہ صرف
عروس و نوشہ کے گھر والے اور دوسرے تماشائیون نے لطف
اُٹھایا۔ بلکہ ناظرینِ ناول نے بھی اس خیالی سمان کو دیکھ کر اسے

خوش ہوئے ہونگے کہ پھولے نہ سماتے ہونگے اور نہ ایسا جلسہ اور نہ اس ٹھاٹھ کا عقد اور نہ ایسی مجلس اور نہ ایسے نوجوان نئی روشنی کے زندہ دلون کی چہل پہل کی تصویر نظرون سے گزری ہو گی۔

ناظرین کو بھی یہ خوشی مبارک ہو۔ اور ناظرین ناول کے گھرون مین خدا ایسی ہی خوشی کے جلسے منانا نصیب کرے تاکہ **شاد** کو ہر وقت موقع ملتا رہے کہ احباب کے گزرے ہوے جلسون کو لکھتا جاے۔ اور پبلک کے روبرو ضیافت طبع کے لیے تحفہ پیش کرتا جاے۔

زنانہ مین دولھا کی یاد ہوئی۔ اب دولھا کی مسرت دلی کا کیا کہنا لایق اور مہذب تعلیم یافتہ لڑکا تھا۔ اور امیر ابن امیر۔ اگرچہ بہت ضبط کیا۔ مگر گزشتہ سارا افسانہ اور وہ نوامیدی کے بعد امید کا پورا ہونا یہ ساری خیالی تصویر سہرا کے ساتھ آنکھون کے سامنے اپنا جلوہ دکھاتی تھی۔ الغرض جب دولھا جاکر پلنگ پر بیٹھا اور دلھن بھی قریب جلوہ افگن ہوئی۔ قرآن السعدین ہوا۔ دولھا کی نظر

پہلے مغلانی سے دوچار ہوئی دفعۃً تبسم کیا - ادھر مغلانی بھی تبسم کرکے آداب بجالائی - اس حرکت کو بعض اداشناسون نے دیکھ لیا مگر خیال یہین تک رہا کہ نوشہ اور مغلانی کی کچھ تال میل ہے - الغرض دلھن پہلو مین کیا آکر بیٹھی - آرزو سے ہم آغوش ہوئی - منہ مانگی مراد پائی - نخل امید کو پھل لگا - میراسن نزدیک آئی - اور بلائین لیکر کہا - چاند سورج کی جوڑی مبارک -

دوتین مل کر بولین آمین -

کمسن سالیون نے دولھا کو دلھن کی جھوٹی مصری کئی بار کھلائی - اور جوان سالیان رشتے کی چہل کرنے لگین -

ایک - کہتی ہے - اوئی دولھا تو جیسے بھوکا ہے کسقدر مصری کھا گیا -

دوسری - اچھا ہوا کہ مین نے نہ کھلایا - ورنہ خدا جانے میری اُنگلی کتر لیتا تو مین کیا کرتی -

تیسری - معلوم ہوتا ہے کہ منت کے روزے رکھے تھے آج افطار کیا -

چوتھی۔ ابھی کہاں کا افطار۔ بارہ بجے شب کے۔ اس پر تو قہقہہ ہوا۔

آرسی مصحف کی رسم مین دولہا نے کوشش کی کہ عروس ماہ لقا کا جمال یہین دیکھے اور موسیٰ کی طرح ارنی کا سوال کیا مگر حیا نے لن ترانی کے جواب سے محروم کر دیا۔

اقتضائے شوق نے پھر (ارنی) کئی بار کہا۔ مگر (لن ترانی) ہی کا جواب ملتا رہا۔ اس اشتیاق کا لطف وہ جانے جو جدائی کا صدمہ اٹھا چکا ہو اور جسکی آنکھین دیدار یار کو ترستی ہون۔

نوبہار نے عرض کیا کہ سرکار اس وقت دولہن کو آپ مجبور نہ فرمایئے بہ امید آئندہ تامل کیجئے۔ شب تو ہو ہی چکی ہے حیا کی نقاب اٹھا کر چاند اپنے خلوت کدہ سے جب جلوہ افروز ہوگا۔ اُس وقت پھر ہاتھ کنگن کو آرسی کی کیا ضرورت۔ آپ ہی آپ ہین اور دیدار یار۔ نظارہ بازیان۔

نوشاہ نے اس چلتے ہوئے شوخ فقرے کی دل ہی دل مین داد دی۔

ادھر میراسیوں کو انعام خاطر خواہ ملا۔

ساس نے یعنی سپہر آرا کی والدہ نے داماد کو سلامی مین بیش بہا انگشتری اور جڑاؤ ہار اور دست بند دیا۔ اور نقد پچیس اشرفیاں گود مین ڈالین۔ چٹ چٹ بلائین لین۔

اسی طرح درجہ بدرجہ اہلِ برادری نے علیٰ قدرِ مراتب سلامی دی۔

دولھا نے خسر کو اور اپنی ساس کو نذر دی۔

ساس نے بلائین لین اور اشرفیاں نچھاور کر کے سب کو انعام دیا

منصبدار صاحب نے نواب کو اندر بلوایا اور اپنی نورِ نظر اور لختِ جگر کا ہاتھ نواب کے ہاتھ مین دیکر کہا ؎

سپردم بتو مایۂ خویش را
تو دانی حسابِ کم و بیش را

دیکھو نواب صاحب! آج تک مین نے اور اس کی ماں نے جس طرح پالا پرورش کیا۔ اور جو جو ناز برداریان کین اس کی قدر تم کو ضرور ہوگی بہر حال اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھ کر اس گھڑی تک اپنے سے

جدا نہین کیا۔ اب اس امانت کو مین تمہارے حوالے کرتا ہون۔ یہ کہکر ایک چیخ ماری اور سمدہی سے لپٹ گئے۔ نواب بھی ایک رقیق القلب خداترس آدمی ہین انکو بھی رقت ہوئی اور دونون مل کر کیا روے تمام گھر مین کہرام مچگیا۔

نواب نے منصبدار صاحب سے کہاکہ سمدہی صاحب داماد کو تم اپنا بیٹا سمجھو۔ اور یہ بچی میری بیٹی ہے مین اس کو بہو نہ سمجھونگا بلکہ بیٹی سے زیادہ عزیز رکھونگا۔ اسکا عملی ثبوت انشاء اللہ تعالے آپکو ملجائیگا۔

دولھا رخصت ہوکر باہر آیا۔ اب دلہن کے سوار ہونے کا وقت آیا پھر گھر مین کہرام مچ گیا۔

اللہ اللہ عجب وقت ہے یہ بھی کہ والدین نے پالا پرورش کیا۔ گود ون کھلایا ان کے انواع واقسام کے لاڈ سہے۔ ہزارون حکم عدولیان کین مگر بجز چشم ادب سے ہدایت کرنے کے ایک لفظ منہ سے برا نہ کہا۔ رات کو رات دن کو دن نہ سمجھے انکی بیماریون مین شب زندہ دار رہے۔ اس قدر محنتون سے جوان کرکے آج اپنی

امانت یعنی کلیجے کا ٹکڑا۔ آنکھوں کے نور۔ دل کے سرور کو ایک
ایسے اجنبی کے حوالے کیے دیتے ہیں۔ جس سے کسی قسم کا
تعارف نہ اعتبار۔ اب یہ جو اپنے والدین کے دلوں کی بادشاہ بن کر
رہی تھی ایک اجنبی کی تمام عمر کے لیے خادمہ ہوکر رہے گی۔

رخصتِ عروس

سپہر آرا آج میکے سے رخصت ہوکر سسرال کو جاتی ہے اگرچہ شادی
کا یہی نتیجہ ہے اور یہ وقت فرحت و سرور کا ہے۔ کیونکہ میاں نصیر
کے گھر جانا ہے اور میاں نصیر وہ ہیں جن کو پہلے ہی سے اپنے
دل کا مقصود بنا چکی ہے۔ پس مقصودِ دلی کے پانے سے بڑھ کر
کونسی خوشی ہو سکتی ہے لیکن باوجود اس کے ماں باپ کے گھر
سے جدا ہونا جہاں پیدا ہوئی نشو و نما پائی۔ جوان ہوئی۔ کچھ آسان
نہیں ہے غور کیجیے تو یہ وہ حسرت ناک واقعہ ہے کہ انسان کا دل
کیا پتھر کا کلیجا بھی پانی ہو جاتا ہے۔

اسکی بعینہ وہی صورت ہے کہ آدمی دنیائے فانی کے آغوشِ عاطفت مین ناز و نعمت کے ساتھہ پرورش پاتا ہے۔ بچے سے جوان اور جوان سے بوڑھا ہوتا ہے۔ گوناگون مرغوبات کو دل مین جگہ دیتا ہے۔ انجام کار جب دنیا سے رخصت کی گھڑی آتی ہے تو اُس کی جان پر قیامت گزر جاتی ہے وہ سوچتا ہے کہ اس عالم سے نکل کر نئے عالم مین جاتا ہے۔ نیا دیس نیا گھر۔ نیا کارخانہ ہوگا جس سابقہ پڑے گا۔ میرے اللہ کیسی بنے گی۔ اور کیونکر گزرے گی اگرچہ اسکو پہلے سے اپنی رخصت کا یقین ہوتا ہے مگر چاہیئے کہ وہ اس مفارقت کو خوشی دل سے قبول کرلے محال ہے۔

اسکی وجہ یہی ہے کہ مادر گیتی کے اشفاق انسان کو اپنے اُنس کا خوگر بنا لیتے ہین اور ہزارون پھندے ایسے ہوتے ہین جن مین اُس کا بال بال گرفتار رہتا ہے۔ سب پھندون کو ایک آنِ واحد مین دل سے قطع کر دینا پڑتا ہے اور یہ ہو نہین سکتا۔ آخر وہ حسرت ویاس کا شکار ہو جاتا ہے۔ دنیا کو چھوڑتے وقت وہ تمام باتین تمام صورتین تمام چیزین جن سے گوشۂ خاطر کو وابستگی ہوتی ہے

ایک ایک کر کے یاد آتی ہین اور دل پر چھا جاتی ہین - اپنے انیس و جلیس عزیز دوست اور نیز اپنی ہر ایک محبوب شئے کو الوداع کہنا پڑتا ہے اور اُس وقت وہ ہر شخص اور ہر شئے کو بلکہ در و دیوار کو جس یاس بھری نگاہ سے دیکھتا ہے اُسکو نہ کوئی زبان بیان کر سکتی ہے نہ کوئی قلم لکھ سکتا ہے - یہی حالت اُس وقت سپہر آرا بیگم کی ہے جس کو شادی نے میکا چھوڑنے پر مجبور کیا ہے - حقیقت یہ ہے کہ لڑکی ذات کا ماں باپ کے گھر رہنا عارضی رہنا ہے - چمن کی گود مین کلیاں دیر تک نہین رہتین - پھول ہوتے ہی چمن سے نکل کر کسی کے گلے کا ہار ہو جاتی ہین اور اسکو وہ خود بھی سمجھتی ہین - کہ ہماری بے تکلف زندگی ہمارا آزادی کا زمانہ اُسی وقت تک ہے جب تک ماں باپ کے گھر مین ہین - پھر ہم کہان اور یہ آزادی کی بہار کہان - سہیلیاں آپس مین کہتی ہین کہ میکے مین سدا نہ رہو گی چند روز اپنا راج کر لو - کھیل کود لو - عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے کہ تم اس گھر مین اپنے اختیار سے نہ آسکو گی اور ہم تم آپس مین ملکر کھیلنے کو ترس جائین گی -

سپہر آرا کی برات جب آئی تھی جب ہی اُس کے دل نے اس
سے کہدیا تھا کہ تو دیکھتی ہے دولہا کس ٹھاٹھ سے بن سنور کے آیا
ہے کس دہوم کی برات لایا ہے جتنے براتی سوار اور پیادہ آئے ہین
یہ سب تجکو اپنے ساتھ لیجائین گے۔ یہان تجکو رہنے نہ دین گے یہ
یہ گھر جسکو تو اپنا گھر سمجھتی تھی آج پرایا گھر ہو گیا۔
رخصت کا لفظ قیامت کا لفظ ہے سپہر آرا نہین چاہتی کہ یہ لفظ
اُس کے کان مین پڑے مگر اس نہ چاہنے سے کیا ہو سکتا تھا۔
جسوقت رخصت کا نام آیا اُس کے نازک دل پر برچھی لگی کلیجے مین
دہچکا پیدا ہوا۔ دماغ بے قابو ہو گیا۔ آنکھون مین آنسو بھر آئے۔
جان گئی کہ میکا مجھ سے چھوٹتا ہے ماں باپ اور سب عزیز و اقارب
سے جدا ہوتی ہون اسی دن کے واسطے مین پیدا ہوتے ہی بوئی
تھی۔ اب میری ساتھ والی ہمجولیان سب مجھ سے جدا ہو جائین گی میکے
مین رہنا خواب و خیال ہو جائے گا۔ ماں باپ بھی بڑے بیدرد
ہوتے ہین کہ بیاہ کرتے ہی اپنے لخت جگر کو جدا کر دیتے ہین
اس وقت اپنی سہیلیون کو یاد کیا۔ سب رخصت کرنے کو آئین

اور آنسوؤن کے موتی قدموں پر نچھاور کرنے لگین۔

سپہر آرا کی حسرت آلود نگاہ نے زبان ہوکر ان الفاظ کو ادا کیا۔
آؤ بہنو گلے مل لو۔ ہم وہان جاتے ہین جہان پرائے بس مین رہکر زندگی بسر کرین گے۔ فراق کی گھڑی موت کی گھڑی ہے آج سے ہمارے تمہارے بیچ مین دریا حایل ہوگیا۔ اب ہمارے رنج و راحت کی تمکو کیون کر خبر ہوگی۔ ع

پھر ملین گے اگر خدا لایا

ہم تم بچپن سے ایک ساتھ کھیلے ہین اب تمہاری جدائی کا داغ مین ساتھ لیے جاتی ہون۔ تمہارے ساتھ رہنے سے مجکو یہ گمان نہ تھا کہ کبھی جدائی کی گھڑی بھی آے گی۔ یہ سمجھ لو کہ میکے کا حال مسافر خانہ کا سا ہے۔ اسی سے شوہر کو میکے کا رہنا پسند نہ آیا۔ درحقیقت سسرال ہی رہنے کی جگہ ہے۔

سہیلیون کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے۔ منہ سے تو کچھ کہہ نہ سکین لیکن زبانِ حال سے گویا یون جواب دیا۔ تمہارا حال دیکھکر ہم آپکو جھینکتے ہین۔ جبکہ تم ایسی ہو کر گھر مین نہ رہ سکین تو بھلا

ہم کیونکر رہ سکیں گے - ایک دن ہم کو بھی یہی کٹھن منزل درپیش ہے -

سنو تم پیاری بھولی بھالی لڑکی ہو - شوہر تمہارا سرتاج ہے - عزت اور غصہ اسی کو سزاوار ہے - تم اُس کے چمن عیش کا ایک پھول ہو - اسکو اختیار ہے جس پھول کو چاہے توڑے جسکو چاہے رکھے تم کو یہی لازم ہے کہ اسکا حکم ہاتھ میں لیے رہو - اُس کی خدمت میں پیشانی زمین پر رکھو - دیکھو برگد اور پیپل کے درختوں نے جو سر اٹھایا تو کچھ نہ پایا - ذرا ذرا سے سوکھے پھل نصیب ہوے اور کدو نے جو سر زمین پر رکھا تو اُس نے بڑا پھل پایا اور آم جو مزے میں سب پھلوں سے افضل ہے اُس کا سبب یہی ہے کہ وہ پھلتے ہی جھک جاتا ہے - ایسی ہی اے پیاری دلھن شوہر کی محبت ہے جو اُسکے سامنے سر جھکاے اور فرمانبرداری میں لگی ہے سہاگ اسی کے لیے ہے -

اب منصبدار صاحب کی بیوی اپنی سمدھن کے ہاتھ میں دلھن کا ہاتھ دیکر کچھ کہنا چاہتی تھی مگر جوشِ گریہ نے مُنہ سے ایک بات

نکلنے نہ دی۔ دونوں سمدھنیں مگر خوب روئیں۔ سپہر آرا اپنی ماں سے لپٹ گئی۔ خالہ سمجھانے آئی۔ دادی نزدیک آئی تسلی کی باتیں کہیں ہر طرح اطمینان دلایا۔ دادی نے کہا بیٹی دل اتنا بھاری نہ کرنا تو ہمارے ہی گھر میں ہے کہیں دور نہیں جاتی۔ کل پھر انشاء اللہ میں بلوا لوں گی۔

بہر حال بہ ہزار گریہ وزاری سپہر آرا خود بھی روئی۔ اور سارے کنبے کو رلا کر دولھا کے ساتھ روانہ ہوئی۔ دولھا پشتِ توسن پر سوار فنس میں دلھن پر بیزادِ رشکِ شمشاد۔ غیرتِ گلرخان نوشاد۔ جہیز میں گیارہ تپلے چاندی کا سامان اور دو پلے سونا تھا۔ علاوہ اس کے ہاتھی۔ پالکی۔ گھوڑا۔ بگھی ایک سو اکتالیس کشتیاں جوڑوں کی گیارہ مامائیں۔ ستر چھوکریاں سات خواصیں۔ چار مغلانیاں۔ دو آتون۔ پانچ مشعلچین وغیرہ وغیرہ دیے گئے۔ بڑے تزک و احتشام سے آتشبازی چھٹتی ہوئی۔ بجلی کی روشنی اور ماہتاب نورٌ علیٰ نور۔ چاند بھی مات ہوا جاتا تھا۔ اس شاہانہ ٹھاٹھ کے ساتھ فنس کے داہنے بائیں مورچھل اڑتا ہوا۔ دولھا مع دلھن کے اپنے عشرتکدے

مین داخل ہوا - دونون کے پاؤن دودھ سے دھلائے گیے -

کامیابی اور اُسکی خوشی

کامیابی کا لفظ پریشان اور امیدوارون کے لیے اس قدر تسکین بخش ہے کہ اگر صرف خوشخط اور جلی قلم سے اس لفظ کو لکھ کر کسی امیدوار کے سامنے رکھدیا جاے تو اُسکے دل کو ایک طرحکا اطمینان ہو جاتا ہے اور چونکہ امیدوار دن مین کامیابی کا ہزار جان سے خواہشمند ہے اُسکو فالِ نیک یا الہامی مژدہ سمجھ کر نہایت پیار کی نظر سے دیکھتا ہو اور آپ ہی آپ دلی مسرت اور خوشی کا لطف حاصل کرتا ہے ہر انسان کے لیے کامیابی کی ضرورت ہے خواہ وہ ادنی ہو یا اعلے فقیر ہو یا امیر شاہ ہو یا گدا لیکن کامیابی کے واسطے ان چیزون کی نہایت ضرورت ہے سعی - تدبیر - ہمت - استقلال - جب تک انسان اِن چار عناصر کو اعتدال کے ساتھ کام مین نہین لاتا - کامیابی کی آرزو مشکل سے پوری ہوتی ہے - اس مین جس قدر افراط تفریط ہو اُسی قدر اُلجھنین پڑتی جاتی ہین - بعض کا یہ خیال ہے

کر کامیابی کا تمغہ حاصل کر کے اپنی منزل مقصود کو پہونچنے کے لیے زیادہ تر عقل کی ضرورت ہے۔ یا حد سے زیادہ محنت درکار ہے۔ لیکن یہ حجت نا تمام رہ جاتی ہے۔ منطقی اصول سے بھی بمشکل اسکو کوئی ثابت کر سکتا ہے کہ کامیابی کے لیے زیادہ تر محنت۔ اور عقل کی ضرورت ہے۔ بارہا ہمنے یہ دیکھا ہے کہ انسان۔ صرف ایک امید کی خیالی تصویر کا تصور ہی کرتا رہتا ہے۔ لیکن اُس کا بُرا بھلا سوچنے کی زیادہ عقل نہین رکھتا اور محنت کرنے سے بھی اُسکو اُسکی بے پروائی اور کاہلی روکتی ہے لیکن وہ شخص کامیاب ہو جاتا ہے۔ بعض ایسے بھی دیکھنے مین آئے ہین کہ بے انتہا کوشش کی اور عقل کے گھوڑے خیالی میدان مین بہت تیز تیز دوڑائے مگر آخر مین ٹائین ٹائین فش کچھ بھی حاصل نہ ہوا۔ اگرچہ ہماری اس تقریر کے اس درمیانی مندرجہ بالا حصے نے سیدھے راستے مین روڑے پیدا کر دیے۔ جسکی وجہ سے بعض اصحاب ضرور پریشانی کے دریا مین ہاتھ پاؤن مارتے ہونگے اور سوچتے ہونگے کہ الٰہی جب زیادہ عقل سے بھی کام نہ لیا جائے اور نہ اُسپر بھروسہ کیا جائے

اور زیادہ محنت اور جانفشانی کی بھی جبکہ ضرورت نہ ہو - تو پھر کامیابی
ہوتی کس طرح ہے - ہم عرض کیے دیتے ہین زیادہ پریشان ہونیکی
ضرورت نہین ہم آپکو بہت آسان طریقے سے سمجھانے کی کوشش
کرتے ہین ہمکو ان اسباب پر نظر ڈالنا چاہیئے کہ ناکامیابی کیون
ہوتی ہے - اگر اس کے وجوہ سمجھ مین آجائین تو خود بخود اس
امر کا تصفیہ ہوجائیگا کہ کامیابی کے لیے کس قدر عقل درکار ہے
اور کتنی محنت کرنی چاہیے -

انسان کو اپنی امید مین ناکامیاب ہونے کے چند وجوہ ہین

(۱) تو یہ کہ وہ دوسرون کی ناکامی کو اپنی کامیابی کے راستے مین رہزن
بنا کر سمجھا دیتا ہے - یہ رہزن بہت بڑا ڈاکو ہے کہ ہرگز ہرگز کامیاب
نہین ہونے دیتا! وہ کیا؟

انسان کو جہان یہ خیال پیدا ہوگیا کہ فلان شخص جسکو وہ اپنے
نزدیک بڑا عقلمند سمجھتا ہے فلان کام مین ناکام رہا - بس اُسکی
ہمت کی کمر ٹوٹ جاتی ہے جس کا نتیجہ خواہ مخواہ یہی ہوتا ہے کہ بد
دل ہوکر بیٹھ جائے - اور کاہلی اور آرام طلبی کے زندان مین

خود بخود گرفتار بلا ہو جاے۔

(۲) بے طریقے محنت کر کے جب تھک جاتا ہے تو نا اُمیدی ضرور ہو جاتی ہے۔ اور یہ ثمرہ ہے بے سمجھی کا۔ انجام یہ ہوتا ہے کہ مایوس ہو کر تدبیرون کے خزانے جمع کرنے سے قاصر ہو جاتا ہے۔

(۳) صرف تقدیر پر تکیہ کر کے تدبیر کو دست و پا بریدہ کر دیتا ہے۔ اور یہ خبط اس کے دل مین سما جاتا ہے کہ دنیا بے وفا ہے۔ لہذا کامیابی کی امید رکھنی فضول ہے۔ اسی خبط نے اکثرونکو محروم کر رکھا ہے۔

(۴) ادھوری کوشش سے جو تھک کر بیٹھ جاتے ہین وہ بھی نامرادی کے کوچہ کے نقش پا بن جاتے ہین۔

(۵) ناروا کوششون سے جو ناکامیابی کا سہرا سر پہ باندھ لے وہ بھی کسی طرح عروس کامیابی کے نوشاہ بننے کا مستحق یا سزاوار نہین ہو سکتا۔

علاوہ ان پانچ اسباب کے اگر غور وخوض کیا جاے تو بہت سی اسباب ان کے علاوہ ایسے ہم کو مل سکتے ہین جنکا نقشہ ہم صفحۂ کاغذ پر قلم کے ذریعہ سے کھینچ کر دکھا سکتے ہین۔ مگر ما قلّ و دلّ اسی

اکتفا کرنا مناسب سمجھا گیا پس معلوم ہوا کہ ہم اپنی ناسمجھی کے سبب سے یا کمزوری ہمت یا عدم تدبیری کی بدولت اپنی امیدون مین اپنے ہاتھون ناکام رہتے ہین اس سے ظاہر ہے کہ ہمکو چاہیئے ہم پہلے خود اپنی اصلاح کرین اسکے بعد پھر غور کرین کہ آیا ہمکو درحقیقت کامیابی سے ہم آغوش ہونے کے لیے لقمان بننے کی ہی ضرورت ہے یا قیس و فرہاد کا مرتبہ سعی اور محنت کرنے سے حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ ہم اگر بہ نظرِ غور دیکھین تو تھوڑی سی محنت اور سمجھ سے بھی ہم اپنی امیدون کے سر کامیابی کا سہرا باندھ سکتے اور اسکے نخلِ مراد سے بارور ہو سکتے ہین۔

چونکہ بدنصیبی سے جہان اور عیوب ہمارے لیے جمع ہوئے ہین۔ وہان یہ بدترین عیب بھی ہماری قوم کے خزانے مین داخل ہے کہ کسی کام مین ہاتھ پاؤن ہلانا سخت ترین گناہ سمجھتے ہین اور محنت کرکے کسی چیز کا نتیجہ حاصل کرنا اس کی قسمت مین لکھا ہی نہین ہے بعض اشخاص تو مقدر کے راستے کی لکیر کے ایسے فقیر بنے بیٹھے ہوے ہین کہ اُنکے نزدیک تدبیر کرنا گویا نعوذ باللہ خدا کے ساتھ

مقابلہ کرنا ہے۔ اور جو لوگ دیکھا دیکھی کچھ ہاتھ پاؤن بلا سوچے سمجھے
مار لیتے ہین وہ بالکل اسکے مصداق ہین کہ تیرنا نہین جانتے اور
دریا مین کود کر اپنے وجود کی کشتی کو کنارے لگانے کی کوشش
کرتے ہین۔

این خیالست و محالست و جنون

اور بعض وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ فَهُوَ حَسْبُهُ کی مسند پر تکیہ لگائے
ہوے بیٹھے ہین اور یہ سمجھتے ہین کہ دراصل وہ متوکل ہین مگر غلط
ہے۔ توکل کی یہ شان نہین ہے کہ کھانا اچھا نہ پکا تو اچھا پکانے کی
تدبیرین سوچتے ہین۔ بیمار ہون تو دوا کی فکر کرتے ہین پیسا نہ ہو
تو اُسکے حاصل کرنے کے ذرایع سوچتے ہین لیکن جہان کوئی
دشوار اور پیچیدہ معاملہ ہوا تو بس وہان۔ ومن یتوکل علی اللہ
فھو حسبہ کا نعرہ مار کر اپنے کو بہت بڑے مرتبے اور پرلے
درجے کا صابر اور خدا کی رضا پر راضی رہنے والا بتلاتے ہین۔ ہم
اسکو تسلیم کرتے ہین اور یہ ہمارا ایمان ہے کہ ہر حال مین تائید ایزدی
کی ایسی سخت ضرورت ہے جسطرح وجودِ عنصری کے مشن کو چلانے

سے کے لیے روح کی اشد ضرورت ہے۔ اگر ایک لمحہ کا ہزارواں حصہ
بھی روح ہمارے جسم سے مفارقت کرے تو یہ عنصری مشین
بالکل بیکار ہے۔ لیکن خداوند عالم جلّ شانہٗ خود ہدایت فرماتا ہے
اپنے نبیؐ کو کہ اے نبی کہو السعی منی وا لاتمام من اللہ۔ اور
اسی مقدس اور مبارک ارشاد کو دوسرے اقوام اور مذاہب میں
اُن کے پیشواؤں کی زبانِ فیض ترجمان سے دوسری زبانوں میں
ظاہر فرمایا ہے۔ جل جلالہٗ و عم نوالہ۔

پس ہر بشر کے لیے لازم ہوا کہ کوشش بھی کرے اور خدا کے
فضل کا امیدوار بھی رہے اور کوشش کرنے کا سیدھا راستہ اختیار
کرے۔ اگر نہ معلوم ہو تو کسی کو اپنا خضرِ راہبر بنا لے۔ اور جو کام کرنا
چاہے اسکو پہلے سوچ لے۔ کہ وہ کام اس کے لیے کہاں تک
نیک ہوگا اور اس سے اسکو کوئی فائدہ پہونچے گا کہ نہیں اور اس سے
جو ثمرہ حاصل ہوگا وہ خوشگوار ہوگا۔ یا صرف اندراین کا پھل کہ دیکھنے ہی
کی حد تک لایقِ ستایش ہے۔ اور اُس کے انجام کو دوربین عینک
لگا کر دیکھے۔ یا زمانے کے تجربے کی عینک لگا کر جن لوگوں نے ان

دشوار گزار راستون اور گھاٹون کو طے کیا ہو اُن سے مشورہ کرے

ہم چند سطور کے قبل ابھی بیان کر چکے ہین کہ سعی۔ تدبیر

ہمت۔ استقلال ان چار چیزون کی سخت ضرورت ہے۔

لہذا ہر امیدوار کو جو کامیابی کے میدان کا مرد بننے کی ہوس رکھتا

ہو۔ لازم ہے کہ پہلے سوچ بچار کے اپنی دلی آرزو کو خوب ذہن

نشین کرلے۔ گویا نقش کالحجر۔

دوسرے یہ ارادہ کرلے کہ واجبی کوششون مین کبھی تن آسانی

نہ کرے گا۔ اور اپنی ہمت کو اُسکے ساتھ وابستہ کردے۔ اور مستقل

مزاجی سے لگاتار اِس امید مین کامیابی کی کوشش کرے۔ پس

ایسے مبارک بندے کو خدا کی تائید ضرور ہوتی ہے وہ کبھی ناکام

اُس کی بارگاہ سے نہین ہوتا۔ مگر افسوس ہے کہ ہماری کوششین

جو اکثر ناکام ہوجاتی ہین یا ادھوری وہ صرف قصور فہم کی دلیل ہے

اکثر ہم لوگ بیوقوفی سے شروع سے اخیر تک بے طریقہ سعی پر

کمر باندھتے ہین۔ نہ غرض اور مدعا سے دلی کو خود ہی سمجھ سکتے ہین

اور نہ اُسکے نتیجے پر غور کرتے ہین۔ زیادہ تر ہماری کوششین

ایسی ہوتی ہین کہ ان ناروا اور بے سود کوششون کا نتیجہ کبھی بامراد اور ان امیدون مین کبھی کامیابی ہونے کی توقع ناممکن۔

سب سے اول ہم لوگون مین حسد کا مرض عالم گیر ہے۔ پس تمام دن اسی اُدھیڑبن مین کہ وہ ہم سے لایق کیون ہے اور وہ دولتمند کیون ہوا اس کے بخت نے کیون یاوری کی وہ ہر دل عزیز ہونے کا نقش حسب کیونکر بنا۔

اس کی رسائی بادشاہ تک کیون ہوئی۔ بادشاہ یا حاکم اُس پر کیون مہربان ہے اس کا رسوخ امرا مین کسطرح ہے۔ اور فلان امیر اور بادشاہ کے دربار مین بار کسطرح پایا۔ اسکو انعام کیون ملا۔ اُسنے خطاب کیون پایا۔ علم وفضل کا تاج اسکے سر پر کیون رکھا گیا وہ ولی کیون ہوا۔ فلان پیغمبر زادہ کس طرح کہلایا۔ وغیرہ وغیرہ۔ اگر اس حد تک بھی ہم لوگ رہین اور اپنی اصلاح کی کوشش کرین تو خدا کی تائید ہماری معاون ضرور ہوگی۔ مگر نہین۔ بخلاف اس کے یہ سوجھتی ہے کہ لایق کو نالایق مشہور کرنے کی فکر کرین۔ جہان تک ممکن ہو اپنی ہمت کو صرف کرین کہ وہ نالایق مشہور ہو۔ دولتمند کی

دولت کو زوال کس طرح ہو۔ اسی سوچ میں اپنے وقتِ عزیز کو ضایع کردیتے ہیں۔

اگر کسی کے بخت کی یاوری کے ستارہ کو اوج پر دیکھا تو اس دھن میں اپنا وقت گنواتے ہیں کہ اس کے نیرِ اقبال کو حضیضِ نکبت میں لائیں۔ جہاں کسی کو ہر دل عزیز دیکھا بس۔ چغلخوری اور نمامی اور غیبت انکی بہتیں با توفیق ہو جاتی ہے۔

بادشاہ تک اگر کسی کی رسائی ہوئی تو بس۔ اللہ اللہ اس کا حسد تو سب سے بڑھ گیا۔ چاہے کسی کو خدا ملجائے۔ اور نعوذ باللہ کوئی بعقدہ پہنچائے۔ مگر بادشاہ تک رسائی کیا ہوئی ان کی جان تن سے نکل گئی اور کوششیں شروع ہوتی ہیں کہ کس طرح سے وہ معاتب ہو اور ملعون ٹھہرے اور مردود کہلائے نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیاٰت اعمالنا۔

الغرض اسی طرح یہ لوگ زندگی بھر اسی تک و دو۔ اور ناروا کوششوں میں مشغول اور بے وجہ خیالِ خام کے پکانے میں مصروف رہتے ہیں۔ جن سے کبھی یہ امید نہیں ہو سکتی کہ وہ اپنے ارادوں میں کامیاب

یا کامیابی کے برگ و بار سے انکا نخلِ حسد نہال ہوا اور وہ اس کی گھنی ٹھنڈی چھاؤں مین سرسبزی اور شادابی اور خوشی کے ساتھ عمر گزارین۔

ایسے بہت ہی کم نفوس ہین جو صحیح طور سے اپنی زندگی کی واجبی کوششون اور جان توڑ محنتون کے نتیجے پر غور کرتے ہون بہر حال جبکہ خداوندِ عالم جل شانہ نے منجملہ اپنی اور نعمتون کے عقل سلیم بھی ودیعت فرمائی ہے آسکے مبارک بندے صفاتِ اربعۂ متذکرۂ بالا کے ذریعے سے اپنی امیدون مین کامیاب ہونے کی عزت حاصل کرتے ہین۔ جسطرح ہمارے ناول کے ہیرو کے فرزند ارجمند میان لنفیر یا تو قیر صاحب دانش و تدبیر نے اپنی فرزانہ کوشش اور ہمت اور استقلال کی بدولت عروسِ مدعا یعنی سپہر آرا بیگم خاتونِ عفت کوش سے ہم بغل ہونیکی مسرت حاصل کی۔

جب دولھا اور دُلھن چاند سورج کی جوڑی. نواب سے کے دولت سرا مین داخل ہوئی مستورات نے دودھ سے دولھا دلھن کے پاؤن دھلائے اور جو رسوم ضروری سمجھے جاتے تھے - بارہ بجے شب تک

ادا ہوتے رہے ہیں۔ بعد ازاں جلوت سے خلوت میں ان دونوں کا یکجا ہونا قران السعدین ہوا۔

اس خلوت کا لطف بھی نہایت ہی پر بہار اور جوش پیدا کرنے والا ہوتا ہے۔ کیا کہنا ستم رسیدہ۔ درد والم کشیدہ عاشق مہجور کو وصل یار جفا شعار۔ دلدار۔ شوخ وطرحدار کا نصیب ہونا جدائی کے نتیجہ کی کامیابی یہی ہے۔ الحمد للہ والمنۃ۔ اس خلوت میں اگرچہ عاشق و معشوق دو ہیں۔ مگر در حقیقت دو نہیں ایک ہی ہے۔ عاشق برائے نام ہے معشوق ہی کا سارا جلوہ ہے۔ معشوق کے تقاضائے حب نے۔ عشق کو عاشق کی صورت میں جلوہ گر کر کے۔ اپنے حسن کا آپ عاشق گردانا۔ آپ اپنے حسن کا دیوانہ بنا۔ آپ اپنے بادۂ عشق کا متوالا ہو کر عاشق کے دل کا سرور آنکھوں کا نور ہوا اپنی صورت کو آپ دیکھنے کے لیے آئینہ کو مشاطگی کی عزت سے سرلبند کیا۔ یہ دوئی گو بظاہر تعین وجود کے باعث ہے مگر حقیقت ان دونوں کی ایک ہے۔ یہ صرف اعتبار ہی اعتبار ہے۔

ہر لحظہ بشکل آن بت عیار برآمد — دل برد و روان شد

یہ اُسی معشوق کی شان ہے۔ اگر معشوق اپنے تقاضائے حسب کے باعث عاشق کی کسوت میں جلوہ فرما ہوتا تو۔ ناز کو نیاز سے کیا تعلق۔ شرم و ادب کو کون پوچھتا وفا اور بیوفائی کی تمیز کس طرح ہوتی۔ درد و راحت کی لذت سے کون ذوق حاصل کر سکتا۔

بہر حال۔ سپہر آرا بیگم معشوقۂ نصیر کی دم قدم کی بدولت اِس خلوت کی شان دوبالا ہوئی ہے اور اس خلوت کے نصیبے کو اسی سپہر دلِ نصیر کی بدولت چار چاند لگے ہیں۔ اس خلوت سرا کے دربان دو ہیں۔ ایک ادب اور دوسری حیا اس انجمنِ عشق میں مہمان یہ ہیں۔ امید۔ تمنا۔ شوق۔ بے تابی۔ انتظار۔ مگر یہ سب عاشق کے پردۂ خیال کے دامن میں چراغ تہ دامان کی طرح پوشیدہ ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ۔

مخمس

عشق انجمن است در نظر نیست — رنگست و بہار جلوہ گر نیست
اسرار جہان چیست دگر نیست — من میگویم کسے دگر نیست
این طرفہ کہ از خودم خبر نیست

اللہ اللہ یہ وہ وقت ہے کہ عاشق محوِ نظارۂ جمالِ معشوق ہے نہیں نہیں ہمہ تن لذتِ وصال میں فنا ہوکر خود معشوق بنگیا اسکو خبر بھی نہیں کہ میں کون ہوں۔ کیا ہوں۔ کہاں ہوں۔ اس کا خیال تابعِ نظر ہوگیا ہے۔ نظر صرفِ جلوۂ عارضِ جاناں ہوگئی چشم مشتاقِ دیدِ صورتِ یار ہے۔ خواہشیں بیتابی کے ساتھ اٹھی کہہ رہی ہیں مگر کوئی سنتا نہیں درد دل میں اُٹھ کر عاشق کو گدگداتا ہے کہ معشوق کے گلے ملے مگر رعبِ حسن۔ باادب باش کی صدا سے اسکے جوش کو روک دیتا ہے۔ نالہ لب سے نکل کر فلک تک رسائی کرنے کی فکر میں ہے تاکہ معشوق کے دل کو اپنی طرف متوجہ کرے مگر خاطرِ دلدار کی نزاکت اور اداشناسی مہر برلب کر دیتی ہے۔ ایک عالم جوشِ بیخودی کا اور ہزاروں موجیں اس دریا کے دامن سے اُٹھتی جاتی ہیں اور پھر اس میں فنا ہوکر زبانِ حال سے یہ کہتی جاتی ہیں۔

گہے در کسوتِ لیلیٰ فرو شد

گہے در صورتِ مجنوں بر آمد

ہو کا عالم ہے چار طرف سناٹا ہے ۔ شمع کو حکم ہے کہ پروانے کی طرح اپنی محبت مین آپ جلا کر اور خموشی کو اپنا شعار بنا ۔ اس لیے وہ خاموش ہے ۔ مگر قابلِ دید یہ امر ہے کہ معشوق اپنے عشق کی سارے جادو بھرے کرشمے خود دیکھ رہا ہے اور دم بخود ہے یہ سکوت یا تو محوِ تماشا ہونے کی باعث سے ہے یا اقتضاے جوشِ حب نے ساکت کر دیا ہے ۔ بہر حال ہماری پیاری سپہر آرا بمصداق

یار من باکمال رعنائی

خود تماشا و خود تماشائی

اپنے سر کو نھوڑاے ہوے اپنے نوشاہ کے پہلو مین بجاے دل کے دلدار بنی ہوئی بیٹھی تھی ۔

عاشقِ ناصبور نے بیتاب ہو کر فرطِ شادمانی اور نشۂ بادۂ عشق مین یہ چند شعر پڑھے ؎

چه رسد ز نشۂ معنوی به دماغِ جنسِ بیخبر | ز پری پیامی اگر رسی به مذاقِ شیشه گران گذر
درِ اعتبار اگر زنی نگه در رسائے فروتنی | که بکامِ حاصلِ مدعا به تلاشِ ریشه رسد ثمر
به وداعِ قافلهٔ هوس بل همچ ناقه کشش تو بس | نگذشت محملِ موجِ کس ز محیطِ الفتِ گوهر

نگہے کہ در چمن ادب ہوس انتظار چہ میبرد — چو سحر ز جیب کہ دل آمدہ بگلی کہ خندہ درید و بس

چو سر شکست تا نگشتی تری بگریز ز جلوۂ خود سری — شکست رنج قدم بری بحریم آبلہ در نظر

مشمار عیب گداختگان بکشان زہم لب زبان — اگر از حیا نگداختہ بفسانہ پردۂ کس مدر

سر و برگ فرصت آگہی ہمہ سوخت غفلت گفتگو — چو چراغ انجمن نفس بفنا رسیدہ نشستہ ام

بصفی کہ تیغ اشارتش کند امتحان جفاکشان — بکمند حیرت گذشتگی سر بیدل از ہمہ پیشتر

ان اشعار پر درد افسانہ ہجر و وصال - امید و حرمان کے پڑھنے سے بمصداق ع

دونوں طرف ہو آگ برابر لگی ہوئی

سپہر آرا از خود رفتہ ہو کر تاب ضبط نہ لا سکی - حضرت عشق کی بدولت عاشق میاں نصیر نے اپنی معشوقہ کجکلاہ کے دل پر فتح پائی دونوں نے ایک بیخودی کی چیخ لگائی اور ایک دوسرے کے گلے سے لپٹ گئے - نہ تو پاس ادب رہا - نہ حیا کا لحاظ - نہ ناز کا خیال - نہ نیاز کو کسی طرح کی مجال - نہ تو عاشق ہی رہا نہ معشوق - بمصداق ع

نہ تو تو رہا نہ تو میں رہا جو رہی سو بیخبری رہی —

چوتھی

نوشاہِ صبح - یعنی خورشیدِ خاور خلوت کدۂ عروسی مین تمام شب کا جاگا ہوا - اب انجمنِ عالم مین جلوہ فرما ہونے کے لیے شادی خانۂ مشرق سے برآمد ہو رہا ہے - اسکی سنہری کرنین مقیش کے سہرے کے تارون کی طرح عارضِ عروسِ جہان پر بکھری جا رہی ہین - ان کرنون کی شان کچھ اور ہی عالم رکھتی ہے جسطرح رات بھر کی ہاتھا پائی مین سنواری ہوئی زلفِ پرشکن پریشان ہو کر الجھ جاتی ہے - ویسے ہی یہ شعاعین درختون کی شاخون اور بلند عمارات کی چوٹیون پر سے اُلجھتی ہوئی شہادت دے رہی ہین کہ آج ہم خلوتکدۂ عروسی کی نازنینِ ناطورۂ مہر جمال - نیّرِ سپہرِ تمنا سے نوشاہ یعنی میان نصیر کی خاتونِ عفت مآب سپہر آرا بیگم کی بکھری زلفون سے مشابہ ہو کر تمام عالم کو روشن کر رہے ہین - ایسے سہانے اور مبارک وقت مین سپہر آرا بیگم اپنی خلوت عروسی سے

اس طرح برآمد ہوئی جس طرح آفتاب گریبانِ صبح کو چاک کر کے سر نکالتا ہے۔ اس خلوت کدہ کے دروازے کے باہر بی مغلانی اور نوبہار۔ زہرہ مشتری کی طرح جو تمام شب جاگتے ہوئے دربانی کر رہی تھیں۔ حاضر ہیں۔

اس وقت سپہر آرا بیگم کی شرمائی ہوئی نظر نیچی ہو رہی تھی۔ اس پر حیا سو جان سے قربان ہوئی جاتی ہے۔ گلِ عارض کملایا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ بستر عروسی پر کسی کے ہم بغل ہونے سے بوجہ نزاکت کے تاب نہ لا کر مرجھا گیا ہے۔ نزاکتِ رفتار ہر ہر قدم پر سر کے بل نثار ہوتی جاتی ہے۔ اور پا بوسی سے مشرف ہو کر افتخار حاصل کرتی جاتی ہے۔ طوطیِ نطقِ شیریں گفتار مہر بلب ہو کر غنچہ کی طرح خاموش ہے۔ شانِ دلبری اور رعنائی سے ان دونوں کو بلبلِ تصویر بناتے ہوئے سیدھے حمام خانے کی طرف روانہ ہوئیں۔ بی مغلانی اور نو بہار بہت ادب سے آداب بجا لائیں۔ اور مغلانی نے جو جوشِ مسرت کے باعث بے خود تھی جرأت کر کے پیش قدمی کی۔ اور ہاتھ بڑھا کر بلائیں لیں۔ چٹ چٹ چٹ۔

سپہر آرا - حیا پروری کی شان مین ڈوبی ہوئی تھی - کچھ تبسم کر کے کن انکھیون سے ایک نظر غلط انداز ڈالتے ہوئے صرف ان دونون کا سلام لیکر اور آگے بڑھی - اب تو نوبہار کو بھی مغلانی کی دیکھا دیکھی جرأت نے گدگدا یا - اس کے دست تمنا نے بھی بلائین لینے کی عزت حاصل کی - اور فرط مسرت اور جوش عقیدت سے عرض کیا کہ اس نمک پروردہ جان نثار کی مبارکباد قبولیت کی عزت سے ممتاز ہو -

اس شوخ فقرے پر (سپہر آرا بیگم) کے دونون ابرو کمان کی طرح چڑھ گیے - اور تیوری نے کرشمے کے ساتھ جواب دیا کہ او نوبہار کیون آج آپے سے باہر نظر آتی ہے -

للہ الحمد ہر آن چیز کہ خاطر میخواست

آخر آمد ز پس پردہ تقدیر پدید

مغلانی - نوبہار کی ہمزبان ہونگا واقعی آج ہم باندیان تو کیا - جسقدر آپ کے خیر خواہ ہین - سب کے لیے شب تو شب برات تھی اور یہ دن نوروز ہے -

سپہر آرا نے کچھ جواب نہ دیا۔ اور حمام مین داخل ہو ہین۔ تھوڑی دیر کے بعد جب نکھر سنور کر برج آتشین سے برآمد ہوئین۔ حسن و عشق نے باکمال ادب یہ شعر نذر کیا ؎

یار من باکمال رعنائی

خود تماشا و خود تماشائی

اللہ اللہ۔ آجکی شان۔ سپہر آرا کی بالکل نرالی ہے یہ جوبن۔ یہ نکھار یہ بناؤ سنگار بتلاتا ہے کہ تقاضاے حسن کا یہ اقتضا ہے کہ اپنے حسن کی آپ داد دے لیکن کس کی زبان سے ؟ جو عاشق کی صورت مین صورتگری کے تماشے دکھا رہا ہے۔ اسوقت سپہر آرا کے بال بھیگے ہوے جو ابھی پوری طرح سوکھے نہین۔ غضب ڈھا رہے ہین معلوم ہوتا ہے کہ ایک سیاہ ابر کا لکا آفتاب کے پس پشت مُدار ستارے کی طرح سربلندی کا تمغہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔

شمیم اقبال اُسکی زلف کے نافۂ مشکین سے خوشبو لیکر مشک کی طرح پھیلتی جاتی ہے۔

اِس حسن کی تصویر سراپا تنویر کے قد و قامت زیبا پر باغ کے

سرو بکمال ادب جھک کر قدم لے رہے ہیں۔ جس طرف یہ محشر خرام برق کی طرح چمک کر جاتی ہے۔ عشوہ و ناز اس کا استقبال کرتے ہیں فرحت و شادمانی رخِ زیبا پر غازی کا کام دے رہے ہیں۔

نوبہار اور مغلانی کے دلوں کو آج کی شان حشمت و ادا کی تصویر نے محو حیرت کر دیا ہے۔

مغلانی نے **معوذتین** اور کچھ آیات دفع نظرِ بد کے لیے پڑھ کر دم کیے۔

سپہر آرا - (ایک اداے دلربایانہ سے) کیوں جی مغلانی ابھی تمہارے سر سے خبط کا بھوت اترا نہیں۔

مغلانی - (ادب سے) بیوی اترنے کے عوض آج تو ماشاءاللہ چشم بد دور۔ آپ کے حسن لازوال نے مجھ پر بھوت کو چڑھا دیا۔

نوبہار۔ اوئی مغلانی۔ ذرا سنبھلکر بات کرو۔ تمہارے سر پر بھوت چڑھا ہے یا جیسا کہ تم نے اب کہا۔

مغلانی - (سپہر آرا سے) دیکھو بیوی خدا کی قسم میں نے جانکر نہیں کہا۔ حضرت عباس کی قسم بے تحاشا میری زبان سے نکل گیا

کچھ دیوانون کی حالت ہے میری۔
سپہر آرا کیون مجھے دیکھ کر کیون دیوانی ہوگئین۔ (تبسم کے ساتھ)
کسی اور کو دیکھ کر دیوانی بن جاؤ تو مزا بھی آئے۔
نوبہار۔ قربان گئی۔ سرکار نے اس وقت باندی کی زبان سے یہ
فقرہ فرمایا۔
سپہر آرا۔ ہان نوبہار۔ اس وقت تک تو تے جو کچھ کہا اب سچ
کر کے دکھانا چاہیے۔
نوبہار۔ باندی ہر وقت مستعد ہے۔ مگر اس وقت ہمارے (میان)
تو باہر مردانے مین ہین۔ جب سلامتی سے وہ اور آپ ایک جگہ تشریف
رکھین گے اور باندی کی گستاخی معاف کر دی جائے گی تو اُس
وقت باندی اپنی زبان کے جوہر دکھائیگی۔
سپہر آرا۔ (مغلانی سے) کیون جی مغلانی۔ یہ کیا کہہ رہی ہے
مغلانی۔ بیوی یہ چھوکری ایسی ہی ہے۔ ذرا بھی نہ جھجکے گی
سپہر آرا نے نوبہار سے کہا کہ جلد چاء حاضر کرے۔ تھوڑی دیر
مین چاء آئی۔ آج سپہر آرا نے اپنے ہاتھ سے چاء بنا کر۔ نوبہار

اور مغلانی کو عنایت کی۔ دونوں نے اس مرحمت کے شکریہ مین
فرشی سلام کیا اور بلائین لے کر بیٹھ گئین۔
مغلانی۔ (سپہر آرا سے) بیوی خدا کی قسم۔ آج کی مسرت زبان سے
کیونکر ظاہر کرون۔ کوئی میرے دل کو چیر کر دیکھے تو معلوم ہوگی۔
اتنے مین ماما کھلاڑو۔ حاضر ہوئی۔ اور ادب سے آداب بجا لاکر
سپہر آرا سے عرض کیا کہ بیگم صاحبہ سرکار کو یاد کر رہی ہین۔
سپہر آرا تو بیگم صاحبہ کے پاس سدھارین اور ہم شام تک سپہر آرا
کو اپنے دھندے مین لگے رہنے دیتے ہین۔ اور ناظرین کو
میان نصیر کے دربار کا سمان دکھاتے ہین۔ میان نصیر بھی جس وقت
خلوت سے باہر برآمد ہوئے ضروریات سے فارغ ہو کر نماز پڑھی
اور دو نفل شکرانے کے ادا کر کے تبدیل لباس کے بعد چاے نوش
فرما رہے تھے۔ کہ خانساماں نے آکر خبر دی کہ ظریف الدولہ بہادر
حاضر ہین۔
نصیر نے کہا پوچھنے کی کیا بات ہے بلا لو۔ اور آیندہ جب کبھی
نانا یا قلندر آئین تو بلا روک ٹوک آنے دیا کرو۔ اتنے مین ظریف الدولہ

بہادر پاؤں لاڑا لتے ہوئے پہنچ ہی گئے۔ ان کو کون روکتا۔ اور یہ کسی کے روکے کب رکتے ہین۔ آتے ہی کہا ؎

عمرت دراز باد . . . . . .

ازتو بر خوریم تو از عمر بر خوری

نصیر نے نہایت تپاک اور عزت سے سلام کر کے فرط مسرت سے معانقہ کیا۔ اور ظریف کو دبایا یہ دبانا جوش مسرت کا تھا۔ مگر بیچارے ظریف الدولہ بہادر کا ضعف اس حد تک پہونچ گیا تھا کہ اس کی بھی تاب نہ تھی کہنے لگے کہ میان کیا نیکی کا معاوضہ ہے۔ خدا کے لیے چھوڑو۔

نصیر نے چھوڑ کر کہا کہ نانا بخدا مسرت سے مین نے معانقہ کیا ورنہ مقصود میرا آپکو تکلیف دینا نہ تھا۔

ظریف۔ ہان میان۔ مین بھی جانتا ہون۔ یہ کہہ کر بیٹھ گیے۔

نصیر کیون نانا۔ کدہر سے آنا ہوا۔

ظریف۔ سر سے پانون تک گھور کر۔ میان چشم بد دور آج تم بڑی معلوم ہو رہے ہو۔ واللہ مین کس کس چیز کی تمہاری تعریف کرون

سچ تو یہ ہے۔ ماشاء اللہ چشم بد دور ع

بسیار خوبان دیدہ ام اٰمان تو چیزے دیگری

نصیر (مسکرا کر) نوازش ہے نانا مگر (آما) کے لفظ کے ساتھ یہ نون کیون زاید ہوا۔

ظریف۔ میان مین لفظ (آما) کے ساتھ نون زاید اس واسطے لگاتا ہون کہ اس کی صورت (اما) کی ہو جاتی ہے امان اور پناہ کے معنی ایک ہوتے ہین۔

راوی سبحان اللہ۔ واہ استاد کیا توجیہ کی ہے۔

ظریف۔ نصیر سے کیون میان مراد کو پہونچے۔

نصیر الحمد للہ علی کل حال۔ قربان اُس خدا کے۔

ظریف۔ اللہ تعالی یہ شادی مبارک اور سازوار کرے۔ یہ تخت شادمانی قایم و دایم رہے اور ایسے ہی ہمیشہ شادیانے بجتے رہین۔ لیکن اب مابدولت کی بھی شادی ہو جاے۔

نصیر جوار شاد ہو۔

ظریف۔ آپکے ابا نے اب تک جوڑا نہین دیا۔ مگر مین نے

سنا ہے کہ ایک بار جڑاؤ نکال کر رکھا ہے - جوڑا ابھی زنانہ اور مردانہ تیار ہے - غالباً آج مرحمت ہوگا -

نصیر - پہلے وہان سے عنایت ہو جاسے پھر مین بھی نذر کرونگا سب تیاریں ہے -

ظریف - بس تو پھر چین ہی چین لکھتا ہے - لیکن ہماری بڈھیا سے - آج چار روز ہوتے ہین کہ ملاقات نہین ہوئی -

نصیر - کیون نانا خیریت -

ظریف - اجی میان - خیریت کیا پوچھتے ہو - آپ کی شادی مین چار روز سے مہمان آئی ہے -

نصیر - کیا زنانی کا بندوبست کر کے نانی کو یہان بلا لون -

ظریف ہان میان - بڑی مہربانی ہوگی -

میان نصیر نے زنانی کا انتظام کرا کے - ماما کھلاڑو کو طلب کیا - اور کہا کہ ظریف الدولہ کی بیگم صاحبہ کو یہان بلا لو - تھوڑی دیر مین ماما کھلاڑو نے واپس ہو کر کہا کہ اجی بڈھے میان تمہاری بیوی کہتی ہین کہ یہان ملنے کا کیا موقع ہے - مین نہین آتی -

ظریف (کھلاڑو کی طرف دیکھ کر) اری او مہندی کی لہدی۔ یہ سب تیری چال بازیاں ہین مین جانتا ہون تو کیون اُسکو بلا لاسے گی۔

نصیر۔ (ہنسکر) کیون نانا۔

ظریف۔ اسکو سوتیا ڈاہ ہے۔

کھلاڑو۔ بس بڑے میان زیادہ پاؤن نہ پھیلاؤ۔ واہ واکھکر پھر اندر گئی۔ اور خدا جانے کیا سمجھایا کہ ساتھ لے آئی۔

میان نصیر ظریف الدولہ کی بیگم کی گودون کے کھیلے ہین اور چھٹپن سے نانی پکارتے ہین۔ اس لیے بے تکلف ہین اور وہ بجا سے اپنے بچے کے سمجھتی ہین۔ مگر ماشا اللہ سن شعور سے بھی (نصیر) متجاوز ہو گئے ہین۔ لہذا کچھ ادب کرتی ہین۔ دروازے کے قریب پہنچکر میان نصیر کو دعائین دین اور بلائین لین۔

ظریف۔ اپنی بیوی سے۔ ارے ظالم ادھر بھی تو بلائین لے۔

بیگم۔ ظریف کی طرف دیکھ کر۔ ذرا پاس ادب ضرور ہے۔

ظریف۔ بڑی بات کونسی ہے۔ خیر یہ کہو کہ چار روز سے ملین کیون نہین۔

بیگم۔ یہی پوچھنا ہے۔ یا اور کچھ کہنے کو بلایا ہے۔

ظریف۔ اس سے بڑھ کر اور کیا پوچھتا ہے۔ کہ چار روز سے میرا حال تباہ ہے۔ تیری چاند سی صورت نظر نہیں آئی۔

بیگم چھپ کر چلدیں۔

ظریف۔ دُہائی دُہائی اب نہ کہوں گا۔ ذرا ادھر تو آ۔ اب کون ہے وہ تو زنانے میں داخل ہوگئی۔ اور میاں کو یہ خیال ہے کہ پردے کی آڑ میں ہے۔ کہتے کیا ہیں کہ میں ہار گیا۔ وہ دیکھو جلوہ حسن پردے سے بھی چھن رہا ہے۔ (لمبی آواز سے) تا ———

راوی۔ سبحان اللہ۔ بیوی ہے کہ بچہ ہے۔ جو آپ لانبی آواز سے تا ——— کہہ رہے ہیں۔ جیسے کوئی بچوں کو کھلاتا ہے۔

نصیر تو اس لفظِ تا پر بیساختہ ہنس دیے کہا کہ نانا بخدا آپ بڑے زندہ دل ہیں۔

اتنے میں خانساماں نے آواز دی کہ غلام حاضر ہے۔ کچھ عرض کرنا ہے۔

نصیر۔ ہاں آجاؤ۔ مردانہ ہوگیا۔

خانساماں نے حاضر ہو کر کہا۔ کہ نواب ذی شان نے ظریف الدولہ بہادر کو یاد فرمایا ہے۔

ظریف (جھٹ سے اٹھ کر) بس وہی نجتی ہے جوڑا۔ جوڑا۔ جوڑا آ ابھی آتا ہوں میاں کہہ کر رفوچکر ہوئے۔ اور میاں نصیر اپنے مصاحبین سے بیٹھے ہنسی مذاق کرتے رہے اور خانساماں کو حکم دیا کہ احمد۔ محمود۔ نصر اللہ ان تینوں کو ٹیلیفون سے کہو کہ اب تک میں منتظر ہوں۔ (گھڑی دیکھ کر اب ساڑھے دس بجے ہیں کھانے کا) وقت قریب ہے آپ لوگوں کے آنے تک میں کھانا نہ کھاؤں گا۔ جلد تشریف لائیں۔

خانساماں نے حکم کی تعمیل کی۔

ادھر میاں ظریف الدولہ نواب کے پاس شادی خانے میں پہونچے یہ محفل ہمیشہ آراستہ رہتی ہے۔ مگر آج کے روز خاص احباب اس محفل کے گلدستے کے پھول بنے ہیں۔

مسٹر رابرٹ۔

نواب جانی۔

رفیق۔

قلندر

جان صاحب۔

حکیم ولایت حسین۔

نعمانی۔

مولوی۔

راے جواہر لال

لالہ۔

پنڈت۔

اتنے مین ظریف الدولہ بہادر نکہتِ گل کی طرح اُس بزم مین داخل ہوئے۔ ظریف کیا آے باغ مین صبا آئی۔ گھر مین آب۔ آفتاب مین ضیا۔ تن مین جان آئی۔ سب نے یادش بخیر۔ آیئے آیئے ع

اے آمدنت باعثِ خوشنودی ما

خوش آمدی کی صدائین بلند کین۔

ظریف الدولہ بہادر پاولاڈا لیتے ہوئے اور چو طرفہ سلام علیک

کرتے ہوے دن سے داخل ہوے۔ مسٹر رابرٹ نے لپک کر گود
مین اُٹھا لیا۔ اور چکر لگانا شروع کیا۔

ظریف - آر۔ ر۔ر۔ر۔ دُہائی۔ دُہائی۔ دہائی۔ واللہ دم
نکلا جاتا ہے۔

مسٹر رابرٹ نے۔ آہستہ سے چھوڑتے وقت حضرت کا ایک
بوسہ بھی لے لیا۔

حاضرین - اُہُو ہُو ہُو۔ یہ بوسہ بھی با موقع لیا گیا۔

ظریف - سنبھلکر۔ مسٹر رابرٹ کی طرف دیکھ کر ہاے تمہارا بھلا ہو
یہ پیار کیا تھا۔ کیا رنڈی ونڈی بنایا مجھکو۔

رابرٹ - پھر نہین تو کیا۔

پنڈت - رنڈی نہین۔ رنڈی کے بھڑوے۔

ظریف نے پلٹ کر جو دیکھا تو پنڈت ہے۔ بس پھر کیا تھا
لپک کر بہت تیرے گیدی کی۔

پنڈت وہ بھاگا۔

سبھون نے قہقہہ لگایا۔ (رابرٹ) نے پنڈت سے کہا کہ

ارے میاں - تم ظریف سے بھی خنگے ہو - پھر اتنا ڈر کیسا -

ظریف - واہ - ہاشمی بچوں سے بھلا یہ خرگیدی مقابلہ کرسکے گا -

نواب - نانا - بیٹھ تو جاؤ -

ظریف صاحب کرسی پر ڈٹ گیے -

لغمانی - حضرت کو سلام ہے -

ظریف - آداب ہے - کیوں خیریت؟

لغمانی - خیریت - سب طرح خیریت - مگر آج کا رنگ ہی کچھ اور نظر آتا ہے -

ظریف - رنگ ونگ نہیں جانتے ہماری شان آج دلبری کی ہے

لغمانی - سبحان اللہ جبھی مسٹر رابرٹ نے بوسہ لے لیا - مگر سچ تو یہ ہے کہ شادی کے ڈوم نظر آتے ہو -

ظریف - نواب کی طرف مخاطب ہوکر - میاں این مرد کہ از مابدولت درضلع جگت لڑیدن میخواہد - و لے این میر سے سامنے کا بچہ بودہ باشد -

اس فارسی گفتگو پر اور بھی ایک فرمایشی قہقہہ ہوا - نواب نے

کہا کہ نانا آج چوتھی ہے نا۔

ظریف ۔ہان میان ۔ چوتھی ۔ چوتھی ۔ مبارک مبارک ۔

نواب ۔ نانا ۔ رابرٹ صاحب کی ایک درخواست ہے کہ آپ آج نوشاہ بنین ۔ اور آپ کی برات نکالی جاوے ۔ اور ہم سب براتی بن کر نوشاہ کی سواری بادبہاری کے ساتھ حاضر رہین ۔

ظریف ۔ بسم اللہ ۔ حاضر ۔ مگر عروس کون قرار دی گئی ۔

نواب ۔ یہ آپکی مرضی پر ہے کئی طوائف یہان اس وقت موجود ہین ۔ ان مین سے جسکو آپ پسند کرین ۔

نعمانی ۔ مین نے تجویز کرلی ہے آپ اپنی دلھن کا انتخاب مجھ پر چھوڑ دیجیئے ۔

ظریف ۔ وہ کون ۔

نعمانی ۔ وہ جو کھن لال کے کوچہ مین ایک عورت چھترے لگاے پھرتی ہے البتہ آپ کے لایق ہے ۔

ظریف ۔ لاحول ولاقوۃ ۔ ما بدولت از آفتاب ہم درحسن خویش چہ گنا ہستم ۔ ازچنین دیوانی بڑھیا پیوند ۔ سزاوار نہ ہوگا ۔

رابرٹ - یہ کونسی فارسی ہے۔

ظریف - خاص ٹھیٹھ شیراز کی فارسی -

رابرٹ - اردو کا سین کیسا۔

ظریف - یہ ایجادِ بندہ ہے -

رابرٹ - یہ تو کہو کہ اُس روز آپ کی سرو ہی کدھر گئی تھی۔

ظریف - وہ کس روز۔

رابرٹ - برات کے روز۔ جسوقت ایک بدمعاش نے تپنچہ چلایا تھا۔

ظریف - کیوں۔ سرو ہی گیا۔ اگر یا بدولت نہ ہوتے تو کیا ممکن تھا کہ محبوو - اسکو دے مارتا -

رابرٹ (نواب سے انگریزی مین) کیا واقعی یہ دولہا بنائے جائین گے

نواب - نہین یون ہی مذاق سے کہا۔

پنڈت - یہ ساری کہنے کی باتین ہین حضرت جی کا تو اس روز پیشاب نکل گیا تھا۔ جب تپنچہ چل گیا تھا۔

ظریف - لپک کر۔ دُھت تیرے خرِ بے دم کی۔ پیشاب نکلتا ہے،

تجھ جیسون کا۔ سیا ہی ہین۔ پھر نہ کہنا ایسی بات۔ اب کی بار ظریف
نے ایسے زور سے ڈانٹ بتائی کہ پنڈت چونک گیا اور اپنے
سینہ پر خود ہاتھ رکھ کر۔ واہ جی صاحب۔ تم نے ایسا ڈرایا کہ کلیجہ
دھڑ دھڑ کرنے لگا۔

قلندر۔ بھئی ان باتون سے کیا مزا آئیگا۔ گانا شروع ہو تو بات
ہے۔

ظریف۔ واللہ۔ مجھے بھی اس سے اتفاق ہے۔

نواب۔ نے حکم دیا کہ طائفہ نور کا حاضر کیا جاسے۔ فوراً طائفہ حاضر
ہوا۔ اُس پری وش نے بہت ہی ادب سے نواب کو سلام کیا
اور اجازت لیکر بیٹھ گئی۔

ظریف۔ کیون بی نور۔ کہو تو مزاج کیسا ہے۔

نور۔ الحمد اللہ۔ آپکی دعا کی برکت سے اچھی ہون۔

ظریف۔ دعا دیتے ہین بوڑھے لوسے ہمتو ابھی ساٹھے اور
پاٹھے ہین۔

نور۔ کیا کہنا۔ صورت سوال ہے۔

ظریف ۔ (اکبر پاکر۔ نواب کی طرف مخاطب ہوکر) این نور بچہ سربار پہ چہیدہ است۔

نواب ۔ آپ کو فارسی سے کیون اس قدر دلچسپی ہے۔

ظریف ۔ میان مین نے بہت کوششون سے اسکو سیکھا ہے۔ میرے اُستاد خاص خاکِ پاکِ شیراز سے تھے۔

نواب جانی ۔ نانا۔ آپکے طفیل مین فارسی کی مٹی بہت پلید ہوتی جاتی ہے۔

ظریف ۔ اُنکہ قدر بہی کی توکیا قدر کی

نور ۔ (نواب سے) اے ہان حضور ان کی قدر دانی بیشک آپ سے نہ ہوگی۔ کسی شیراز کے بھنگی کو بلوا ئیے۔ وہ ان کی فارسی کی قدر کرے گا۔

اسپر قہقہہ ہوا۔ اور نواب نے نور سے کہا کہ کوئی غزل مرزا بیدل کی گائیے۔

رنڈی نے غزل شروع کی۔

ستمست گر ہوست کشد کہ بسیر سرو وسمن درآ

تو ز غنچہ کم نہ دمیدۂ درِ دل کشا بچمن در آ

پئے نافہائے رمیدہ بو مپسند زحمتِ جستجو

بہ خیالِ حلقۂ زلف او گرہے خورو بہ ختن درآ

نفسے اگر بہ فسون و مد بہ تعلقِ ہوسِ جسد

رہ دامنِ تو نمیکشد کہ درین رباطِ کہن درآ

غمِ انتظارِ تو بردہ ام بر ہِ خیالِ تو مردہ ام

قدمے بہ پرسشِ من کشا نفسے چو جان بہ بدن درآ

چو صبا ز ہستی مبہمے بتا ملی زدہ ام خمے

گرہِ حقیقتِ شبنمے بنگاہ وا کن و در دلِ من درآ

نہ ہوائے اوج بہ پستیت نہ خروشِ ہوش بہ مستیت

چو سحر چہ حاصلِ ہستیت نفسے شو و بسخن درآ

بکدام آئینہ مائلی کہ ز فرصتِ این ہمہ غافلی

تو نگاہِ دیدۂ بسملی مژہ وا کن و بہ کفن در آ

اس شعر پر مولوی شیخ امام علی صاحب کی بہت بری حالت ہوئی جیسا ختم ہوا

ایک آہ کا نعرہ بلند کیا۔ اور گریبان چاک کرکے ٹہلنا شروع کیا۔ آنکھوں ...

سے آنسو ان ایسے رواں تھے جیسے ساون کی جھڑی۔

ان کی کیفیت کے اثر نے تمام مجلس پر ایک برقی اثر ڈال دیا یہاں تک کہ مسٹر رابرٹ کو بھی رونا آگیا۔

ایک گھنٹے تک اس شعر پر کیفیت رہی قلندر نے تو تمام لباس اپنا تار تار کر دیا۔ وہ ہچکیاں کھائیں کہ توبہ ہی بھلی۔ ظریف الدولہ نے دیکھا کہ اگر خود بھی شریک حال نہ ہوں تو بس رگیدے جائیں گے بجائے خود کچھ ہا ہو کہہ کر رہ گئے۔ **نواب ذیشان** اور **نواب جاقی** یہ دونوں گلے مل کر بہت ہی پھوٹ پھوٹ کر روئے پھر رنڈی نے گانا شروع کیا۔

زسر وشِ محفل کبریا ہمہ وقت میرسد ایں ندا
کہ بخلوتِ ادب وفا زِ درِ برون نہ شدن درآ
بدرآی بیدل ازین قفس اگر آن طرف کشادت ہیچ
تو بہ غربت آن ہمہ خوش نہ کہ گو ئست بو طن درآ

مولوی صاحب کو اس شعر پر پھر کیفیت ہوئی۔ اور دہرانے کی فرمائش کی۔

بکدام آئینہ مائلی کہ ز فرصت این ہمہ غافلی
تو نگاہ دیدۂ بسملی مژہ وا کن و بہ کمین در آ

پھر مجلس گرم ہوئی نواب جانی کو تاب نہ رہی دھم سے گر پڑے
خیر گزری کہ چوٹ نہیں آئی۔ پاس والون نے سنبھال لیا۔ دو بجے
تک دن کے یہی حال رہا۔

مسٹر رابرٹ کا روتے روتے بُرا حال ہو گیا۔

نواب نے پانچ اشرفیان۔ رنڈی کو انعام دین اور گھڑی دیکھ کر
کہا کہ افوہ دو بج گئے۔ اور یہان کسی کو خبر نہین۔

رابرٹ۔ کیا دو بج گئے۔

نواب ۔ جی ہان آپ کے کھانے کے لیے بہت دیر ہوئی۔
رابرٹ نے مولوی صاحب کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ انکے
دلی جذبات اور برق آلود افراتش نے مجھے بہت بے خود کر دیا۔
مین حیران ہون کہ کس چیز نے میرے دل کو مسوس دیا کہ بغیر روتے
کے کچھ بن نہ پڑی۔ اور خاک ایک لفظ بھی نہ سمجھا کہ اُسنے کیا گایا۔
بیدل کی فارسی اچھے اچھے نہین سمجھ سکتے۔ بھلا مین کیا جانتا۔

ظریف - (جماہی لیکر) اسے ہے وقت ٹل گیا - لانا ہماری ڈبیا

قربان صاحب - جیب مین ہوگی -

ظریف - توبہ توبہ ساجھی تک مین بیخود ہون مجھے خبر ہی نہین

کہ ڈبیا کہان ہے -

معافی - سبحان اللہ - افیون کی یاد آئی - اور ڈبیا کہان ہے

اسکی خبر نہین -

ظریف نے ڈبیا نکال کر افیون کھائی - اور سب کے سب کھانے

کے لیئے روانہ ہوئے -

اُدھر نواب کھانے پر جاتے وقت اپنے خانساما ن کو حکم دے

گیے کہ ٹھیک ساڑھے تین بجے گاڑیان وغیرہ تیار رہین - اور مطلوبہ

کی جمعیت حاضر رکھکر اطلاع دین تاکہ دولھا اپنی سسرال جاے اور

چوتھی کی رسم ادا ہو - حسب الحکم خانساما ن نے سب وقت پر لیس

تیار رکھا - سب کے سب کھانے سے واپس ہوکر ڈرائینگ روم

مین آے - مسٹر ابرٹ نواب سے چند گھنٹے کی رخصت لیکر اپنے

مکان کو روانہ ہوئے اور کہہ گیے کہ ٹھیک آٹھ بجے شب کے وہ

منصبدار صاحب مکان پر پہنچینگے۔

پانچ بجے دولھا۔ دلھن کو نہایت تزک واحتشام سے اپنی سسرال لے گیا۔

ادھر سے نواب صاحب کا زنانہ بھی سمدھی کے گھر روانہ ہوا۔ آٹھ بجے شب کے جب سب مہمان عشا سے فارغ ہوگئے۔ چوتھی کا سامان مہیّا ہوا۔ شادی خانہ رشکِ ارم بنا ہوا تھا بیگمات کی کثرت بدستور جس طرح شب گشت کے روز تھی۔ ویسی ہی آج بھی تھی معلوم ہوتا تھا کہ ستارے آسمان کے زمین پر اتر آئے ہین۔ دولھا زنانے شادی خانے مین بلایا گیا۔ جو ہین دولھا اندر زنانے مین داخل ہوا سب کی نظر اُدہر ہی جھک پڑی۔ آج ترُائی کرپھول کی رنگ کی دستار زیبِ سر تھی۔ گلابی رنگ کی شیروانی اطلس کی قیمتی بوٹے دار نہایت متین رنگ کی زیب تن۔ صرف موتیون کا کنٹھا گلے کا ہار تھا۔ عطرِ عروس لگائے ہوئے شمیم کی طرح وہان پہنچا اور اس شمیمِ حسن نے اپنی حیرت انگیز خوشبو کو سب کے دماغون مین اسطرح بسایا کہ سب کی نظرین محو دیدار آئینہ رخسار ہوگئین۔

(۱) کہتی ہے۔ واقعی خدا رکھے۔ جوڑی اچھی ہے۔

(۲) ادئی نظر نہ لگاؤ جی۔ ماشاء اللہ چشم بد دور۔

(۳) کیوں بہن۔ تمھیں کیوں برا معلوم ہوا۔ کیا دولھا سے کوئی آشنائی ہے۔

ایک بڑھیا واہ واہ زبان سنبھال کر بات کرنا۔ آشنائی سے کیا مراد۔

اسی تیسری نے جواب دیا۔ ادئی بیوی بگڑنے کی کونسی بات ہے۔ آشنائی سے دو ربار وہ مراد نہیں ہے۔ جو جاہل عورتیں سمجھتی ہیں۔ ہم پڑھی لکھی عورتوں کو ایسی باتیں آتی ہیں نہ آئینگی آشنائی کے معنی پہچانت کے ہیں۔

بڑھیا۔ ہم نے یہ آج ہی سنا۔ ورنہ ہمارے یہاں تو کبھی کوئی ایسا کہہ دے تو بس اُس کے سر چڑھ جائیں۔

ایک نازنین۔ واللہ سر تو بھوت چڑھتا ہے۔ خالہ کیا تم بھتنی ہو۔

بڑھیا۔ دشمن دور پار سات سمندر بیچ میں کیوں بھوت ہونے چلی تھی۔

دوسری نوجوان شوخ۔ کیا آج یہی موقع لڑائی کا ہے ذرا دولہا کی
بہار تو دیکھو خدا کی قسم اچھی صورت پائی ہے۔

چپہلی۔ کیون بی تمہارے منہ میں کیون پانی بھر آیا۔

شوخ۔ خدا نکرے اچھی چیز کی سبھی تعریف کرتے ہین۔ اتنے
مین میراثن آئی۔ اور دولہا دلھن کو سلام کرکے بیٹھ گئی۔ پہلے
آپنے اپنے گلے صندل لگایا۔ دونون کو پھول کے ہار پہناے اور
منہ میٹھا کیا۔ اس کے بعد کچھ ترکاری دلھن کے ہاتھ مین دی کہ دولہا
کے ساتھ چوتھی کھیلے۔

میراثنون نے گانا شروع کیا۔

آؤ سجن لال چوتھی کھیلین۔ جوین مدماتیان
دولہا کھیلے دلھن کھیلے اور کھیلین سب سالیان
آؤ سجن لال

دلھن بیچاری شرما کر مار نہ سکی۔ مگر دولہا نے پیشقدمی کی۔ اور آہستہ
سے پھولون کی چھڑی سے مارا۔

بڑی سالی رشتے کی واہ واہ دولہا تو بڑا بے رحم ہے اسے ہی

کس زور سے میری بہن کو مارا

دولھا۔ ایسا ہے تو بسم اللہ۔ پھر آپ ہی آجایئے اپنی اپاکے عوض چوتھی کھیلیے۔

اتنے مین کسی نے ساگ سے مارا۔ عورتین کھلاکھلاکر ہنس پڑین

اُہو ہو ہو۔ سالی نے بدلا تو خوب لیا۔

دولھا۔ چھپنے چھپانے کی شرط نہین۔ دوبدوا چھی۔

سالی۔ دوبدو کی ایک ہی کہی۔ منہ دہو آؤ نا۔

پاکبازان محبت را حیا باشد مدام

دولھا۔ ماشاء اللہ۔ شاعرہ بھی ہین۔

دوسری۔ پھر کیا ہمین اناڑی جانا تھا۔ آپ نے۔

تیسری نے مٹھائی کا لڈو لیکر مارا۔ اور ہنسکر کہا کہ بسم اللہ بھوکے ہوگے کھاؤ اسکو۔

دولھا کے رشتہ کی بہنین واہ ہمارا دولھا کیون بھوکا ہونے لگا تھا۔ دُلھن ہی ہوگی دیکھو تو بیچاری کی صورت اُتر گئی ہے۔

دولھن کی طرف والی۔ اے واہ دلھن کے بھوکے ہونے کی

ایک ہی کہی - اجی دیکھو اپنے دولھا کو معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی کوسون چلکر آیا ہے اور تھک کر بیٹھ گیا ہے -

نوبہار نے سپہر آرا کے کان مین کچھ کہا - مگر جواب ندارد - دولھا نے صرف اتنا سن لیا کہ بیوی یہ موقع بدلا لینے کا ہے -

دولھا (نوبہار کی طرف دیکھ کر تبسم کر کے) جو بدلا لینا تھا شب مین لے چکین -

نوبہار اور **مغلانی** اوئی صاحب - عورت بھی کہین بدلے لے سکتی ہے

دولھا - اگر انہون نے بدلا نہین لیا تو کیا ان کے معاوضہ مین تم چاہتی ہو کہ بد لو -

مغلانی - اوئی سرکار - ہم تابعدار مجال ہے ہماری -

نوبہار - بے ادبی معاف ہو - ایجاب و قبول کی وکالت مین بھی آپ ہی کی لونڈی تھی - اور اب چوتھی مین بھی بیوی کی طرف سے وکالت کرتی ہے - یہ کہہ کر سپہر آرا کا ہاتھ پکڑ کے بدقت ساگ پھنکوایا

دولھا - نوبہار سے یہ وکالت واقعی اچھی ہے - کہ اپنی آرزو بھی پوری ہو - اور پھر وکالت کا پردہ رہے -

توبہار۔ ایسے جلوں کی سرفرازیوں کی تو باندی مستحق ہی ہے۔

ایک۔ بیگم! دولہا دولھن سے چوتھی بھی کھیلیگا کہ باتیں ہی بگھاریگا

سالی۔ (میراثن سے) دولہا موڑ اور سنگترے کھانا چاہتا ہے۔ سامنے رکھدو۔

دولہا۔ میرے سامنے تو ہے ہی۔ مگر دولہن کے سامنے رکھو تو اچھا ہوگا۔

اس فقرہ پر ایک ایستادہ در کا فرمایشی قہقہا لگا کہ اللہ اکبر۔

الغرض اسی چہل پہل کے ساتھ دس بجے شب تک اندر چوتھی ہوتی رہی۔ بعد ازاں دولہا برخاست کرکے باہر آیا اور زنانے میں وہ چوتھی ہوئی کہ جسقدر ساگ چوتھی کے لیے منگایا گیا تھا پس پس کر منہہ کا ہوگیا۔